شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ

رمضان المبارک

کی پُرنور ساعتوں میں دیئے جانے والے دروس کا حسین مجموعہ

دروس القرآن

فی

شہر رمضان

از

ترجمان اہلسنت

ابو الحقائق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

الاسلام پبلی کیشنز

دربار مارکیٹ لاہور

دروس القرآن

فی

شہر رمضان

از: ترجمان اہلسنّت

ابوالحقائق علامہ غلام مرتضٰی ساقی مجددی زید مجدہ

نام کتاب ......دروس القرآن فی شھر رمضان

مصنف ......ابوالحقائق علامہ غلام مرتضٰی ساقی مجددی زیدمجدہ

باھتمام ......حافظ شاہد محمود رضوی، حافظ عمر فاروق صدیقی

کمپوزنگ ......ساقی ایڈ اینڈ کمپوزنگ سنٹر گوجرانوالہ......

ابوالحسن قاری محمد امتیاز ساقی مجددی03466049748

تعداد......1100 صفحات......432

ھدیہ...... اشاعت......

ملنے کے پتے

الاسلام پبلیکیشنز دربار مارکیٹ لاہور

0334-4178279

اسٹاکسٹ: الاسلام پبلیکیشنز گوجرانوالہ

0300-7461988

والضحیٰ پبلیکیشنز اردو بازار لاہور — نعیمیہ بک سٹال اردو بازار لاہور

نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور — اکبر بک سیلرز اردو بازار لاہور

احمد برادرز اردو بازار لاہور — بہار اسلام اردو بازار لاہور

مکتبہ نعیمیہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو — مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور — مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور..

فہرست

انتساب

شفقتوں اور رحمتوں کے عظیم سائبان

مہربانیوں اور کرم نوازیوں کے رفیع پیکر

والدین کریمین

غفرلهما الله تعالى ووسع عليهما مدخلهما

کے نام

جن سے راقم الحروف نے سب سے پہلے "قرآن کا درس" لیا

اور جن کی بدولت ہزاروں انسان "دروسِ قرآن" کے زیور سے آراستہ ہوئے۔ آج انہی کا صدقہ ہے کہ راقم غلامانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں "دروس القرآن" جیسا حسین تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگواروں کی کامل مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

گر قبول افتد زہے عزو شرف

نیاز مند

/

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

استقبال ماہِ رمضان

از

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

مرحبا ، مرحبا ، مرحبا ہے
ماہِ رمضاں تجھے مرحبا ہے
دیپ عظمت کے تو ہے جلاتا
بھولے بھٹکوں کو رب سے ملاتا
تیرے آنے سے دل کھل اٹھا ہے
ماہِ رمضاں تجھے مرحبا ہے
اہل ایمان پہ منت خدا کی
تیری آمد نے رحمت بہا دی
نور حق ہر کسی کو ملا ہے
ماہِ رمضاں تجھے مرحبا ہے
تیری تعظیم جو بھی کرے گا
اس کو رب سے یہ درجہ ملے گا
وہ تو جنت کا مہمان بنا ہے
ماہِ رمضاں تجھے مرحبا ہے

فضل و نعمت ہے ہم پر خدا کی
مصطفٰے کے تصدق عطا کی
اس نے رمضان یہ ہم کو دیا ہے
ماہِ رمضاں تجھے مرحبا ہے
تیرے آنے سے جنت سجے گی
اور دوزخ کی آتش بجھے گی
جن و شیطان بھی قیدی بنا ہے
ماہِ رمضاں تجھے مرحبا ہے
اور احسان یہ ہم پہ ہوا ہے
ہم کو رب سے یہ قرآں ملا ہے
اس میں نور اور دلوں کی شفا ہے
ماہِ رمضاں تجھے مرحبا ہے
بارشیں بخششوں کی ہوئی ہیں
دو جہانوں کی خوشیاں ملی ہیں
قلب ساقی بھی خوش ہو گیا ہے
ماہِ رمضاں تجھے مرحبا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشان منزل

غلامِ ساقیِ کوثر، غلام مرتضٰی ساقی

از:......رئیس التحریر مولانا محمد منشا تابش قصوری (مریدکے)

ظہور اسلام کے ساتھ ہی علوم وفنون، عرفان واستحسان کی راہیں کھلیں، معلمِ کتاب وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات نے علم وشرافت کا لباس بخشا اور شجر علم سے اتنی کثیر شاخیں پھوٹیں کہ آج اعداد وشمار کے ماہرین کے لئے کوئی ایسا کلکولیٹر ایجاد نہیں ہوا جس سے ان کا شمار ممکن ہو۔

علوم وفنونِ اسلامیہ میں تاریخ وسوانح ایک ایسا وسیع شعبہ ہے جس کا احاطہ نہیں ہوسکتا، انسان کی تاریخ، شہر کی تاریخ، ملک کی تاریخ اور ان سے متعلقات کی تاریخ، جغرافیائی کیفیات، تمدنی حالات، معاشی ومعاشرتی معلومات، یہ وہ سُرخیاں ہیں جن کی سرخی میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

رجال پر ان گنت کتب، ہر زمان، ہر زباں میں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں، یہ ایک ایسا فن ہے جس سے ہر صاحب علم کو دلچسپی ہے۔ لیکن ہر ایک کی تاریخ نہیں لکھی جاتی، ہر ایک کو صفحۂ قرطاس پر نہیں لایا جاسکتا، ہر کسی کو تاریخ میں جگہ نہیں ملتی، مگر جنہیں ملتی ہے ان کی کوئی خاص بات ہوتی ہے۔ اور وہ وہی ہے جو اپنی تاریخ از خود بناتا ہے اور پھر وہ مؤرخ کے قلم کی زینت بنتا ہے۔

آج ہمیں ہزار ہا برس پہلے کے انسان کے احوال و کیفیات پر بالتفصیل آگاہی حاصل ہوسکتی ہے۔ جنہیں ہم نے دیکھا تک نہیں، صرف صفحۂ قرطاس میں پڑھا، دیکھا اور پھر اتنے متاثر ہوئے کہ جگہ جگہ اس کی باتیں، اس کی حکائتیں، اس کے تذکرے، اس کی داستان اور اسی کی کہانی...... آخر یہ کیوں۔۔۔؟

اس کا مختصر سا تو یہی جواب ہے کہ اس کے کارناموں کو اجاگر کیا گیا، اس کے اعمال وافعال صالحہ کی تشہیر ہوئی، اس کے علوم وفنون نے نہ صرف اسے ذاتی طور پر مقبولیت کا شرف بخشا بلکہ اس کی آواز سے گم گشتگانِ راہ، راہِ ہدایت پر گامزن ہوئے، اس کے علم سے استفادہ واستفاضہ کیا، بیگانے، یگانے بنے اور آفاق میں اسے بلند مقام نصیب ہوا۔

تاریخی شخصیات کی فہرست بڑی طویل ہے، ماضی کو چھوڑیئے صرف عصرِ حاضر کو ہی لیجئے تو ہماری ان گنت ایسی شخصیات ہیں، جن کا نام آسمانِ شہرت پر آفتاب ومہتاب کی طرح چمک رہا ہے، مگر ان کے احوال وکمالات کو اس مختصر میں لانا ممکن نہیں۔ فقط اہل سنت وجماعت کی ایک ابھرتی ہوئی شخصیت، ممدوح اکابر، مخدوم ومکرم، مناظر اسلام، محقق دوراں، محترم المقام، حضرت العلام، مولانا علامہ الحافظ القاری غلام مرتضیٰ ساقی مجددی صاحب زیدہ مجدہٗ کی ذات ستودہ صفات کی پاکیزہ زندگی کے چند پہلو نمایاں کرنے کی سعی کی جارہی ہے، تاکہ مستقبل کا مؤرخ جب انہیں اپنے قلم کا موضوع بنائے تو اسے کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

موصوف الصدر کا سوانحی خلاصہ قلم بند کرنے سے پہلے حضرت شیخ سعدی اور امام اہل سنت، مجدد دین وملت، مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہما الرحمۃ اور حافظ

شیرازی علیہ الرحمہ کے کلام سے اپنے قلب ونگاہ کو محظوظ کیجئے!

بدہ ساقیا آب آتش لباس

کہ مستی کند اہل دل التماس

....

اَلَایَا اَیُّھَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًاوَّ نَاوِلْھَا

کہ بریاد شہ کوثر بنا سازیم محفلہا

....

اَلَایَا اَیُّھَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًاوَّ نَاوِلْھَا

کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

خاندان اور ولادتِ ساقی:

حضرت مولانا غلام مرتضیٰ ساقی بن میاں محمد عالم بن میاں رمضان بخش بن میاں کرم دین بن میاں شیر محمد (رحمہم اللہ تعالیٰ)

حضرت ساقی صاحب کی ولادت باسعادت اس علمی اور روحانی خاندان میں ہوئی جن کا قیام موضع پنج گرائیں ضلع گوجرانوالہ رہا، بعدہٗ آپ کے والد ماجد نے گوجرانوالہ کو مستقل مسکن بنالیا آپ کے آباؤاجداد اسلامی علوم سے بہرہ مند ہونے کے ناطے سے علاقہ بھر کی دینی، اسلامی شرعی ضروریات کے کفیل رہے۔ ان گنت لوگوں نے اس خاندان علیہ سے خوب علمی وعملی فیوض وبرکات حاصل کیں، جس کا اعتراف آج تک نہایت احترام سے کیا جارہا ہے، حقیقتاً یہ خاندان روحانی کرامات کا مظہر تھا۔

علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی مدظلہ نے اپنی دینی وقرآنی تعلیم کا آغاز اپنی والدہ ماجدہ سے کیا، جو اپنے وقت کی مشہور عابدہ، زاہدہ، صالحہ، تہجد گزار، پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں، علاقہ کی اکثر خواتین نے موصوفہ سے ہی قرآن پاک پڑھا۔ گردونواح کی عورتیں بھی ان کی پاکیزہ زندگی سے درس لیتی رہیں۔ (اللھم اغفرلھا)

علامہ صاحب نے ناظرہ قرآن کریم پڑھنے کے ساتھ ساتھ سکول میں بھی جانا شروع کر دیا، مگر قدرت نے جس عظمت وبرتری سے نوازنا تھا، رفتہ رفتہ آپ کا میلان ادھر ہوتا چلا گیا اور والدین کی تمنا وخواہش کے مطابق آپ نے حفظ القرآن کی طرف رغبت فرمائی اور اڑھائی سال کی مختصر مدت میں مکمل قرآنِ کریم حفظ کر کے خاندان میں پہلا حافظ ہونے کا شرف حاصل کیا، اور پھر ماہ رمضان المبارک کے جلوہ افروز ہونے پر نماز تراویح میں قرآن کریم سنانے کی طرح ڈالی۔ آپ کی قرأت وتلاوت سے نمازی خوب محظوظ ہوتے رہتے ہیں۔

علوم دینیہ کے حصول کے لئے آپ نے دارالعلوم نقشبندیہ امینیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور جملہ علوم وفنون کو دل ودماغ میں اتارتے رہے یہاں تک کہ دورۂ حدیث شریف کے لئے فیصل آباد حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب چشتی قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے قائم فرمودہ ”دارالعلوم مظہر اسلام“ میں پہنچے اور وقت کی عظیم علمی وعملی شخصیت حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا غلام نبی صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بڑی شان سے اس مرحلہ کو طے کیا، اکثر وبیشتر آپ نے انہی سے صحاح ستہ کو پڑھنے کی سعادت حاصل کی، آپ احادیث مبارکہ کو قواعد وضوابط کے ساتھ ساتھ بڑے ادب واحترام سے

پڑھتے چلے جاتے، حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ اور آپ کے جماعتی خوب تحسین فرماتے،
بعد از سند فراغت آپ نے عملی میدان میں قدم رکھا اور ہر شعبۂ علم کو زینت بخش رہے
ہیں قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے!

اظہار علم کے ذرائع:

صاحب علم وفضل اپنے علوم وفنون سے عوام وخواص کو تین طرح سے علم کا فیضان
پہنچا سکتا ہے۔ مقرر ہو، مدرس ہو یا پھر مصنف ہو، یعنی تقریر، تدریس اور تصنیف سے۔

تقریر یا خطاب وبیاں:

مقرر کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیان وزباں پر پوری طرح قدرت رکھتا ہو،
پورے اعتماد اور وثوق سے حروف وکلمات تراکیب ومترادفات کی ادائیگی کر سکے۔ عوام
وخواص کے ہر دو طبقے مستفیض ہوں، مضحکہ خیز حرکات وسکنات سے اپنے آپ کو بچانے
کا ملکہ رکھتا ہو۔

فن خطابت کے جوہر دکھانے کے ساتھ ساتھ مخالفین کو دلائل سے مرعوب
کرنے کی پوری پوری صلاحیت سے مرصع ہو، گویا میدان مناظرہ کا ایک کامیاب شہسوار
ہو، مجمع کی کثرت وقلت کا بوجھ تک محسوس نہ کرے، علماء کرام کے اجتماع میں آداب
اکابر کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ مافی الضمیر کو واضح کرتے ہوئے احساس کہتری میں
مبتلا نہ ہو۔ تو وہ ایک کامیاب مقرر بھی ہے، اعلیٰ ترین خطیب بھی ہے اور بیباک قسم کا
مناظر بھی ہے، اگر ان اوصاف پر علامہ ساقی صاحب کو پرکھا جائے تو بفضلہٖ وکرمہ تعالیٰ
آپ کی ذات ان سے موصوف نظر آئے گی۔

درس وتدریس:

اظہار علم کا دوسرا بڑا شعبہ درس وتدریس اور تعلیم تعلم ہے۔ تبلیغ دین کی انجام دہی میں اسے اولیت حاصل ہے، مدرس کی خوبیوں میں بنیادی وصف حسن اخلاق و اخلاص ہے، قابلیت اور محنت بعد کی باتیں ہیں، مسندِ تدریس پر وہی استاذ کامیاب وکامران نظر آئے گا جو اخلاق کریمانہ سے طلباء پر اثر انداز ہوگا۔ رعب، جلال، دبدبہ، مار دھاڑ، علمیت کا بھاری بھرتازیانہ، تلامذہ کے دل میں ادب واحترام اور محبت وعظمت کا سکہ نہیں بٹھا سکتا، دوران اسباق طلباء کرام سے پدری شفقت کا اظہار بھی ہو اور ان کی حرکات وسکنات پر کڑی نظر بھی رہے تاکہ اپنے حقوق کو بروئے کار لاتے ہوئے سرزنش بھی کر سکے۔ کیونکہ علاج کے لئے مرہم کے علاوہ انجکشن یا آپریشن بھی کرنا پڑتا ہے۔ نیز طلباء کی کسی حرکت کو مستقل طور پر اپنے دل میں جگہ نہ دے ورنہ طالب علم میں بغاوت کے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

مدرس کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خارجی بحث کو سبق سے ہمیشہ خارج رکھے۔ اپنے علم وفضل کو تحکمانہ انداز میں ٹھونسنے کی بجائے ان کے دل ودماغ میں بٹھانے کی کوشش کرے۔ نفس کتاب کو ذہن نشین کرانے والا استاذ، تلامذہ کے لدموہ بنتا ہے، دیکھا گیا ہے بعض مدرس نئے نئے طلباء پر سختی کی انتہا کردیتے ہیں جس کے باعث وہ علوم دینیہ سے محروم رہ جاتے ہیں (الا ماشاء اللہ) مگر علامہ ساقی صاحب ایسی مکروہ حرکات سے مبرّا ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ آپ سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھتے ہیں (اللھم زدفزد)

مدرسین کے لیے بعض مدارس کے اربابِ حل وعقد، اعلیٰ اوصاف سے متصف مدرسین کو اپنے ہاں متعین فرمالیتے ہیں، ان کی جدوجہت، محنت، کاوش اور محبت جب رنگ لاتی ہے اور طلباء استاذ کے گرویدہ ہوتے جاتے ہیں تو واجبی سا علم رکھنے والے یا علم دینیہ، درسیہ سے کورے ناظمین اپنی مصنوعی وجاہت کا جنازہ نکلتا دیکھتے ہیں تو سازشیں یا حیلے بہانے تراش کر قابل ترین مدرسین کو نرمی یا گرمی سے نکال باہر کرتے ہیں اور اس ترقی یافتہ دور میں بھی یہ ''کارشیطان'' جاری ہے۔ اس لیے ہمارے بہترین صلاحیتوں کے مالک علوم وفنون اور درس وتدریس کے ماہر حضرات جگہ جگہ سلسلۂ تدریس کیلئے ہجرت اختیار فرماتے رہتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ ساقی صاحب کو ایسے امتحان سے محفوظ رکھے (آمین)۔

قارئین کرام! اگر حضرت علامہ غلام مرتضیٰ ساقی صاحب زید مجدہٗ کی فراغت کے بعد مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہونے کا تخمینہ لگائیں تو دس گیارہ سال بنتے ہیں (جولائی ۲۰۰۸ء تک) لیکن حقیقتاً آپ نے زمانۂ طالبعلمی سے ہی تدریسی خدمات سرانجام دینا شروع کردی تھیں۔ وہ یوں کہ پچھلی جماعتوں کے طلباء کو پڑھانے کی ذمہ داری اساتذہ کرام نے لگا رکھی تھی تاکہ تدریس کا ملکہ پیدا ہو جائے چنانچہ اس وقت کے قابل ترین اور لائق صد تکریم مدرس اور مستقبل قریب کے مشہور محدث کے نام سے معروف ہونگے۔ (ان شآء اللہ العزیز)

آپ مختصر عرصہ میں دینی طلباء، سکول وکالجز کے سٹوڈنٹ اور اساتذہ، حتیٰ کہ وکلاء تک کی تربیتی کلاسز کو پڑھا چکے ہیں، مختلف 40 روزہ کورسز اور دورۂ تفسیر القرآن پروگرامز میں ہزاروں حضرات وخواتین آپ سے مستفید ہوچکے ہیں۔

آپ کو سراج العارفین حضرت علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر شرف بیعت بھی حاصل ہے اور اجازت وخلافت بھی، سینکڑوں لوگ آپ سے علوم باطنی اور تصوف وطریقت کی تعلیم وتربیت بھی پا رہے ہیں۔

تصانیف وتالیفات:

اظہارِ علم کا تیسرا بڑا ذریعہ قلم ہے۔ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو اپنی آفاقی اور ہمہ گیری اہمیت کے باعث اول وثانی سے فائق کہا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔ قلم کی طاقت زمانے کے ساتھ محدود نہیں ہے۔ جب کہ پہلے دونوں شعبے زندگی سے وابستہ ہیں۔ زندہ ہے تو میدان خطابت کا شہسوار بھی ہے اور مسندِ تدریس کی زینت بھی۔ مگر جب اس دار فانی سے راہی ملکِ بقا ہوا تو منبر ومحراب اور مسند تدریس وارشاد خالی، کسی دوسرے کی راہ دیکھتی ہے۔

لیکن قلم کو زوال نہیں، مرنے کے بعد بھی صاحب قلم کے شواہد، قرطاس وقلم ہی ہوتے ہیں، نہ صرف موجودہ لوگ قلم کے فیضان سے بہرہ ور ہوتے ہیں، بلکہ نسلاً بعد نسلٍ اس کی قلمی تبلیغ اپنا اثر دکھاتی رہتی ہے قرآن وحدیث نے بڑے عمدہ پرائے میں لوح وقلم کی تحسین فرمائی اور اس کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ ارشاد خداوندی: ن والقلم ومایسطرون اس پر شاہد وعادل ہے۔ اس سے قلم کا تقدس بھی ظاہر وباہر ہے۔

ماضی، حال اور مستقبل قلم سے مربوط ہیں، قلم نے ماضی کے افسانے سنائے، قلم نے حال بحال رکھا اور قلم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے مستقبل کی خبریں نوک زبان سے بیان کی، قرآن کریم اور کتب سماویہ، کتب احادیث وتفاسیر، تاریخ وسوانح،

ادب وفلسفہ، طب وسائنس وغیرہ کے جلووں میں قلم ہی کارفرما ہے۔

ہر صاحب علم وقلم، قلم کی ان گنت خوبیوں کا معترف ہے اور یہی وہ قلم ہے جسے حضرت علامہ ساقی صاحب نے بڑی متانت سے تھام رکھا ہے، شب وروز علمی جواہر قرطاس ابیض پر بکھرتے رہتے ہیں، نہ صرف فارغ التحصیل ہونے کے بعد اشہب قلم کو دوڑانا شروع کیا، بلکہ زمانہ طالب علمی سے ہی اس کی لگام تھامے، مضامین ومقالات کی صورت میں اسے دوڑاتے چلے آرہے ہیں۔ اب تو یہ عالم ہے کہ آپ کے تحقیقی وتدقیقی قلم تیس (اب چالیس سے زیادہ) سے زیادہ تصانیف وتالیفات سے مسلک حق اہل سنت وجماعت کو شادکام کیا ہے۔

بعض کتب کے نام ملاحظہ فرمایئے:

اسلام اور ولایت، قربانی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک ومختار ہیں،

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مسلک اہلسنت، رفع یدین، مختصر اسلامی تربیتی نصاب

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، آؤ میلاد منائیں، اہل جنت اہل سنت، خطابات رمضان

مشرک کون؟، دعا بعد نماز جنازہ، مسلک غوث اعظم رضی اللہ عنہ، پکارو یا رسول اللہ

چالیس احادیث، اسلامی عقیدہ، شان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

شان سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، شان سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، خطابات میلاد

شب اسریٰ کے دولہا، کیا ہمارے لیے اللہ کافی نہیں، گلدستہ ایمان

شرح اربعین مجددیہ، بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم، اختلاف ختم ہوسکتا ہے

ہم رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟، مسند سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مسند حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار، اہلسنت کی پہچان

فضیلت کی راتیں، روائید مناظرہ اذان برقبر، مسلک اہل بیت کتب شیعہ کی روشنی میں،

اسلامی عقیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں،

جامع الرضوی المعروف صحیح البہاری (ترجمہ وتخریج) وغیرہ۔

آپ کی نہایت عمدہ اور بیشتر لائق مطالعہ عنوانات پر مشتمل بالکل نئی اور تازہ تصنیف ''دروس القرآن'' قارئین کے پیش نظر ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ علمائے کرام خصوصاً ائمہ اہل سنت اگر اسے حرزِ جان بنائیں تو پورے رمضان میں درس قرآن مجید نہایت خوبصورتی اور پورے اعتماد سے دے سکتے ہیں، پندونصائح اور دلپذیر، دلکش، ایمان افروز نکات سے مرصع ہے، علمی سطح پر ثقہ اور تحقیقی طرزِ عمل میں نادر۔

''دروس القرآن'' سے عوام وخواص یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔ یہ عظیم تصنیف علامہ ساقی صاحب کے قلم کا شاہکار ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے علمی، تحقیقی نوادرات کو قبولیت ومحبوبیت کا شرف عطا فرمائے اور آپ کو ہر شعبہ علم میں کامیابی وکامرانی کی نعمت عظمٰی سے بہرہ مند فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فقط:

محمد منشا تابش قصوری (مریدکے)

مدرس جامعہ نظامیہ لاہور

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ، ۲۲ مئی ۲۰۰۸ء یوم الخمیس

عرض حال

رمضان المبارک مسلمانوں کے لیے اللہ رب العزت جل جلالہٗ کی طرف سے ایک عظیم انعام ہے یہ ہر سال تقویٰ وطہارت کا پیغام لاتا ہے اور اپنے قدردانوں کے گناہوں کو مٹا کر عرفان وایقان کی منزل دلاتا ہے۔ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے لئے روزہ ایک کارگر عمل ہے۔ رمضان المبارک بہت ہی خیر وبرکت اور رحمت ومغفرت کا مہینہ ہے، قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کی عظمت وشان کو بڑے اہتمام سے بیان کیا گیا ہے، یہ تمام مہینوں کا سردار ہے، لیلۃ القدر جیسی عظیم رات بھی اسی ماہ مقدس میں ہے جسے ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا گیا ہے، اس ماہ مبارک میں نیکیوں کے درجات بڑھادیئے جاتے ہیں اور اعمال کا ثواب کئی گناہ زیادہ کردیا جاتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم روزہ اور ماہ رمضان کی قدرومنزلت سے کماحقہٗ آگاہ ہوکر ان کے فیوض وبرکات کو سمیٹ سکیں۔ راقم الحروف نے اسی جذبہ سے سرشار ہوکر رمضان المبارک کے حسین وپرکیف لمحات میں دیئے گئے اپنے چند دروس کو جمع کرنے ادنیٰ سی کاوش کی ہے۔ جو اپنے موضوع سے متعلقہ مختلف گوشوں پر مشتمل ہیں اور اہل محبت وصاحبانِ تحقیق کے مشامِ جاں کو معطر کرنے کی سعادت سے بہرور بھی۔ اس مجموعہ میں تمام دروس کو علمی تحقیقی انداز میں مرتب کیا گیا ہے اور اہل تحقیق کی تسکین کے لیے تخریج کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے، سابقہ ایڈیشنوں میں جو حوالہ جات رہ گئے تھے انہیں بھی مکمل کردیا گیا ہے۔ تعدد مقامات پر حوالہ جات کی تعداد بڑھادی گئی

ہے، شاید ہی کوئی شاذ و نادر حوالہ متروک ہوا ہو۔

اس سے قبل عدمِ توجہ کی بنا پر کچھ اغلاط اور تسامحات بھی کتاب میں شاملِ اشاعت ہوتے رہے، جنہیں اس اشاعت میں دور کر دیا گیا ہے، لہٰذا اگر کسی شخص کے پاس سابقہ نسخہ ہو تو وہ موجودہ نسخہ سے اس کی اصلاح کر لے۔

کوشش کی گئی ہے کہ "دروس القرآن" میں رمضان المبارک سے متعلقہ تمام گوشوں پر روشنی ڈالی جائے تاہم بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو عدم فرصت کی بناء پر اس میں شامل نہیں ہو سکے، ان مسائل کے لیے اہل علم سے رابطہ کرنا چاہیئے۔

دروس القرآن میں ہر مسئلہ ہی ایک خاص انداز میں لکھا گیا ہے تاہم مسئلہ تراویح کا باب خصوصی توجہ کا حامل ہے، جس میں اپنے مؤقف پر دلائل دینے کے علاوہ مخالفین کے فخر و غرور کا سر نیچا کر دیا ہے۔

بارگاہ خداوندی میں التجا ہے کہ وہ اس کوشش کو اپنوں کے لئے باعث استقامت اور مخالفین کے لئے ذریعۂ ہدایت بنائے۔

راقم الحروف اور جملہ معاونین و محبین کو جزائے خیر اور صحت و تندرستی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

قارئین کرام! اغلاط کی نشاندہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

خیر اندیش:

ابو الحقائق غلام مرتضٰی ساقی مجددی

فضائل

رمضان المبارک

زہے نصیب! کہ پھر آگیا مہِ رمضان
مثالِ ابرِ کرم چھا گیا مہِ رمضان
پلک جھپکنے میں دن تیس بیت جاتے ہیں
کہ جیسے پل دو پل آیا، گیا مہِ رمضان

﴿فرمان الٰھی﴾

شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدی للناس وبینت من الھدٰی والفرقان ط فمن شھد منکم الشھر فلیصمه ط ...... الایة۔

(البقرہ:۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان:

رمضان کا مہینہ، جس میں قرآن اترا گیا، لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں، تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔

﴿فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم﴾

"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لأصحابه: ((نبشركم قد جاء كم رمضان شهر مبارك افترض الله عليكم صيامه، تفتح فيه ؤبواب الجنة وتخلق فيه أبواب الجحيم وتغل فيه الشياطين، فيه ليلة خير من ألف شهر، من حرم خيرها فقد حرم)) (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ۱/۴۱۰ تحت تفسیر شهر رمضان)

(سنن النسائی: کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی معمر فیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں کہ تمہارے پاس ماہ رمضان آیا گیا، یہ مبارک مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس کے ثواب سے محروم ہو گیا سو وہ (بالکل) محروم ہو گیا۔

آ گیا ماہِ صیام

نکہتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام
نزہتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

ہو مبارک روزہ دارو، جس کے تھے مشتاق آپ
رحمتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

روزہ داروں کے لئے ، جو ہے نویدِ مغفرت!
برکتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

جس میں قرآنِ مبیں ، اللہ نے نازل کیا
عظمتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

حکم رب سے جس میں ہوتے ہیں، شیاطین قید سب
رفعتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

بند ہو جاتے ہیں دروازے ، جہنم کے تمام
جنتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

توبہ کر عصیاں سے ، ہو مصروفِ تسبیح و درود
دولتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

روزہ داروں کے لئے ، ہے مژدۂ راحت فزا
عزتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

سر بسجدہ ہیں نمازوں میں ، غلامانِ رسول
حرمتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام
ذکرِ قرآں میں ہیں ، دیکھو شائقین دیدِ حق
فرصتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام
پڑھ رہے ہیں ہر طرف ، قرآن قاری شوق سے
اُلفتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام
کر عبادت رات دن ، تابشؔ خدا کی ذوق سے
شوکتوں والا مہینہ ، آ گیا ماہِ صیام

از:

مولانا محمد منشاء تابش قصوری

(مریدکے)

مرحبا صد مرحبا پھر آمدِ رمضان ہے

مرحبا صد مرحبا پھر آمدِ رمضان ہے
کِھل اُٹھے مرجھائے دل تازہ ہوا ایمان ہے

ہم گنہگاروں پہ یہ کتنا بڑا احسان ہے
یاخدا(عزوجل) تو نے عطا پھر کردیا رمضان ہے

تجھ پہ صدقے جاؤں رمضاں! تو عظیم الشان ہے
کہ خدا(عزوجل) نے تجھ میں ہی نازِل کیا قرآن ہے

ابر رحمت چھا گیا ہے اور سماں ہے نور نور
فضل رب (عزوجل) سے مغفرت کا ہوگیا سامان ہے

ہرگھڑی رحمت بھری ہے ہرطرف ہیں برکتیں
ماہِ رمضاں رحمتوں اور برکتوں کی کان ہے

آگیا رمضاں عبادت پرکمر اب باندھ لو
فیض لے لو جلد کہ دن تیس کا مہمان ہے

عاصیوں کو مغفرت کا لے کر آیا ہے پیام
جھوم جاؤ مجرمو! رمضان مہِ غفران ہے

بھائیو کرلو گناہوں سے سبھی توبہ کہ اب
پڑگئے دوزخ پہ تالے قید میں شیطان ہے

خوش دلی سے سنتیں اپنائے جاؤ بھائیو!
خلد کے دَر کُھل گئے ہیں داخلہ آسان ہے

مسجدیں آباد ہیں زورِ گنہ کم ہو گیا
ماہ رمضان المبارک کا یہ سب فیضان ہے

روزہ دارو! جھوم جاؤ کیونکہ دیدارِ خدا (عزوجل)
خلد میں ہو گا تمہیں یہ وعدۂ رحمٰن (عزوجل) ہے

دوجہاں کی نعمتیں ملتی ہیں روزہ دار کو
جو نہیں رکھتا ہے روزہ وہ بڑا نادان ہے

یاالٰہی (عزوجل)! تو مدینے میں کبھی رمضاں دِکھا
مدتوں سے دل میں یہ عطار کے ارمان ہے

از:

مولانا محمد الیاس عطار قادری

ماہ رمضان کا مختصر تعارف

رمضان کا نام اور معنیٰ:

اس مہینے کا زمانہ جاہلیت سے چلا آرہا ہے یہ اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے۔
رمضان یا تو رحمٰن کی طرح اللہ کا نام ہے، چونکہ اس مہینے میں دن رات اللہ کی عبادت ہوتی ہے، لہٰذا اسے شہر رمضان یعنی اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے۔
اسی لیے حدیث پاک میں آیا کہ یہ نہ کہو کہ رمضان آیا اور گیا، بلکہ کہو کہ ماہِ رمضان آیا اور گیا، جیسے مسجد و کعبہ کو اللہ کا گھر کہتے ہیں کہ وہاں اللہ کے ہی کام ہوتے ہیں، ایسے ہی رمضان اللہ کا مہینہ ہے کہ اس مہینہ میں اللہ کے ہی کام ہوتے ہیں۔
روزہ تراویح وغیرہ تو ہیں ہی اللہ کے، مگر بحالت روزہ جو نوکری، تجارت وغیرہ کی جاتی ہے وہ بھی اللہ ہی کے کام قرار پاتے ہیں، اس لیے اس ماہ کا نام رمضان یعنی اللہ کا مہینہ ہے۔
یا یہ "رمضاءٌ" سے مشتق ہے، رمضاء موسم خریف (خزاں) کی بارش کو کہتے ہیں جس سے زمین دُھل جاتی ہے اور ربیع (موسم بہار) کی فصل خوب ہوجاتی ہے۔
چونکہ یہ مہینہ بھی دل کی گرد وغبار دھو دیتا ہے اور اس سے اعمال کی کھیتی ہری بھری رہتی ہے اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں۔
ساون میں روزانہ بارشیں چاہیئے اور بھادوں میں چار پھر اساڑ میں ایک، اس ایک سے کھیتیاں پک جاتی ہے، اسی طرح گیارہ مہینے برابر نیکیاں کی جاتی ہیں پھر رمضان کے روزوں نے ان نیکیوں کی کھیتی کو پکا دیا۔

یا یہ رمضٌ سے بنا ہے، جس کے معنیٰ ہیں گرمی یا جلنا۔

چونکہ اس زمانہ میں مسلمان بھوک پیاس کی تپش برداشت کرتے ہیں کہ یہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے اس لیے اسے رمضان کہا جاتا ہے۔

بعض نے فرمایا: جب مہینوں کے نام رکھے گئے تو جس موسم میں جو مہینہ تھا اسی سے اس کا نام ہوا، جو مہینہ گرمیوں میں تھا اُسے رمضان کہہ دیا گیا اور جو موسم بہار میں تھا اُسے ربیع الاول اور جو سردی میں تھا، جب پانی جم رہا تھا، اُسے جمادی اُولیٰ کہا گیا ......رمضان بہت خوبیوں کا جامع تھا اس لیے اس کا نام بھی رمضان ہوا۔ (کبیر و روح وغیرہ)۔ (تفسیر نعیمی پارہ:۲ ص ۲۳۱، ۲۳۲، زیر تفسیر شہر رمضان)

رمضان بڑا مبارک مہینہ ہے، بعض نے فرمایا کہ جیسے ہفتے کے دنوں میں جمعہ افضل ہے، ایسے ہی سال کے مہینوں میں رمضان شریف افضل ہے، اور بعض نے کہا کہ ربیع الاول افضل ہے۔ اس کے کل چار نام ہیں:

ماہ رمضان......ماہ صبر......ماہ مواسات......ماہ وسعتِ روزق

(مشکوٰۃ کتاب الصوم)

......روزہ صبر ہے، جس کی جزا رب ہے اور وہ اسی میں رکھا جاتا ہے، اس لیے اُسے ماہ صبر کہتے ہیں۔

مواسات کے معنی ہیں بھلائی کرنا، چونکہ اس مہینہ میں سارے مسلمانوں سے خاص کر اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے، اس لیے اسے مواسات کہتے ہیں۔

اس میں رزق کی فراخی ہوتی ہے کہ غریب بھی نعمتیں کھا لیتے ہیں اسی لیے اس

کا نام ماہِ وسعت رزق بھی ہے۔

اس کے بے شمار فضائل ہیں جن میں سے ہم کچھ عرض کرتے ہیں:

❁...... کعبہ معظمہ مسلمانوں کو بلا کر دیتا ہے اور یہ آ کر رحمتیں بانٹتا ہے، گویا وہ کنواں ہے اور یہ دریا ہے، یا وہ دریا ہے اور یہ بارش۔

❁...... ہر مہینہ میں خاص تاریخیں اور تاریخوں میں بھی خاص وقت میں عبادت ہوتی ہے، مثلاً: بقر عید کی چند تاریخوں میں حج، محرم کی دسویں تاریخ افضل، مگر ماہ رمضان میں ہر دن اور ہر وقت عبادت ہوتی ہے، روزہ عبادت، افطار عبادت، افطار کے بعد تراویح کا انتظار عبادت، تراویح پڑھ کر سحری کے انتظار میں سونا عبادت، پھر سحری کھانا عبادت، غرضکہ ہر آن میں خدا کی شان نظر آتی ہے۔

❁...... رمضان ایک بھٹی ہے، جیسے کہ بھٹی گندے لوہے کو صاف اور صاف لوہے کو مشین کا پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو زیور بنا کر محبوب کے استعمال کے لائق کر دیتی ہے، ایسے ہی ماہِ رمضان گنہگاروں کو پاک کرتا ہے اور نیک کاروں کے درجے بڑھاتا ہے۔

❁...... رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گناہ ملتا ہے۔

❁...... بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو رمضان میں مرجائے اس سے سوالات قبر بھی نہیں ہوتے۔......

❁...... حضور ﷺ رمضان میں ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے (مشکوٰۃ) رب تعالیٰ بھی رمضان میں جہنمیوں کو چھوڑتا ہے، لہٰذا چاہیئے کہ رمضان میں نیک کام کیے جائیں اور گناہوں سے بچا جائے۔

۞...... قرآن کریم میں صرف رمضان شریف ہی کا نام لیا گیا ہے اور اسی کے فضائل بیان ہوئے کسی دوسرے مہینہ کا نہ صراحتاً نام ہے نہ ایسے فضائل۔......

۞...... رمضان شریف میں افطار اور سحری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، یعنی افطار کرتے وقت اور سحری کھا کر، یہ مرتبہ کسی اور مہینہ کو حاصل نہیں۔

رمضان میں پانچ حرف ہیں۔ ر۔م۔ض۔ا۔ن۔

''ر'' سے مراد ہے: رحمت الٰہی۔

''میم'' سے مراد ہے: محبت الٰہی۔

''ض'' سے مراد ہے: ضمان الٰہی۔

''ا'' سے مراد ہے: امان الٰہی۔

''ن'' سے مراد ہے: نور الٰہی۔

اور رمضان میں پانچ عبادات خصوصی ہوتی ہیں

روزہ، تراویح، تلاوت قرآن، اعتکاف، شب قدر میں عبادات،

جو کوئی صدق دل سے یہ پانچ عبادات کرے وہ ان پانچ انعاموں کا مستحق ہے۔

رمضان کی یادگاریں:

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کم از کم چودہ سو بار یقیناً ماہِ رمضان المبارک جلوہ گر ہوا اس طویل عرصہ میں متعدد واقعات رونما ہوئے، جن کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہیں، تاہم چند اہم تاریخی اسلامی اور روحانی واقعات کی طرف اشارے دیئے جا رہے ہیں جن کی بدولت ایمان کو جلا اور دل کو سکون حاصل ہوگا۔

بندوں کے نام خدا کا آخری پیغام، نزول قرآن:

۲۷۔ رمضان المبارک

یوم شہادت امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

۲۱۔ رمضان المبارک

وصال ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

۱۰۔ رمضان المبارک

وصال ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

۱۷۔ رمضان المبارک

وصال ام المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا:

وصال سیدۃ النساء حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:

۳۔ رمضان المبارک

وصال شہزادی رسول حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا:

۲۰۔ رمضان المبارک

ولادت حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ:

۱۵۔ رمضان المبارک

حق و باطل کا ایک عظیم معرکہ، غزوۂ بدر:

۱۷۔ رمضان المبارک

اسلامی تاریخ کا ایک عظیم دن، فتح مکہ:

۱۰۔رمضان المبارک

یوم باب الاسلام بیاد حضرت محمد بن قاسم:

۱۰۔رمضان المبارک

جشن آزادئ پاکستان، قیام پاکستان:

۲۷۔رمضان المبارک

شہدائے دربار داتا گنج بخش:

باطنی طہارت کا عظیم سامان یوم اعتکاف:

۲۰۔رمضان المبارک

وصال مفسر قرآن حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ:

۳۔رمضان المبارک

وصال غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ:

۲۵۔رمضان المبارک

وصال حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ:

۱۷۔رمضان المبارک

روزے کا مختصر تعارف

روزہ نبوت کے پندرھویں سال یعنی دس شوال ۲ ھ ہجری میں فرض ہوا۔ ......اولاً صرف ایک روزہ یعنی عاشورہ کے دن کا فرض ہوا۔ پھر یہ منسوخ ہوکر ہر چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے فرض کیے گئے، پھر یہ بھی منسوخ ہوکر ماہِ رمضان کے روزے فرض ہوئے مگر لوگوں کو اختیار تھا چاہے روزہ رکھیں چاہے فدیہ ادا کردیں یعنی ہر روزہ کے عوض آدھا صاع گیہوں کا ایک صاع جو صدقہ کردیں۔ پھر یہ اختیار منسوخ ہوکر روزے لازم ہوئے مگر یہ پابندی رہی کہ رات کو سونے سے پیشتر جو چاہو کھاؤ، سوکر کچھ نہیں کھاسکتے، پھر حضرت صرمہ کا واقعہ پیش آنے پر صبح تک کھانے پینے کا اختیار دیا گیا، مگر جماع پھر بھی حرام رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آنے پر رات میں یہ بھی حلال کردیا گیا...... یوں سمجھو کہ اولاً کلمہ پڑھنا فرض ہوا، پھر نماز، پھر زکوٰۃ، پھر روزے، پھر جہاد، پھر حج۔ (روح البیان)

درمنثور نے فرمایا کہ نماز میں بھی تبدیلیاں ہوئی اور روزہ میں بھی، نماز معراج میں پچاس وقت فرض ہوکر پانچ پانچ کم ہوکر پانچ رہیں، پھر اولاً ہر وقت میں دو دو رکعتیں فرض تھیں بعد ازاں سفر میں دو رہیں اور اقامت میں بعض چار یا تین کردی گئیں، کچھ روز بیت المقدس کی طرف، پھر کعبہ معظمہ کی طرف ادا ہوئیں اور روضہ میں مذکور چھ تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ (تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۲۱۹، ۲۲۰)

روزے کا لغوی اور شرعی معنیٰ:

روزہ کو عربی میں ''صوم'' کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی ہے: ''الامساك''

مطلق کسی چیز سے رک جانا اور کسی کام کو ترک کرنا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے اس قول کو بیان فرمایا ہے: انہوں نے کہا:

انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم ۔(مریم:۲۶)

(تم اشارہ سے کہو) کہ میں نے رحمٰن کے لئے بات سے رک جانے کی نذر مانی ہے۔

اور شریعت میں روزہ کا معنی ہے: طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل ازدواج سے رُکے رہنا۔ ملاحظہ ہو! الہدایہ ج ا ص ۲۱۶، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۹۔

چونکہ رمضان کے روزے شعبان ۲ ہجری میں فرض ہوئے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ سال رمضان کے مہینوں میں روزے رکھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶۲)

فائدہ:

تمام عبادات میں اطاعت کا غلبہ ہے اور روزہ میں عشق کا، کیونکہ اس میں رب کے لئے دنیاوی چیزوں کا چھوڑنا ہے۔

عاشقاں راشش نشان است اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر!
گر ترا پرسند سہ دیگر کدام
کم خوردن و کم گفتن و خفتن حرام

رمضان المبارک اور روزوں کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ

سطور ذیل میں ماہ رمضان المبارک اور روزوں کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ پیش کی جا رہی ہیں جس سے ان کی عظمت کا خوب اندازہ ہو جائے گا۔

①...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

②...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۵، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

③...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، شیطانوں اور سرکش جنوں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ ایک ندا دینے والا پکارتا ہے، اے طالب خیر! آگے آ، اے شر کے متلاشی رُک جا، اور اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو جہنم سے آزاد

کردیتا ہے، ماہ رمضان کی ہر رات ہوتا ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۸۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

④...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخش دیا جاتا ہے اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والے کو نامراد نہیں کیا جاتا۔

(المعجم الاوسط ج ۶ ص ۱۹۵، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۳۲، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۳)

⑤...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس ماہ رمضان آیا، یہ مبارک مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں، اس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اس میں ایک ایسی رات ہے، جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس کے ثواب سے محروم ہوگیا سو وہ محروم ہوگیا۔

(سنن النسائی ج ۱ ص ۲۹۹، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

⑥...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہے، جب تک کہ انسان کبیرہ گناہ نہ کرے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۲)

⑦...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ تحفے ملے

ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔

پہلا یہ ہے کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور جس پر اس کی نظر رحمت پڑ جائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔

دوسرا یہ ہے کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ عزوجل کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔

تیسرا یہ ہے کہ فرشتے ہر دن اور ہر رات ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

چوتھا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندوں کے لئے تیاری کر لے اور مزین ہو جا، تاکہ وہ دنیا کی تھکاوٹ سے میرے گھر اور میرے دار رحمت میں پہنچ کر آرام حاصل کریں۔

پانچواں یہ ہے کہ جب آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کو بخش دیا جاتا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا یہ شب قدر (میں ہوتا) ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اس وقت انہیں مزدوری پوری دے دی جاتی ہے۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۲)

⑧...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آ گیا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اس میں شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے، وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی بخشش نہ ہوئی، اگر اس کی اس مہینہ میں بھی بخشش نہ ہوئی تو کب ہوگی۔

(المعجم الاوسط ج ۷ ص ۳۲۳، الدر المنثور ج ۱ ص ۴۱۷)

⑨...... حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا کہ ایک دن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اگر لوگوں کو رمضان المبارک (کی رحمتوں اور برکتوں) کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔

بنو خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں کچھ بتایئے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک سال کی ابتداء سے لے کر آخر تک جنت کو سجایا جاتا ہے، جب رمضان المبارک کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے سے ایک تیز ہوا چلتی ہے اور جنت کے درختوں کے پتے ہلنے شروع ہو جاتے ہیں تو حور عین ان کی طرف دیکھ کر عرض کرتی ہیں: یا رب (عزوجل)! اس مہینے میں اپنے بندوں کو ہمارے شوہر بنا دے، جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں،

— پھر ارشاد فرمایا: جو بندہ رمضان المبارک کے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے موتیوں

کے ایک خیمے میں اس کا نکاح حورعین سے کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صفت بیان کی ہے:

حور مقصورات فی الخیام۔ (الرحمٰن:۷۲)

(حوریں خیموں میں پردہ نشین ہیں) ان میں سے ہر حور پر ستر حلے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک رنگ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور انہیں ستر رنگوں کی خوشبو عطا کی جاتی ہے اور ہر خوشبو کا رنگ دوسری سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں سے ہر عورت کے ساتھ ستر ہزار کنیزیں کام کاج کے لیے ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ستر ہزار خادم ہوتے ہیں اور ہر خادم کے پاس سونے کا ایک برتن ہوتا ہے، جن میں ایک رنگ دار کھانا ہوتا ہے، جس کے ہر لقمہ کا ذائقہ پہلے سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں سے ہر عورت کے لیے سرخ یاقوت کے ستر تخت ہوتے ہیں، ہر تخت پر ریشم کے پردے والے ستر بچھونے ہوتے ہیں، ہر فرش پر ستر گاؤ تکیے ہوتے ہیں، اور ان کے شوہر کو اتنے ہی موتیوں سے مزین سرخ یاقوت کے تخت عطا کیے جاتے ہیں جن پر سونے کے دو کنگن ہوں گے اور یہ فضیلت اسے رمضان المبارک کا ہر روزہ رکھنے پر عطا کی جاتی ہے جبکہ دیگر نیکیوں کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج۳ ص۱۹۰، الترغیب والترہیب ج۲ ص۱۰۲، شعب الایمان ج۳ ص۳۱۳)

⑩..... حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منبر کے پاس آجاؤ، ہم آگئے جب منبر کے پہلے درجے پر بلند ہوئے، تو ارشاد فرمایا: آمین۔

جب دوسرے درجے پر بلند ہوئے، تو ارشاد فرمایا: آمین۔

اور جب تیسرے درجے پر بلند ہوئے، تو ارشاد فرمایا: آمین۔

جب نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو اس سے پہلے نہیں سنی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: جسے رمضان ملا، لیکن اسے بخشا نہ گیا، وہ بدقسمت ہوگیا، میں نے کہا: آمین۔

جب میں دوسرے درجے پر بلند ہوا، تو اس نے کہا: جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا گیا اور اس نے درود نہ بھیجا وہ بدقسمت ہوگیا۔ میں نے کہا: آمین۔

جب میں تیسرے درجے پر بلند ہوا، تو اس نے کہا: جس شخص کی زندگی میں اس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک بوڑھا ہوگیا اور انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا وہ بھی بدقسمت ہوگیا، میں کہا: آمین۔

(المستدرک للحاکم ج ۵ ص ۸۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۲، الدرالمنثور ج ا ص ۴۱۲، ۴۱۳)

(۱۱)...... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہوگیا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض کیا ہے، اور راتوں کے قیام کو نفل، جو شخص اس میں قرب الٰہی عزوجل کی نیت سے کوئی نیکی کرتا ہے اسے دیگر مہینوں میں ایک فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے اور جو شخص اس

میں ایک فرض ادا کرتا ہے گویا اس نے باقی مہینوں میں ستر فرائض ادا کیے، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہی ہے۔ یہ غم خواری کا مہینہ ہے، اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کی افطاری کراتا ہے اسکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ نیز اسے اس روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے اس کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک روزہ افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ثواب اللہ تعالیٰ ایک کھجور کھلانے اور ایک گھونٹ پانی پلانے یا دودھ کا ایک گھونٹ پلا کر افطاری کرانے والے کو بھی دے دیتا ہے۔ اس مہینہ کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے، اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اپنے ملازم پر تخفیف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے، اس میں چار کام زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرو، دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے اور دو کاموں کے بغیر تمہارے لئے کوئی چارہ کار نہیں جن دو کاموں کے ذریعے اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے ان میں سے ایک "لا الہ الا اللہ" کی گواہی دینا ہے، اور دوسرا اس سے بخشش طلب کرنا ہے، جن دو کاموں کے بغیر تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو، اور دوسرا یہ ہے کہ دوزخ سے پناہ مانگو، جو شخص روزے دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۴، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۵۲،

الدر المنثور ج ا ص ۴۱۱، الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۵ وقال رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ ثم قال صح الخبر)

⑫...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفاً ارشاد فرمایا: تم پر ایسا مہینہ سایہ فگن ہوگیا ہے کہ مسلمانوں پر اس سے بہتر مہینہ اور منافقین پر اس سے بڑھ کر سخت مہینہ کبھی نہیں آیا، پھر دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفاً ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس مہینے (میں مومن) کا ثواب اور اس کی نفلی عبادت اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے اور اس (منافق) کا بوجھ (گناہ) اور اس کی بدبختی اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے کیونکہ مومن اس میں عبادت کے لئے خرچ کر کے قوت حاصل کرتا ہے اور منافق اس میں مومنوں کی غفلتوں اور ان کے عیب تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۷، الدر المنثور ج ا ص ۴۱۱)

⑬...... حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ماہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے، پورا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور دوزخ کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پورا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا اور سرکش جنوں کو طوق ڈال دیئے جاتے ہیں اور ہر شب آسمانوں میں صبح صادق تک ایک منادی یہ ندا کرتا ہے:

اے اچھائی مانگنے والے اکمل کر اور خوش ہو جا۔

اور اے شریر! شر سے باز آجا اور عبرت حاصل کر۔

ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ ہم اس کا معاف کر دیں۔

ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ ہم اس کی توبہ قبول کر لیں۔

ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ ہم اس کی دعا قبول کریں۔

ہے کوئی سائل کہ ہم اس کے سوال کے مطابق عطا کریں۔

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر شب میں افطار کے وقت ساٹھ ہزار گناہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرمادیتا ہے اور عید کے دن سارے مہینے کے برابر لوگوں کو آزاد کرتا ہے۔تیس مرتبہ ساٹھ ہزار ساٹھ ہزار.

(الدر المنثور ج ۱ ص ۱۱ ۴ ، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۴)

⑭...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ کی عنایتوں، رحمتوں اور بخششوں کا ذکر فرماتے ہوئے ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب ماہِ رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف نظر فرمائے تو اسے کبھی عذاب نہ دے گا، اور ہر روز دس لاکھ گناہگاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے ان کے مجموعہ کے برابر اس ایک رات میں آزاد فرماتا ہے، پھر جب عید الفطر کی رات آتی ہے ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے۔باوجود اس کے کہ کوئی صفت بیان کرنے والا (کماحقہٗ) اس کی صفت بیان نہیں کرسکتا۔ پھر فرشتوں کہتے ہیں، جبکہ وہ اگلے دن ان کی عید کے موقع پر شریک ہوتے ہیں، (تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:)

اے گروہ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس کو پورا پورا اجر دیا جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔

(کنزالعمال ج ۸ ص ۲۱۹، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۹۸، الدر المنثور ج ۱ ص ۴۱۷)

⑮...... حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ماہ رمضان میں روزانہ افطار کے وقت دس لاکھ ایسے گناہگاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے جن پر گناہوں کی وجہ سے جہنم واجب ہو چکا تھا، نیز شب جمعہ اور روز جمعہ کی ہر ہر گھڑی میں ایسے دس دس لاکھ گناہگاروں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جو عذاب کے حقدار قرار دیئے جا چکے ہوتے ہیں۔

(کنزالعمال ج ۸ ص ۲۲۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۰، الدر المنثور ج ۱ ص ۴۱۵)

⑯...... حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مکہ مکرمہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو اللہ عزوجل اس کے لئے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھے گا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۲۳۲، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۱)

⑰...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ اور قرآن بندے کے لئے قیامت کے دن شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا: اے رب عزوجل! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ قرآن عرض کرے گا: میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا، میری شفاعت اس کے لیے قبول فرما، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۷۴، مشکوٰۃ ص ۱۷۳، شعب الایمان ج ۵ ص ۶، مستدرک ج ۲ ص ۱۱۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۸۴)

⑱...... امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان المبارک میں ذکر اللہ کرنے والے کو بخش دیا جاتا ہے اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا محروم نہیں رہتا۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۲۳۲، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۳)

⑲...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے روزے کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہوتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، روزہ ڈھال ہے، اور جب تم میں سے کوئی شخص روزہ سے ہو تو وہ جماع کی باتیں نہ کرے، اور نہ شور و غل کرے، اگر کوئی شخص اس سے سخت کلامی کرے یا اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت، ایک خوشی اپنے رب عزوجل سے ملاقات

کے وقت ہوگی۔اس وقت وہ اپنے روزے سے خوش ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۵،۲۵۴، مسلم ج ۱ ص ۳۶۳،مشکوٰۃ ص ۱۷۳،ابن ماجہ ص ۱۱۹)

⑳...... حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے، اس دروازہ سے قیامت کے دن صرف روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا: روزے دار کہاں ہیں، پھر روزے دار کھڑے ہو جائیں گے، ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا، ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازے کو بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس میں کوئی داخل نہ ہوگا۔(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴، مسلم ج ۱ ص ۳۶۴، ابن ماجہ ص ۱۱۹)

㉑...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۰، ۲۵۵)

㉒...... حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ارشاد فرمائیں اگر میں اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دوں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور قیام کروں تو میرا کن لوگوں میں شمار ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدیقین

اور شہداء میں۔(الترغیب والترہیب ج۲ص۱۰۶،صحیح ابن حبان ج۶ص۱۸۴،صحیح ابن خزیمہ ج۳ص۳۴۰)

⑬...... حضرت سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور رمضان کے ہر دن اور رات میں مسلمانوں کی دعا قبول کی جاتی ہے۔(الترغیب والترہیب ج۲ص۱۰۳،رواہ البزار)

⑭...... حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ ماہ رمضان آ گیا، جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے ہیں، اسی مہینہ میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس مہینہ میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔

(سنن نسائی ج۱ص۲۹۹،۳۰۰،الدر المنثور ج۱ص۴۱۰)

روزہ ایک اسلامی رکن

ارکانِ اسلام میں روزہ بھی ایک رکن ہے، جو ہر عاقل، بالغ، مرد وعورت مسلمان پر فرض ہے، جسکا چھوڑنا کبیرہ گناہ اور انکار کفر ہے۔

فرمان خداوندی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یا یھاالذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (البقرہ:۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

۞...... مزید ارشاد فرمایا:

فمن شھد منکم الشھر فلیصمه۔(البقرہ:۱۸۵)

سو تم میں رمضان کا مہینہ پائے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اسکے روزے رکھے۔

اسلام کی پانچ بنیادیں:

حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علیٰ خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدًا رسول اللہ واقام الصلٰوۃ وایتآء الزکٰوۃ والحج وصوم رمضان۔

(بخاری ج ا ص ۱۶ واللفظ لہ مسلم ج ا ص ۳۲، سنن ترمذی ج ۲ ص ۸۵، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۶۷، ۲۶۸، مشکوٰۃ ص ۱۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

دین پانچ چیزوں کا نام:

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الدین خمس لا یقبل اللہ منھن شیئًا دون شیئ، شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ و ایمان باللہ ملائکتہ و کتبہ ورسلہ والجنۃ و النار والحیٰوۃ بعد الموت۔ ھذہ واحدۃ والصلوٰت الخمس عمود الاسلام، لایقبل الایمان الابالصلوٰۃ والزکوٰۃ طھور من الذنوب لایقبل اللہ الایمان والصلوٰۃ الا بالزکوٰۃ من فعل ھٰؤلاء ثم جآء رمضان فترک صیامہٗ معتمدًا لم یقبل اللہ منہ الایمان ولاالصلوٰۃ ولا الزکوٰۃ ومن فعل ھٰؤلآء الاربع وتیسرلہ الحج فلم یحج لم یوص بحجۃ ولم یحج عنہ بعض اھلہ لا یقبل اللہ منہ الایمان ولا الصلوٰۃ ولا الزکوٰۃ ولا صیام رمضان لان الحج فریضۃ من فرائض اللہ، ولن یقبل اللہ تعالیٰ شیئًا من فرائضہ بعضھادون بعض۔

(ابو نعیم فی الحلیہ ج ۲ ص ۳۵۵ ترجمہ عطا بن میسرہ، کنز العمال ج ا ص ۲۸۱،

فتح الباری ج ۴ ص ۲۰ لابن رجب)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دین پانچ چیزوں کا نام ہے، ایک کے بغیر دوسری قبول نہیں ہوتی، گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں، اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اسکے رسولوں، جنت ودوزخ اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لانا، یہ ایک چیز ہے۔ پانچوں نمازیں ادا کرنا، جو کہ اسلام کے ستون ہیں، ایمان معتبر نہیں ہوتا نماز کے بغیر (یہ دوسری چیز ہے) اور زکوٰۃ گناہوں کو پاک کر دیتی ہے (یہ تیسری چیز ہے) ایمان اور نماز، زکوٰۃ کے بغیر معتبر نہیں، جس نے ان پر عمل کیا، پھر رمضان آگیا اور اس نے جان بوجھ کر اس کے روزے چھوڑ دیئے تو اس کا ایمان، نماز اور زکوٰۃ معتبر نہیں، جس نے ان چاروں پر عمل کیا اور اسے حج کا موقع میسر آیا تو اس نے حج نہ کیا اور نہ ہی اس کے متعلق وصیت کی اور نہ اسکی طرف سے حج کیا گیا تو اسکا ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزے معتبر نہیں ہوں گے۔ کیونکہ حج اللہ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فرائض میں سے بعض چیزوں کو چھوڑ کر بعض کو قبول نہیں فرماتا۔

اسلام کے اُصول:

عن عبد الله بن عباس رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ عُرَی الاسلام، وقواعد الدین ثلاثة علیهن اسّس الاسلام، من ترك واحدة منهن فهو بها كافر، حلال الدم، شهادة ان لا اله الا الله والصلٰوة المكتوبة،

وصوم رمضان......۔

(رواہ ابو یعلیٰ باسناد حسن ج۲ص۱۲۶، الترغیب والترہیب ج۱ص۳۸۲، مجمع الزوائد ج۱ص۴۸، السنۃ اللالکائی ج۱ص۲۰۲، الکبائر للذہبی ص۱۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کے اصول اور بنیادیں تین ہیں، ان پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کرتے ہوئے چھوڑا، اسکا خون بہانا مباح ہے: اللہ تعالیٰ کی گواہی دینا، فرض نماز ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

✽...... و فی روایۃ من ترک منھن واحدۃ فھو باللّٰہ کافر ولا یقبل منہ صرف ولا عدل و قد حل دمہٗ ومالہٗ۔ (الترغیب والترہیب ج۱ص۳۸۲)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک کو (انکار کرتے ہوئے) ترک کیا، وہ اللہ کا انکار کرنے والا ہے، اس سے فرض و نفل قبول نہیں کیا جائیگا، اس کا مال اور خون حلال ہے۔

تین چیزوں کی حفاظت:

عن انس (رضی اللہ عنہ) عن النبی ﷺ قال: ثلاث من حفظھن فھو ولیّ حقًا ومن ضیعھن فھو عدّوی حقًا، الصلوٰۃ، والصیام والجنابۃ۔

(طبرانی اوسط برقم: ۱۱۰۱۵، مجمع الزوائد ج۱ص۲۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ جوان کی حفاظت کرے گا وہ میرا پکا دوست ہوگا اور جو انہیں ضائع کرے گا وہ میرا پکا دشمن ہے، نماز، روزہ اور جنابت (کا غسل).

چار چیزوں کو اللہ نے فرض کیا:

عن زیاد بن نعیم حضرمی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع فرضهن الله في الاسلام فمن اتی بثلاث لم یغنین عنه شیئاً حتی یاتی بهن جمیعه الصلوٰة، والزکوٰة، وصیام رمضان، وحج البیت۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۱، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۸۴، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۴۷)

حضرت زیاد بن نعیم حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کیا ہے، جو ان میں تین پر عمل کرے گا اسے کوئی چیز فائدہ نہ دے گی، جب تک تمام پر عمل نہ کرے گا، نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔

نوٹ: اس روایت میں کلمہ پڑھ لینے کے بعد لازم ہونے والے فرائض کا ذکر ہے۔

اسلام کیا ہے:

عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال ...... وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله وتقیم الصلوٰة وتوتی الزکوٰة وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلاً۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۲، مسلم ج ۱ ص ۲۹ مشکوٰۃ ص ۱۱ واللفظ لہ)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اسلام کے متعلق بتلایئے، آپ نے فرمایا کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم رکھے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور اگر تجھے طاقت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرے۔

جنت میں لے جانے والے اعمال:

عن ابی هریرة قال اتی اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال دلّنی علی عمل اذا عملته دخلت الجنة قال تعبد الله ولا تشرك به شیئًا وتقیم الصلوٰة المکتوبة وتؤدّی الزکوٰة المفروضة و تصوم رمضان قال و الذی نفسی بیدہٖ لا ازید علی هذا شیئًا ولا انقص منه فلما ولّی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرّہٗ ان ینظر الی رجل من اهل الجنّة فلینظر الی هذا۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۱ مشکوٰۃ ۱۲ واللفظ لہٗ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتلایئے کہ میں اس پر عمل پیرا ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں؟

آپ نے فرمایا: تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض نماز ادا کر، فرض زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ اس نے کہا قسم بخدا! میں اس پر اضافہ کروں گا اور نہ کمی، جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا جو جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اسے دیکھ لے۔

⁂...... ایسے ہی نجد کے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواباً دن رات میں پانچ نمازیں، ماہِ رمضان کے روزے، زکوٰۃ اوران نفلی اعمال ارشاد فرمائے واپس جاتے ہوئے اس نے کہا کہ میں ان پر اضافہ اور کمی نہیں کروں گا تو آپ نے فرمایا:

افلح الرجل ان صدق۔

اگراس نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہوگا۔

(بخاری ج۱ص۱۲، ۱۱مسلم ج۱ص۳۰ مشکوٰۃ ص۱۳)

اللہ عزوجل پرایمان لانے کا مطلب:

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال ان وفد عبد القیس لما اتووا النبی ﷺ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القوم اومن الوفد قالوا (ربیعة قال مرحبا بالقوم اوبالوفد...... امرھم بالایمان باللہ وحدہ قال اتدرون ماالایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہٗ اعلم قال شھادة ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وصیام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس۔ (بخاری ج۱ص۱۳، مسلم ج۱ص۳۳ مشکوٰۃ ۱۳ واللفظ لہٗ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جب عبدالقیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا، تو آپ نے انہیں اللہ وحدہ پر ایمان رکھنے کا حکم دیا، آپ نے فرمایا: جانتے ہو اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ ورسول بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اسکا مطلب یہ ہے کہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم رکھنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو۔

جنت میں لے جانے والا اور دوزخ سے بچانے والا عمل:

عن معاذ قال قلت یا رسول الله اخبرنی بعمل یدخلنی الجنة ویباعدنی من النار قال لقد سألت عن امر عظیم وانه لیسیر علی من یسره الله تعالٰی علیه تعبد الله ولا تشرک به شیئًا وتقیم الصلوٰة وتؤتی الزکوٰة وتصوم رمضان وتحج البیت ...... الحدیث۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱، ترمذی ج ۲ ص ۱۸۶، ابن ماجہ ص ۲۹۴ مشکوٰۃ ۱۴ واللفظ لہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے، آپ نے فرمایا: تو نے ایک بڑے (مشکل) کام کے متعلق پوچھا ہے اور یہ اسی پر آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کیساتھ شریک نہ بناؤ، نماز قائم رکھو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔

بخشش کا ذریعہ:

عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من لقی الله لا یشرک به شیئًا و یصلی الخمس ویصوم رمضان غفرله ...... الحدیث۔

(مسند احمد، مشکوٰۃ ۱۶۲ واللفظ لہٗ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا جو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس نے کسی کو اس کا شریک نہ بنایا، پانچ نمازیں پڑھیں اور رمضان کے روزے رکھے تو اسے بخش دیا جائے گا۔

روزے فرض کیے گئے:

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان الله تبارك وتعالٰى فرض صيام رمضان عليكم و سننت لكم قيامهٗ فمن صامهٗ وقامهٗ ايمانا واحتسابا خرج من ذنوبه كيوم و لدته امّهٗ۔

(سنن نسائی ج۱ ص۳۰۸ واللفظ لہٗ، مسند احمد ج۱ ص ۱۹۱، ۱۹۵، شعب الایمان ج۷ ص۲۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے اور میں نے اسکا قیام (تراویح) تمہارے لیے سنت بنادیا تو جس نے اس کے روزے رکھے اور قیام کیا، ایمان اور ثواب کی نیت سے، وہ گناہوں سے یوں پاک ہو جائیگا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

❁...... عن سلمان الفارسی قال خطبنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ـــ یاایھا النّاس قد اظلّکم شھر عظیم شھر مبارك شھر فیه لیلة خیر من الف شھر جعل الله صیامهٗ فریضة۔

(مشکوٰۃ ص ۱۷۳ واللفظ لہ، صحیح ابن خذیمہ ج ۳ ص ۱۹۲، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۶)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے وہ برکت والا مہینہ ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں۔

❁...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک کی آمد پر خطبہ دیا اور فرمایا:

ان ھذا الشھر المبارک الذی فرض اللہ صیامہٗ ۔ (قیام اللیل ص ۱۵۲)

بے شک یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں۔

❁...... خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز تابعی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے انھوں نے عید الفطر کے دن خطبہ دیتے ہوئے حمد وثنا کے بعد فرمایا:

ان ھذا شھر فرض اللہ صیامہٗ ۔ (قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۲)

بے شک ماہِ رمضان کے روزے اللہ نے فرض کیے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے روزے ارکانِ اسلام میں سے ہیں، جنکا انکار آدمی کو اسلام سے نکال باہر کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں روزے کی فرضیت کو ماننے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁......❁......❁......❁......❁

ترک روزہ پر وعید

رمضان المبارک کے روزے ہر مقیم، عاقل، بالغ مرد وعورت مسلمان پر فرض ہیں، اسلام میں جن امور کو فرض کیا گیا ہے، ان کا انکار کفر اور جان بوجھ کر انہیں ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے، لہٰذا جو مسلمان بغیر کسی شرعی عذر کے رمضان المبارک کے روزے ترک کر دے وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جو کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔

❁...... اسی طرح قرآن پاک میں روزے فرض کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے:

لعلکم تتقون۔ (البقرۃ:۱۸۳)

یعنی تاکہ تمہیں تقویٰ و پرہیزگاری اور خشیت الٰہی حاصل ہو۔

تو جو لوگ روزوں کو فرض جان کر ان کو بجالاتے ہیں وہ اس انعام خداوندی کے حقدار قرار پاتے ہیں اور جو بدنصیب سستی، غفلت اور عدم توجہ سے انہیں ترک کر دیتے ہیں وہ تقویٰ و پرہیزگاری اور خوف خداوندی کے مقام ومرتبہ سے محروم ہو جاتے ہیں اور ان کا یہ عمل خدا کی ناراضگی اور اس کے غضب کا باعث بھی بنتا ہے۔

❁...... احادیث مبارکہ میں روزے کو اسلام کی ایک بنیاد قرار دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو! بخاری ج۱ص۶، مسلم ج۱ص۳۲، مشکوٰۃ ص۱۲ وغیرہ۔

تو روزہ چھوڑنے والے گویا اسلام کی ایک بنیاد کو مٹانے والے ہیں۔ العیاذ باللہ

❁...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے تو تین بار فرمایا آمین، آمین، آمین،

آپ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا..... یارسول اللہ (ﷺ)!......آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر آمین، آمین، آمین کہا ہے (اسکی وجہ کیا ہے؟) تو آپ نے فرمایا: بے شک جبریل میرے پاس آیا اور اس نے کہا:

من ادرك شهر رمضان فلم يغفر له فدخل النار فابعده الله قل آمين فقلت آمين۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۹۲، صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۷۷ واللفظ لہ، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۰۸)

یعنی جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور (اس کے روزے ترک کر دیئے) تو اس کی بخشش نہ ہوئی پھر وہ دوزخ میں داخل ہو گیا خدا اسے اپنی رحمت سے دور کر دے، آپ آمین کہیں! تو میں نے آمین کہی۔

نوٹ: اس روایت میں والدین کیساتھ حسن سلوک نہ کرنے والے اور حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک سن کر صلوٰۃ نہ پڑھنے والے کیلئے بھی لعنت و پھٹکار کی دعا کی گئی ہے۔ جس سے واضح ہے کہ ان امور کو ترک کرنے والا بھی رحمت خداوندی سے دور اور جہنم کا سزاوار ہے۔

......حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رغم انف رجل ذكرت عنده فلم يصل علي ورغم انف رجل دخل عليه رمضان ثم انسلخ قبل ان يغفر له ورغم انف رجل ادرك عنده ابواه

الکبر اوا حدھما فلم ید خلاہ الجنۃ ۔

(مشکوٰۃ ص ۸۶، واللفظ لہ، ترمذی ج ۲ ص ۱۹۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۰۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۴)

یعنی اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھے اور اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس نے ماہ رمضان پایا اور اس کی بخشش نہ ہوئی کہ وہ ختم ہو گیا اور ایسے شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے والدین یا دونوں میں ایک بڑھاپے کی حالت کو پہنچا اور وہ (اس کی بدسلوکی کی وجہ سے) اسے جنت میں داخل نہ کر سکے۔

ان دونوں روایتوں میں ایسے آدمی کیلئے دعائے ہلاکت کی گئی ہے، جو ماہِ رمضان کے روزے ترک کر دے اور اسکی رحمتوں اور برکتوں سے اپنا دامن خالی رکھے۔

- ...... ارکان اسلام کا انکار کر کے انہیں ترک کرنے والا مسلمان نہیں رہتا۔
- ...... جو انہیں ترک کرے گا اسکا فرض یا نفل قبول نہیں کیا جائیگا۔
- ...... روزے کو ضائع کرنے والا رسول خدا جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔
- ...... بعض حضرات بطور فیشن یا اپنی صحت کی حفاظت کی خاطر، اپنے نفس کی پیروی کرتے ہوئے رمضان المبارک کے فرض روزے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ لگاتار پورے ماہ کے روزے کون رکھے، ہم اس کے عوض میں سال کے دوران مختلف روزے رکھ کر حساب پورا کرلیں گے۔ جبکہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من افطر يومًا من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله وان صامهٗ۔

(ترمذی ج ۱ ص ۹۰، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۶، ابن ماجہ ص ۱۲۱، مشکوٰۃ ۱۷۷ واللفظ لہٗ)

جو شخص بغیر شرعی اجازت اور مرض کے رمضان المبارک کا ایک روزہ چھوڑ دے، تو زندگی بھر کے روزے اس کا بدل نہیں ہو سکتے، خواہ وہ ساری زندگی روزے رکھ لے۔

یعنی جو وہ فضیلت، جو ثواب، جو اجر اور جو بدلہ روزے کا ماہ رمضان المبارک میں ملتا ہے، وہ زندگی بھر کے روزوں سے حاصل نہیں ہوتا۔

❁...... رمضان المبارک قیامت کے روز روزہ دار کی شفاعت کرے گا۔

(مشکوٰۃ ص ۱۷۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۸۴)

اور ظاہر ہے کہ روزہ چھوڑنے والا اس شفاعت سے محروم ہو جائیگا۔

❁...... جو مسلمان پانچ نمازیں اور زکوٰۃ ادا کرے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اسکا قیام کرے وہ صدیقین اور شہداء میں سے ہوتا ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۶، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۱۸۴، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۳۴۰)

جبکہ نماز، زکوٰۃ روزے کا تارک ان کے زمرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔

روزہ کیسے فرض ہوا؟:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے:

ہیں روزے کی تین حالتیں بدلی گئی ہیں۔

①...... جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو ہر مہینہ میں تین روزے اور عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (البقرہ: ۱۸۳) نازل فرما کر رمضان کے روزے فرض کر دیئے۔

②...... ابتداء میں وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین (البقرہ: ۱۸۴) کے مطابق یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے اور فدیہ دے دے۔

پھر یہ آیت اتری فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ الآیہ (البقرہ: ۱۸۵) یعنی تم میں سے جو شخص رمضان کا مہینہ پائے تو وہ اسکے روزے ضرور رکھے، پس مقیم تندرست پر روزہ رکھنا ضروری ہو گیا، ہاں بیمار اور مسافر کو رخصت ملی، اور ایسا بوڑھا جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے بھی رخصت دی گئی۔

③...... ابتداء میں کھانا پینا اور عورتوں سے ہمبستری کرنا سونے سے پہلے پہلے جائز تھا، سونے کے بعد (خواہ رات ہی کو بیدار ہو) کھانا، پینا، اور جماع کرنا منع تھا، پھر صرمہ نامی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آیا کہ وہ دن بھر کام کاج کر کے تھکے ماندے رات کو گھر آئے، نماز عشاء ادا کی نیند کا غلبہ ہوا، اور سو گئے دوسرے دن کچھ کھائے پیئے بغیر روزہ رکھا تو حالت بہت نازک ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: تو سارا ماجرا عرض کیا: ...... اِدھر یہ واقعہ پیش آیا اور اُدھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سونے کے بعد بیوی سے جماع کر لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حسرت و پشیمانی کے ساتھ اعتراف جرم جس پر یہ آیت احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسآئکم سے ثم اتموا الصیام

الی اللیل (البقرہ،۱۸۷) تک نازل ہوئی اور مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور عمل تزویج کی اجازت مل گئی (مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۶، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۷، ۲۳۸، تفسیر جامع البیان، تفسیر طبری ج ۲ ص ۹۵، درمنثور ج ۱ ص ۳۹۱، ۳۹۲، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۴۷ کتاب الصلوٰۃ، باب، کیف الاذان، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۱)

اس روایت کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے:

ایام بیض:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً ایام بیض کے روزے رکھا کرتے تھے۔ ''ایام بیض'' کا معنی ہے سفیدی کے دن، اس سے مراد چاند کی تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں رات ہے۔ ان راتوں میں اول شب سے لے کر آخر رات تک چاند کی چاندنی اور اسکی چمک مکمل طور پر رہتی ہے اسلیے انہیں ''ایام بیض'' کہا جاتا ہے۔

ایام بیض کی دوسری وجہ:

غنیۃ الطالبین میں ایام بیض کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انہوں نے شجرہ ممنوعہ (جس درخت سے انہیں روکا گیا تھا) کو کھالیا تو انہیں زمین کی طرف اتار دیا گیا، زمین پر آنے کے بعد آپ کا جسم سیاہی مائل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرنے کے بعد انہیں جسم کو سفید کرنے کا طریقہ سکھایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ایام بیض یعنی ہر ماہ تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھیں۔ جب آپ نے یہ روزے رکھے تو آپکا جسم مقدس

سفید اور چمکدار ہو گیا۔ (الغنیہ ج ۲ ص ۱۶۵، باب فیما یجب علی المبتدی فی هذه الطریقة اولا)

✿......ایک اور روایت منقول ہے:

عبدالمالک بن ھارون نے بروایت عنزہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں:

میں دن کے درمیانی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ اس وقت اپنے حجرہ مبارکہ میں تھے، میں نے سلام عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب مرحمت فرمایا پھر فرمایا: علی! یہ جبرائیل علیہ السلام تجھے سلام کہہ رہے ہیں، میں نے عرض کیا حضور آپ پر بھی اور ان پر بھی سلام ہو!...... پھر آپ نے فرمایا: علی! قریب آؤ!...... پس میں آپ کے قریب ہوا، تو آپ نے فرمایا: اے علی!...... جبرائیل تجھے ہر ماہ تین روزے رکھنے کی ترغیب دے رہا ہے، جب تو ہر ماہ تین روزے رکھے گا تو پہلے روزے کے بدلے تیرے لیے دس ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا، دوسرے روزے کے بدلے تیس ہزار سال کی عبادت کا ثواب ملے گا اور تیسرے روزے کے بدلے میں ایک لاکھ سال کی عبادت کا اجر دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!

هذا الثواب لی خاصة ام للناس عامة؟

یہ ثواب خاص میرے لیے ہے یا ہر ایک کو یہ ثواب عطا کیا جائیگا۔

تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا علی یعطیك الله هذا الثواب ولمن یعمل یعملك بعدك۔

اے علی! یہ ثواب اللہ تعالیٰ تجھے بھی عطا فرمائیگا اور تیرے بعد جو تیرے جیسا عمل کرے گا اللہ اسے بھی یہ اجر عنایت فرمائے گا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کونسے سے تین دن ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ایام بیض (چاند کی) تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ۔

عنزہ کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہا جاتا ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو شدتِ دھوپ کی وجہ سے ان کا جسم سیاہی مائل ہو گیا، جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور پوچھا: اے آدم! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم سفید ہو جائے آپ نے فرمایا: ہاں، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: پھر آپ چاند کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھیں! جب آدم علیہ السلام نے تیرہ تاریخ کا روزہ رکھا تو آپ کے جسم مقدس کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا، جب چودہ تاریخ کا روزہ رکھا تو دو تہائی جسم چمکدار ہو گیا اور جب پندرہ تاریخ کا روزہ رکھا تو آپکا پورا جسم مبارک جگمگ جگمگ کرنے لگا، اس وجہ سے ان دنوں کو ایام بیض یعنی ''سفیدی کے دن'' کہا جاتا ہے۔

(الغنیہ ج ۲ ص ۴، ۳، ص ۵ ۷، ۴، ۷)

......اسی طرح حضرت ذر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایام بیض کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق پوچھا تھا، تو آپ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور درخت سے کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے آدم!......میرے پڑوس سے نیچے اتر جاؤ میری عزت وجلال کی قسم!......جو لغزش

کرتا ہے وہ میرے پڑوس میں نہیں رہتا، آپ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو سیاہی مائل جسم کیساتھ زمین پر اتار دیا گیا پس فرشتے رو دیئے اور چیخ و پکار کرنے لگے اور بارگاہِ رب العزت میں عرض گذر ہوئے: پروردگار! انہیں تو نے اپنے ہاتھ سے بنایا، اپنی جنت میں پورے اعزاز و اکرام سے بسایا اور فرشتوں سے انہیں سجدہ کرایا پھر تو نے صرف ایک خطا کے بدلے میں ان کی سفیدی کو سیاہی میں بدل دیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے آدم! اس تیرہویں تاریخ کا روزہ رکھو! انھوں نے روزہ رکھا تو ان کا جسم ایک تہائی تک سفید ہو گیا پھر وحی فرمائی کہ اس چودہویں تاریخ کا روزہ رکھو انہوں نے اسکا روزہ رکھا تو جسم پاک دو تہائی تک روشن ہو گیا اور پھر وحی آئی کہ اس پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھو! آپنے روزہ رکھا تو سارا جسم مبارک تابدار ہو گیا تو ان دنوں کو ایام بیض کا نام دے دیا گیا۔ (الغنیہ ج ۲ ص ۷۵)

نوٹ: سطور بالا میں حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش اور خطا کا ذکر ہوا ہے جس سے کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو اور نہ ہی اسے گناہ خیال کیا جائے کیونکہ گناہ ''ارادے اور نیت کیساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی'' کا نام ہے، جبکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت نسیان کی وجہ سے اس درخت سے کھایا تھا آپ کا ارادہ اور قصد نہ تھا جیسا کہ قرآن کریم میں واضح الفاظ میں موجود ہے فنسی ولم نجدلہ عزمًا۔ (طٰہٰ: ۱۱۵)

پس وہ بھول گئے اور ہم نے اس کام کیلئے ان کا ارادہ نہیں پایا۔

اور نسیان کی وجہ سے جو کام کیا جائے وہ گناہ نہیں ہوتا جیسا کہ روزے کی حالت میں کھانے والا گنہگار نہیں ہے بلکہ حدیث نبوی میں ہے کہ ایسے آدمی کو اللہ خود

کھلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو! بخاری ج۱ص ۲۵۹، مسلم ج۱ص ۳۶۴، مشکوٰۃ ۱۷۶۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کیساتھ یہ معاملہ فقط بطور امتحان تھا حدیث نبوی میں ہے کہ سب سے سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے۔ (ترمذی ج۲ص ۶۲)

ایام بیض کی فضیلت پر مزید احادیث:

ایام بیض کے روزے امت مسلمہ کیلئے مستحب اور کثیر اجر وثواب کا باعث ہیں...... چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں!

...... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلاث من کل شهر ورمضان الی رمضان فهذا صیام الدهر کله۔

(مسلم ج۱ص ۳۶۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

یعنی رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے سے پورا سال روزہ رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ابوذر جب تم (سال بھر کے روزوں کا ثواب حاصل کرنے کیلئے) مہینہ میں تین روزے رکھنا چاہو تو تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھو۔

(ترمذی ج۱ص ۹۵، نسائی ج۱ص ۳۲۹، مشکوٰۃ ص ۱۸۰)

...... حضرت ابن ملحان قیسی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے اور فرماتے ان روزوں سے پورے سال کے روزوں کا اجر

ملے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۳۲)

۞...... تین روزوں کا اجر دس گنا ملتا ہے جیسا کہ بخاری شریف (جلد اول صفحہ ۲۶۵) میں ہے تو ہر ماہ تین روزے رکھنے سے پورے ماہ کے روزوں کا اجر ملے گا اور جو شخص ہمیشہ یہ روزے رکھے گا اس کو تمام سال کے روزوں کا اجر ملے گا۔ جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی ہے۔

(ترمذی ج ا ص ۹۵، نسائی ج ا ص ۳۲۷، بخاری ج ا ص ۲۶۵، مسلم ج ا ص ۳۶۶)

عاشوراء کے روزوں کی فرضیت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ایام بیض کے روزوں پر ہمیشگی اختیار فرمائی ہے، بعد ازیں ان کی پابندی اٹھالی گئی اور آپ نے صوم عاشورا کو لازم کر دیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہودِ مدینہ کو دیکھا کہ وہ عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے تو آپ نے پوچھا یہ روزہ تم کیوں رکھتے ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ (ہمارے نزدیک) یہ بہت بڑی عظمت والا دن ہے۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کے حواریوں کو غرق کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا اس لیے ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

فانا احق بموسیٰ منکم فصامہٗ وامر بصیامہٖ۔

(بخاری ج ا ص ۲۶۸ واللفظ لہٗ، مسلم ج ا ص ۳۵۹، مشکوٰۃ ص ۱۸۰)

یعنی ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ حق رکھتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

فائدہ:

اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص کرم اور فضل ہو اس دن کو ہمیشہ کیلئے یادگار کے طور پر منانا سنت ہے۔ بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) نے اس دن کو عظمت و برکت والا دن سمجھ کر اس کی سالانہ یادگار منائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدعت سیۂ یا خلاف اسلام قرار نہ دیا۔ بلکہ خود بھی منایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی منانے کا حکم فرمایا...... معلوم ہوا کہ اسلام یادگاریں مٹانے نہیں آیا بلکہ انہیں قائم رکھنے آیا ہے۔

اب خود سوچیں جس دن (دس محرم) بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون اور اسکے لشکریوں سے نجات ملے تو اس لیے اس دن کو منانا درست ہے، تو جس دن بنی نوع انسان کو کفر و شرک، ظلم و ستم، جہنم اور ایمانی دشمن شیطان سے نجات ملی ہو، اس دن یعنی یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سالانہ یادگار منانا کس طرح بدعت، ناجائز اور غلط ہو سکتا ہے؟ لہٰذا اسے ناجائز اور خلاف اسلام کہنا سراسر نادانی ہے۔

نوٹ: امام سیوطی علیہ الرحمتہ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہی حدیث نقل کر کے یہ نکتہ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو! الحاوی للفتاوی ج ا ص ۱۹۷۔

تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''آؤ میلاد منائیں'' دیکھیں۔

۞...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورآء کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ

رکھنے کا حکم فرمایا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ!...... یہ ایسا دن ہے کہ جسکی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ نویں محرم کا (بھی) روزہ رکھوں گا۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۵۹، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نیک کام میں بھی یہود و نصاریٰ کی کلی مشابہت پسند نہیں فرماتے تھے، بلکہ آپ نے یہود و نصاریٰ کے عمل پر اضافہ کرتے ہوئے مزید ایک روزہ رکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ کسی نیک عمل کو فقط اس وجہ سے ترک نہیں کرنا چاہیے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے جزوی مشابہت رکھتا ہے انہوں نے اسکا آغاز کیا ہے، بلکہ اسمیں اضافہ کر کے ان کی مشابہت کو ختم کر دینا چاہیئے، تاکہ نہ نیک عمل چھوٹے اور نہ ہی ان کی کلی مشابہت ہو، اس واقعہ میں ان لوگوں کیلئے بھی مقام عبرت ہے، جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایصال ثواب یا دیگر امور خیر کو فقط اس لیئے قبول نہیں کرتے کہ وہ انکے گمان میں یہود و نصاریٰ سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں، ایسے حضرات کیلئے ان امور پر مزید بہتر اضافے کر کے غیر مسلمانوں سے عدم مشابہت کا سامان موجود ہے فافھم وتدبر

تو ہی ناداں چند کلیوں پہ قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیِ داماں بھی تھا

اس مضمون کی دیگر چند احادیث درج ذیل ہیں:

❁...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صوموه وصوموا قبلهٗ یوماً اوبعدہٗ یوماً۔

(مسند احمد ج ۱ص ۲۴۱، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ص ۲۹۰، شرح معانی الآثار ج ۱ص ۳۳۸، مسند الفردوس ج ۲ص ۳۹۳)

عاشورا کا روزہ رکھو اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ (بھی) رکھو۔

...... ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

صومو التاسع والعاشر وخالفوا الیهود۔(مرقاۃ ج ۴ص ۲۸۸)

نواور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔

صوم عاشورآء کا نسخ:

ابتداءً دس محرم کا روزہ لازم تھا، جب رمضان المبارک کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو ان کا وجوب ولزوم اور فرضیت منسوخ ہوگئی...... جیسا کہ درج ذیل روایات میں موجود ہے۔

...... حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان عاشورآء یصومهٗ اهل الجاهلیة فلما نزل رمضان قال من شآء صامهٗ ومن شآء لم یصمهٗ۔(بخاری ج ۲ص ۶۴۶)

یعنی اہل جاہلیت عاشورآء کا روزہ رکھا کرتے تھے، (اور مسلمانوں نے بھی رکھا) پس جب رمضان (کے روزوں کا حکم) نازل ہوا تو آپ نے فرمایا جو چاہے عاشورآء کا روزہ رکھ لے جو چاہے نہ رکھے۔

❁...... ایک مرتبہ (عاشورآء کے دن) حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ کھا پی رہے تھے، انہوں نے کہا، آج عاشورآء (دس محرم کا دن) ہے؟ (اور آپ کھا پی رہے ہیں؟) آپ نے فرمایا اس کے روزے ماہ رمضان المبارک سے قبل رکھنے لازم تھے، سو جب رمضان المبارک نازل ہوا تو پھر چھوڑ دیئے گئے، لہٰذا تم بھی قریب آؤ، اور کھاؤ۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۴۶)

❁...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورآء کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسکا روزہ رکھتے، آپ جب مدینہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے اسکا روزہ خود بھی رکھا اور اسکا روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا، پس جب رمضان المبارک نازل ہوا تو اس کے روزے فرض ہو گئے اور عاشورآء کے روزے (کی فرضیت کو) چھوڑ دیا گیا، لہٰذا جو چاہتا اس کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۴۷، ۶۴۶)

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ دس محرم کا روزہ فرض، واجب یا ضروری نہیں، صرف مستحب ہے، اگر کوئی نہ رکھے تو گناہ نہیں اور اگر رکھے تو ڈھیروں ثواب پائے گا۔

فائدہ:

یہی بات غیر مقلد مفتی ابو البرکات احمد نے فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۸۸ پر اور عبدالغفور اثری نے تحفۂ رمضان صفحہ ۱۲۸ پر نقل کی ہے۔

لہٰذا بعض وہابیوں کا اسکی مخالفت کرنا جہالت ہے۔

تفصیل ہماری کتاب "تحقیقی محاسبہ" میں دیکھیں۔

🌸...... ایک مقام پر آپ نے عاشورآء کے روزے کی فضیلت کو یوں بیان فرمایا ہے:

صیام یوم عاشورآء احتسب علی اللّٰہ ان یکفر السنة التی قبله۔

(مسلم ج ا ص ۳۶۷، مشکوٰۃ ص صفحہ ۱۷۹)

یعنی دسویں محرم کے روزے کے متعلق مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں گذشتہ سال کے گناہ معاف فرمادے گا۔

رمضان کے روزوں کی تین حالتیں

پہلی حالت:

جیسا کہ حدیث پاک میں بیان ہوا ہے کہ ابتداء میں جب ماہِ رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو اسمیں مسلمانوں کو اختیار دیا گیا کو جو روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو روزہ نہیں رکھنا چاہتا وہ اسکے بدلے میں ایک مسکین کا کھانا دے دے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ایاماً معدودات فمن کان منکم مریضا اوعلیٰ سفر فعدة من ایام اخر وعلی الذین یطیقونهٗ فدیة طعام مسکین فمن تطوّع خیرا فهو خیر لهٗ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ (البقرہ:۱۸۴)

یعنی گنتی کے چند دن ہیں، سو جو شخص تم میں بیمار ہو یا مسافر تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے، اور جو روزہ کی طاقت رکھتے ہیں (لیکن روزہ نہیں رکھتے) ان پر ایک مسکین کا کھانا، فدیہ دینا لازم ہے، پس جو اپنی طرف سے نیکی کرے تو یہ اسکے لیئے بہتر

ہے، اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لیئے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔

...... اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

وعلی الذین یطیقونہٗ فدیۃ طعام مسکین (جنہیں روزہ رکھنے کی طاقت ہے وہ روزہ نہ رکھنا چاہیں تو ایک مسکین کا کھانا فدیہ دے دیں) کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، اس حکم کو اس آیت نے منسوخ کر دیا ہے: شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدًی للناس وبینات من الھدٰی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضاً اوعلی سفر فعدۃ من ایام اخر (الی قولہٖ) تشکرون

(بخاری ج ا ص ۲۶۱)

یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جسمیں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کو ہدایت دینے والا، اور ہدایت کی روشن دلیلیں، اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا، سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو، وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا مسافر وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے، آخر آیت تشکرون تک۔

...... اسی طرح حضرت ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رمضان نازل ہوا اور صحابہ پر روزہ رکھنا دشوار ہوا، تو بعض صحابہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے تھے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے اور روزہ چھوڑ دیتے، انہیں اسکی اجازت دی گئی تھی، پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا، وان تصوموا خیر لکم، کہ روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے، تو انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۱)

⁕...... حضرت نافع سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فدیہ طعام مسکین، کو پڑھا اور فرمایا یہ منسوخ ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۱)

معلوم ہوا کہ پہلے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا، اور ہر مسلمان کو روزہ رکھنے کا حکم دے کر روزہ کو فرض عین کر دیا گیا۔

ہاں مریض (اسمیں حاملہ (حمل والی عورت)، اور مرضعہ (بچے کو دودھ پلانے والی) بھی شامل ہے)، اور مسافر کیلئے اب بھی روزہ مؤخر کرنے کی اجازت ہے۔

دوسری اور تیسری حالت:

ہر مسلمان پر روزہ فرض ہو جانے کیساتھ ساتھ یہ حکم بھی تھا کہ مغرب کے وقت روزہ افطار کر کے سونے تک کھانا پینا درست ہے، سونے کے بعد کھانا پینا اسی طرح ممنوع تھا جس طرح روزے کی حالت میں منع ہے اس لیئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر رات کے وقت افطاری سے قبل سو جاتے تو پھر کچھ کھائے پیئے بغیر دوسرے دن روزہ سے رہتے، حتیٰ کہ رات ہو جاتی۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۶)

اور ایسے ہی رمضان کی راتوں کو اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی حرام تھا جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند واقعات پیش آنے سے تخفیف پذیر ہوا۔

پہلا واقعہ:

اس حکم میں تخفیف کا سبب حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ بنا، ہوا یوں کہ حضرت صرمہ ایک بوڑھے شخص تھے، دن بھر زمین میں کھیتی باڑی

کرتے رہے، رات کو افطار کے وقت بیوی سے کہا کھانا لاؤ اس نے کہا میں گرم کر کے لاتی ہوں (ایک روایت میں ہے کہ میں تلاش کر کے لاتی ہوں) وہ کھانا گرم کرنے کیلئے گئی تو اتنی دیر میں ان کی آنکھ لگ گئی، کیونکہ سارا دن کام کاج کی وجہ سے سخت تھکاوٹ کا شکار ہو چکے تھے، اس لیے چار پائی پر لیٹتے ہی سو گئے۔ جب بیوی کھانا لے کر آئی تو دیکھا کہ آپ سو گئے ہیں تو بیوی نے کہا ہائے محرومی!...... اب ان کیلئے کھانا پینا ممنوع تھا، اس لیے اگلی صبح روزے کی حالت میں ہی کی، یعنی بغیر کھائے پیئے روزہ رکھ لیا۔ اب آدھا دن گذر جانے پر ان کی حالت نازک ہوگئی، بھوک اور پیاس کی شدت نے ان کی حالت کو غیر کر دیا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو وجہ دریافت کی تو انہوں نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۹۵، بخاری ج ۱ ص ۲۵۷، ۲۵۶ ملتقطاً، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۷، ترمذی ج ۲ ص ۱۲۱، سنن نسائی ج ۱ ص ۳۰۵، مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۵، صحیح ابن حبان برقم: ۳۴۶۰، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۰ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، درمنثور ج ۱ ص ۴۳۹)

دوسرا واقعہ:

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ یوں پیش آیا کہ وہ رات کو جب سونے کیلئے آمادہ ہوئے تو اپنی زوجہ کو عمل زوجیت کے لیے بلایا، اس نے کہا کہ میں سو چکی ہوں، انہوں نے گمان کیا کہ وہ بہانے بنا رہی ہے اور اس سے اپنی خواہش پوری کر لی، دونوں نے رات بسر کی (اور صبح کو یہ واقعہ بارگاہ رسالت میں پیش کر کے عفو کے طالب ہوئے) تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسآئکم هن لباس لکم وانتم لباس لهن علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فا لئٰن باشروهن وابتغوا ما کتب الله لکم وکلو اوشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الا سود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل۔ الآیه

(البقرہ:۱۸۷)

یعنی تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو، اللہ کو علم ہے کہ تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے تھے، سو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف فرمادیا، سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرلو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر کیا ہے، اسے طلب کرو اور کھاؤ، پیو، حتیٰ کہ فجر کا سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔

اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمانوں کو رمضان المبارک میں مغرب سے لے کر فجر تک کھانے پینے اور جماع کرنے کی عام اجازت مل گئی۔

(ملخصاً از جامع البیان ج ۲ ص ۹۵، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۰، ۴۵۱، درمنثور ج ۱ ص ۴۳۹، تفسیر مظہری، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۸۷)

نوٹ: بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۶۴۷ پر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی رمضان کی راتوں میں جماع کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

دعوت فکر:

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطاء کی وجہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر لیا تو قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے حکم خداوندی میں تخفیف ہوگئی اور لوگوں کو رمضان المبارک کی راتوں میں جماع کی اجازت مل گئی۔

جس سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہوگیا کہ عام لوگوں کی نیکیاں بھی صالحین کی لغزشوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ ہم ساری عمر کی نیکیاں، تہجد گزاریاں، شب زندہ داریاں اور آہ وزاریاں بارگاہ خداوندی میں پیش کر کے کسی ایک حکم کو منسوخ کرنے کی التجا کریں تو قطعاً ایسی التجا قبول نہ ہوگی۔ مگر مقربان باگاہ کی ایک لغزش سے حکم خداوندی بدل جاتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کی عزت افزائی، کرم فرمائی اور شان بندہ نوازی ہے، وہ اسی طرح ہی لوگوں پر اپنے خاص بندوں کی عظمت ورفعت واضح فرماتا ہے۔ تو کہنے دیا جائے کہ جب ہماری نیکیاں ان کی لغزشوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں تو ان کی نیکیوں کا عالم کیا ہوگا؟۔

سفید اور سیاہ دھاگے کی وضاحت:

آیت کریمہ میں حکم ہے کہ

''تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے''۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب فجر کا وقت داخل ہو جائے تو اس وقت تمہارے لیے

کھانا پینا ممنوع ہے، سفید دھاگے سے مراد فجر کی روشنی ہے...... لیکن ایک صحابی حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ایک سفید اور ایک سیاہ دھاگہ پکڑ کر اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیا اور انہیں دیکھتے جاتے اور کھانا کھاتے جاتے، ان کا خیال تھا کہ جب سفید اور سیاہ دھاگہ الگ الگ دکھائی دے گا تب تک کھانا پینا جائز ہے، لیکن وہ ممتاز نہ ہوئے اور حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کھانا پینا جاری رکھا، اتنی دیر میں بہت زیادہ روشنی ہوگئی تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!...... میں نے دونوں دھاگے اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیے تھے آپ نے فرمایا تب تو تیرا سرہانہ بڑا چوڑا ہے کہ تو نے سفید اور سیاہ دھاگے (یعنی دن اور رات) کو اس کے نیچے رکھ لیا تھا۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۷، ج ۲ ص ۶۴۷، مسلم ج ۱ ص ۳۴۹، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۱)

❁...... ایک روایت میں ہے:

فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى رؤى نواجذه۔

آپ ان کی بات سن کر اس قدر مسکرائے کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں دکھائی دینے لگیں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۰۰، در منثور ج ۱ ص ۴۴۴)

❁...... انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!...... سفید اور سیاہ دھاگے سے کیا مراد ہے، وہ دو دھاگے ہی تو ہیں؟...... آپ نے فرمایا!...... تیری گدی (پیشانی) بڑی عریض ہے کہ تو نے ان دونوں دھاگوں (یعنی دن رات کو ایک ہی وقت میں) دیکھ لیا ہے، اس سے (اصل) دھاگے مراد نہیں بلکہ اس کا مطلب رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۴۷)

یعنی جب تک رات کی تاریکی چھائی رہے تم کھا پی سکتے ہو اور جب صبح کی سفیدی نمودار ہونے لگے تو کھانا پینا چھوڑ دو۔

❁...... ایک روایت میں حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

آیت کریمہ و کلوا وشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اتاردی گئی، لیکن "من الفجر" کے الفاظ نازل نہ ہوئے تو لوگوں کا طریقہ کار یہ ہوا کہ وہ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں کیساتھ سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لیتے اور کھاتے پیتے رہتے، حتی کہ وہ دونوں ان کیلئے نمایاں ہو جاتے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد "من الفجر" کے الفاظ نازل کیے، جس سے انہیں علم ہو گیا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۷، ج ۲ ص ۶۴۸، مسلم ج ۱ ص ۳۴۹)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ روزہ اپنی موجودہ صورت میں یکبارگی نازل نہ ہوا تھا بلکہ اس کی حالتیں بدلتی رہی ہیں، احکام تبدیل ہوتے رہے ہیں طریقہ کار میں ردوبدل ہوتا رہا تا آنکہ روزہ اپنی کامل اور مکمل صورت کے ساتھ ہمیں نصیب ہوا۔ والحمد للہ علی ذالك۔

مقصدِ روزہ (تقویٰ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے.

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (البقرہ:۱۸۳)

یعنی اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے، تاکہ تمہیں تقویٰ حاصل ہوجائے۔

اس آیت میں روزوں کی غرض اوران کے مقصد کو بیان کیا گیا ہے۔

اولین مقصد:

روزے کا پہلا اور بنیادی مقصد تو حکم خداوندی اور اتباع نبوی کو بجالانا ہے۔ کیونکہ اھل محبت " **رضائے مولیٰ از همه اولیٰ** " کے قانون پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ انہیں کسی خارجی وجوہات کے درپے ہونے اور انہیں تلاش کرنے کی قطعاً حاجت نہیں ہوتی، ان کیلئے ہر عمل میں یہ سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے کہ اس عمل سے ان کا محبوب راضی ہوتا ہے اوراس کا وصل اور قرب نصیب ہوتا ہے۔ کچھ اسی طرح کا معاملہ روزہ کا بھی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

ابن آدم کے ہر عمل کو سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے سوائے روزہ کے،

قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ۔

(بخاری ج۱ص ۲۵۵، مسلم ج۱ص ۳۶۳ مشکوۃ ۱۷۳ واللفظ لہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دیتا ہوں۔

دوسرا مقصد:

جس کو قرآن نے بیان کیا ہے وہ ہے تقوی۔

حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ تمام عبادتوں کی جان ہے۔ کسی بھی عبادت کو دیکھا جائے تو وہاں تقوی ہی کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً......

❁...... عید قربان کے موقع پر بڑے بڑے قیمتی جانور خرید کر انہیں راہ مولا میں ذبح کر دیا جاتا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بارگاہ خداوندی میں ان جانوروں کا خون، گوشت، ہڈیاں یا بال وغیرہ پہنچتے ہیں؟......اور کیا صرف جانور کا خون بہا دینے سے قربانی کا مقصد حاصل ہو گیا؟......نہیں، نہیں، کیونکہ قرآن اپنی لافانی زبان سے اعلان کرتا ہے:

لن یںال الله لحومها ولاد مآئها ولکن ینالہ التقوٰی منکم (الحج:۳۷)

یعنی اللہ کو ان (جانوروں) کے گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتے بلکہ اسکی بارگاہ میں فقط تمہاری طرف سے تقوی پہنچتا ہے۔

معلوم ہوا کہ قربانی کی قبولیت کا دارومدار مسلمان کے تقوی پر ہے، جس آدمی کو یہ دولت نصیب ہوگئی، اسکی قربانی قبول ہے اور دوسرے کی مردود۔

❁...... اسی بات کو ایک مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے:

جب آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی قربانی مقبول ہو گئی اور دوسرے کی رد کر دی گئی، جسکی قربانی مردود ہوئی اس نے اپنے بھائی سے کہا:

لاقتلنك۔

میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔

دوسرے نے کہا تیری قربانی کے رد ہونے اور میری قربانی کے قبول ہونے میں میرا ذاتی کوئی دوش نہیں ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی قربانی کو قبول نہیں فرماتا۔

انما یتقبل اللہ من المتقین۔ (المآئدہ:۲۷)

وہ تو صرف تقویٰ والوں کی طرف سے قبول کرتا ہے۔

معلوم ہوا بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا درجہ فقط صاحبان تقویٰ و پرہیز گاری کو ہی ملتا ہے۔

❁...... اسی طرح حج بیت اللہ کیلئے انسان ایک خطیر رقم خرچ کرتا ہے، بیوی بچوں گھر بار اور وطن، دوستوں سے جدائی اس پر مستزاد...... معلوم ہوا کہ حج بیت اللہ کا مقصد فقط سیر و سیاحت اور تفریح و چہل قدمی نہیں ہے، قرآن پاک میں عازمین حج کو یہ تعلیم دی گئی ہے:

الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلارفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وما تفعلوا من خیر یعلمه اللہ وتزوّدوا فان خیر الزاد التقوی واتقون یٰاولی الالباب۔ (البقرہ:۱۹۷)

یعنی حج کے مہینے معروف ہیں پس جس شخص نے ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کر لیا تو وہ حج میں عورتوں سے جماع کی باتیں نہ کرے، نہ گناہ اور نہ جھگڑا کرے اور تم جو نیکی کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے اور زادراہ (سفر کا خرچ) تیار کر و اور

بہترین زادراہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

معلوم ہوا کہ حج کے سفر میں بھی بنیادی زادراہ تقویٰ ہی ہے۔

❁...... اسی طرح نماز اور زکوٰۃ کی علت غائی بھی تقویٰ وطہارت اور خوف خداوندی ہے جیسا کہ فرمایا:

ان الصلوٰة تنھٰی عن الفحشاء والمنکر ۔ (العنکبوت:۴۵)

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

یہ بے حیائیوں اور برائیوں سے رک جانا ہی تو اصل تقوی ہے۔

❁...... ایسے ہی زکوٰۃ اور صدقہ سے مال پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور تزکیہ نفس کا باعث ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا۔(التوبہ:۱۰۳)

تزکیہ نفس تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

❁...... ایک اور مقام پر واضح الفاظ میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ ہر عبادت کی غرض یہی تقوی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اعبدوا اللہ واتقوہ ۔ (العنکبوت:۱۶)

یعنی اللہ کی عبادت کرو اور تقوی اپناؤ۔

گویا عبادت الٰہی کے ذریعے انسان کو تقویٰ اور خشیت کا درجہ حاصل کرنا چاہیے۔

❁...... جب انسان کو دولت تقویٰ حاصل ہو جاتی ہے، تو اسے معیت خداوندی نصیب ہو جاتی ہے، اعلان خداوندی ہے:

ان اللہ مع الذین اتقوا۔ (النحل:۱۲۸)

بے شک اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔

روزہ، تقویٰ کا بہترین ذریعہ:

دیگر عبادات کے علاوہ روزہ حصول تقویٰ کا بہترین اور کارگر عمل ہے۔ انسان کو حقیقت تقویٰ سے آشنا کرانے کیلئے رمضان المبارک کے ایک مہینہ کے روزوں کو فرض کر دیا گیا۔ اور پھر جا بجا اس کو ناجائز، خلاف شرع اور بے ہودہ باتوں سے رکنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تاکہ مطلوب کا حصول آسان ہو سکے، جیسا کہ احادیث نبویہ میں گالی گلوچ، فحش گوئی وغیرہ سے منع کیا گیا ہے۔

❁...... حدیث نبوی ہے:

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابّہ احدا وقاتلہ فلیقل انی امرؤ صائم۔

(بخاری ج۱ص۲۵۵، مسلم ج۱ص۳۶۳، مشکوۃ ص۱۷۳واللفظ لہٗ)

جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو، تو گالی نہ دے، بری بات نہ کرے اگر کوئی دوسرا اسے گالی دے یا اس سے جھگڑنے کی کوشش کرے تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

ملاحظہ فرمائیں حصول تقویٰ کا کتنا بہترین گر سکھا دیا ہے۔

❁...... ایک روایت میں ہے:

جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا

جاتا ہے اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے، ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا، پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہے اے خیر چاہنے والے آگے بڑھ!......اور اے شر چاہنے والے رک جا!......اور اللہ تعالیٰ بہت کثیر لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے اور یہ عمل ہر رات ہوتا ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۸۶، ابن ماجہ ۱۲۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں برائی سے بچ کر تقویٰ کو حاصل کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

۞...... ایک حدیث میں ہے:

من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة فى ان يدع طعامه وشرابهٗ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۵، مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

جس آدمی نے جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

یعنی فقط کھانا پینا چھوڑ دینا روزہ کی حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل چیز کو ہر اس کام سے خود کو بچانا ہے جس سے بچنے کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

۞...... ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

اذا صمت فليصم سمعك وبصرك ولسانك ويدك و كل عضو منك

(درمنثور ج ۱ ص ۴۴۸، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۰۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۲۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۵۷)

جب تو روزہ رکھے تو تیری سماعت، تیری بصارت، تیری زبان، تیرے ہاتھ

اور تیرا ہر عضو روزہ دار ہونا چاہیے۔

یعنی روزے کا اثر سارے جسم پر ہونا چاہیے۔

❁...... اسی طرح ایک جوان نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ کیا وہ روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں۔ جبکہ بوڑھے آدمی کو آپ نے بیوی کے ساتھ بوس وکنار کرنے کی اجازت عنائت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو!

(ابوداؤد ج ا ص ۳۲۴، مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

اس اجازت اور ممانعت میں بھی تقویٰ کی جھلک ہی کارفرما ہے، کیونکہ بوڑھے آدمی کیلئے خود کو بوس وکنار تک محدود رکھنا درست ہے۔ جبکہ جوان آدمی کیلئے بوسہ تک ہی محدود رہنا مشکل امر ہے اس، لیے اسے بوسہ لینے سے روک دیا۔

کیونکہ خطرہ والی چیزوں سے بچنے کا نام ہی تقویٰ ہے۔

جیسا کہ دوسری روایت میں اسکی وضاحت موجود ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ شبہ (اور خطرہ) والی چیزیں ہیں، جس نے خود کو ان امور سے بچالیا، تو اس نے خود کو حرام سے بچالیا جو مشتبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں واقع ہو جائیگا۔ (بخاری ج ا ص ۱۳)

❁...... ایک اور مقام پر آپ نے روزہ دار کو روزے کی مقصدیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کم من صائم لیس له من صیامه الا الظمأ و کم من قائم لیس له من قیامه الا السهر۔

(دارمی ج ۲ ص ۳۹۰، ابن ماجہ ص ۱۲۲، مشکوٰۃ ۱۷۷ واللفظ لہ، المستدرک ج ۱ ص ۵۳۹)

کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزوں سے فقط پیاس ہی حاصل ہوتی ہے اور کتنے شب زندار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے قیام سے فقط بیداری ہی حاصل ہوتی ہے۔

یعنی صرف منہ باندھ لینے سے روزہ کی غرض پوری نہیں ہوتی، اس سے تو فقط بھوک اور پیاس ہی ملے گی، روزہ کی غرض وغایت اور مقصد کے حصول کیلئے خود کو تمام ممنوعات سے روکنا ضروری ہے۔

۞...... ایک روایت میں حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں:

دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز ادا کی، وہ روزہ دار تھے، جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ نے فرمایا:

تم اپنے وضو اور نماز کو لوٹاؤ اور روزہ کو جاری رکھو، لیکن اسکی دوسرے دن قضا کر لینا، انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے فلاں آدمی کی غیبت کی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱۵، شعب الایمان ج ۱۴ ص ۲۴۳)

ملاحظہ فرمائیں! حالتِ روزہ میں تقویٰ کا اثر اس قدر غالب ہونا چاہیے کہ کسی کی غیبت سے بھی خود کو بچانا چاہیے، ورنہ روزے کا ثواب ضائع ہو جائیگا۔

روزہ دار کے مشاغل:

موجودہ حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ روزہ دار روزہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بجائے یہاں بھی من مانی اور سینہ زوری پر اترے

ہوئے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ روزے کے اثرات نہ صرف ماہِ رمضان میں ہی بلکہ پورا سال نظر آئیں۔

لیکن افسوس کہ روزہ کا اثر تو ماہِ رمضان میں بھی بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر دکھائی دیتا ہے۔ لوگ اپنے روزے کے لمحات کو گذارنے کیلئے راہِ راست سے بھٹکے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

کوئی تاش اور شطرنج کھیل رہا ہے،

تو کوئی ٹی وی اور ڈش انٹینا کے سامنے حاضر باش ہے،

کوئی گانے سن رہا ہے،

تو کوئی گالی گلوچ میں مصروف ہے،

کوئی فحش گوئی میں مبتلا ہے،

تو کوئی بدکلامی میں،

اور کوئی چغلی اور غیبت کے مرض میں ملوث ہے،

پہلے کی طرح نمازیں بھی چھوڑ رہے ہیں،

داڑھیاں بھی منڈائی جا رہی ہیں،

اور گپیں بھی ہانک رہے ہیں،

بلکہ کئی روزہ دار تو اس قدر ''احتیاط'' کا دامن تھامے رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ روزے کی حالت میں بھی ''حقہ نوشی فرماتے'' ہیں۔

جبکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ

ہمارے ہاتھ میں شطرنج کے دانوں کی جگہ تسبیح کے دانے ہوتے،

ہمارے سامنے ڈش انٹینا اور ٹی وی کی بجائے قرآن کے پارے ہوتے،

گانوں کی بجائے ہم حمد و نعت، تلاوت و اسلامی بیانات سنتے،

فحش اور بے ہودہ گفتگو کی جگہ ہماری زبانوں پر کلمہ طیبہ، تسبیح و تہلیل اور استغفار جاری رہتا، اور اپنی آخرت کی فکر کرتے،

اپنا محاسبہ کرتے...... گناہوں کو یاد کر کے آہ و بکا کرتے......

حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالاتے،

فرائض کے علاوہ نوافل کا بھی اہتمام کرتے،

چہروں کو سنت مبارکہ کے نور سے پرنور کرتے،

تو ہمیں تسکین قلب حاصل ہوتی،

ہمارے کاموں میں برکت نازل ہوتی، ہم اسلام میں پختہ قدم ہوتے،

بارگاہ خداوندی اور بارگاہ نبوی میں سرخرو ہوتے،

ہمیں تقویٰ و طہارت مل جاتے،

جس سے ہمارے دونوں جہان سنور جاتے۔

اے کاش ایسا ہو جائے!

اللھم آمین! بجاہ نبیك الکریم الامین

والصلوٰۃ والسلام علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

نزول قرآن کا مہینہ

یہ ماہِ مبارک جہاں دیگر فضائل و برکات کا حامل ہے وہاں اسکی ایک عظیم فضیلت اور رفیع عظمت یہ بھی ہے کہ اس پرانوار مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید، فرقان حمید کو نازل فرمایا ہے۔ قرآن پاک میں ماہ رمضان المبارک کا تعارف بھی اسی حوالے سے کرایا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدٰی والفرقان۔ (البقرہ:۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے، جس میں قرآن اتارا گیا، لوگوں کی ہدایت کیلئے، اس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (حق و باطل کے درمیان) فرق کرنے والا۔

رمضان اور قرآن کی مناسبت:

رمضان اور قرآن کی آپس میں بہت زیادہ مناسبت ہے:

...... امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

رمضان کے مہینے میں نزول قرآن کی ابتداء اسی وجہ سے کی گئی کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور انوار الٰہیہ ہمیشہ متجلی اور منکشف رہتے ہیں، البتہ ارواح بشریہ میں ان انوار کے ظہور سے حجابات بشریہ مانع ہوتے ہیں اور حجابات بشریہ کے زوال کا سب سے قوی سبب روزہ ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کشف کے حصول کا سب سے قوی سبب روزہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر بنی آدم کے قلوب میں شیطان نہ گھومتے تو وہ آسمانوں کی نشانیوں کو دیکھ لیتے۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اور رمضان میں عظیم مناسبت ہے اس لیے نزول قرآن کی ابتداء کیلئے اس مہینہ کو خاص کیا گیا۔(التفسیر الکبیر ج ا ص ۱۲۱)

یعنی کلام الٰہی (قرآن مجید) کے انوار کے حصول کے لیے بشری حجابات کا اٹھنا ضروری ہے اور بشری حجابات کے زوال کیلئے روزہ مجرّب عمل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک میں قرآن کو نازل کیا، تا کہ مسلمان روزوں کے سبب حجابات کو دور کر کے میرے کلام کے انوار و تجلیات کو سمیٹ سکیں۔

❁...... امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ماہ رمضان المبارک تمام خیرات و برکات کا جامع ہے اور ہر خیر و برکت جو بھی ہے وہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف سے فیض پہنچا رہی ہے اور اس ذات کے شیونات کا نتیجہ ہے، کیونکہ جو شر و نقص بھی وجود میں آتا ہے اس کی ذات و صفات محدثہ کے منشاء سے ہے۔ ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك (النساء:۷۹) (جو بھی بھلائی تجھے پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جو بھی برائی تجھے پہنچتی ہے وہ تمہاری طرف سے ہوتی ہے) نص قاطع ہے۔پس اس ماہ مبارک کی تمام خیرات و برکات ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہیں۔جن کی جامع شان کلام ربانی ہے اور قرآن مجید اس شان جامع کی تمام حقیقت کا حاصل ہے، لہٰذا اس ماہ مبارک (رمضان) کو قرآن مجید کے ساتھ مناسبت کلی حاصل ہے، کیونکہ قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے اور یہ مہینہ جامع جمیع خیرات یعنی ان تمام نیکیوں کا جامع ہے، جو کہ ان کمالات کے نتائج و ثمرات ہیں اور یہی مناسبت اس ماہِ مبارک میں قرآن مجید کے نزول

کا باعث ہوئی۔ (دفتر اول مکتوب، ۱۶۲)

یعنی کلام ربانی ہونے کی بنا پر قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے، ان کمالات کے نتائج وثمرات کے طور پر جو نیکیاں معرض وجود میں آتی ہیں، ماہ رمضان ان تمام نیکیوں کا جامع ہے اس لیے قرآن کو رمضان المبارک کے مہینے میں نازل کیا گیا۔

...... رمضان اور قرآن کی ایک اور خاص مناسبت یہ ہے کہ حدیث پاک میں ان دونوں کو "شفیعانِ محشر" قرار دیا گیا ہے، ارشاد نبوی ملاحظہ ہو!

الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب انی منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعنی فیه ویقول القرآن منعته النوم باللیل فشفعنی فیه فیشفعان۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۶، مشکوٰۃ ۱۷۳ واللفظ لہ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۴، المستدرک ج ۲ ص ۱۱۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۸۴)

(ماہِ رمضان کے) روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے، روزے کہیں گے، پرودگار! ہم نے اسے کھانے، پینے اور خواہشات سے دن کے وقت روکے رکھا، لہٰذا تو اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما!......اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے باز رکھا، پس اس کے متعلق میری سفارش کو شرف بازیابی سے نواز، تو ان دونوں کی شفاعت قبول ہوگی۔

رمضان میں قرآن کا دور:

رمضان اور قرآن کی انہی مناسبتوں کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ اس ماہ

مبارک میں قرآن مجید کے دور کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے، جیسا کہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس و کان اجود مایکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل و کان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ۔ (بخاری ج ۱ ص ۳، ۴، ۲۵۵، ۴۵۷، ۵۰۲، ج ۲ ص ۷۴۸، ۸۹۱)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام اوقات سے بڑھ کر آپ رمضان میں زیادہ سخی ہو جاتے تھے، جبکہ جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے، حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آتے اور آپ کیساتھ قرآن کا دور کرتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔

❁...... آپ کی حیات طیبہ کے آخری سال ماہِ رمضان المبارک میں دو مرتبہ قرآن کا دور ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو!

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

اسرالیّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان جبریل یعارضنی بالقرآن کل سنۃ وانہ عارضنی العام مرتین ولا اراہ الا حضر اجلی۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۱۲، ج ۲ ص ۷۴۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ راز بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ (ایک بار) قرآن کا دور کرتے تھے اور اس سال اس نے دو بار دور کیا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔

…… ایسے ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

کان یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن کل عام مرۃ فعرض علیہ مرتین فی العام الذی قبض ۔(بخاری ج۲ص ۷۴۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا جاتا تھا لیکن جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال دو مرتبہ دور کیا گیا۔

دو بار دور کی وجہ:

امام قسطلانی اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ آخری سال آپنے قرآن کا دور دو بار کیوں کیا؟ فرماتے ہیں:

اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے سال جب قرآن کا نزول ہوا، تو بعد میں وحی کا سلسلہ منقطع ہو جانے کی بناء پر آپ سال اول میں دور نہ فرما سکے، اس کے عوض میں آخری سال دو بار دور ہوا، تا کہ قرآن کے دور اور حیات نبوی کے سالوں میں مطابقت ہو جائے۔(حاشیہ بخاری ج۲ص ۷۴۸)

رمضان میں قرآن پڑھنے کی فضیلت:

ماہِ رمضان المبارک میں رحمت خداوندی چونکہ عروج پر ہوتی ہے، بدیں وجہ دیگر عبادات کے علاوہ تلاوتِ قرآن مجید کا ثواب واجر بھی پہلے سے بڑھ جاتا ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ماہِ رمضان المبارک میں خود قرآن کریم کا دور فرمایا، بلکہ اپنے اس عمل سے امت کو بھی تلاوت قرآن کی ترغیب دلائی ہے۔

…… وہ حدیث پاک جس میں قرآن اور روزوں کو شفیع سفارشی کہا گیا ہے، اس سے

بھی روزے کی حالت میں، تلاوت قرآن کی فضیلت واضح ہوتی ہے کہ دن کو حالت صیام میں رہے اور رات کو تلاوت قرآن کرے، (خواہ نماز تراویح وتہجد میں ہی ہو) تو قرآن اور رمضان اسکی شفاعت کریں گے۔

❁...... یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کثرت کیساتھ ماہِ رمضان میں ختم قرآن کا اہتمام کرتی ہے، نماز تراویح میں اور دیگر مواقع پر بھی، حدیث پاک میں ہے:

❁...... قرآن مجید کو توجہ سے سننے والے کو دوہرا اجر ملتا ہے اور جو قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو قیامت کے دن یہ تلاوت اس کیلئے نور ہوگی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۱، تفسیر در منثور ج ۳ ص ۵۷۵)

اندازہ کیجئے !ماہ رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا ثواب کس قدر بڑھ جاتا ہوگا۔

تلاوت قرآن کے دیگر فضائل:

یہاں پر تلاوت قرآن کی فضیلت پر ضمناً چند آیات بیّنات اور احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ اہل ایمان کے ذوق کو تازگی، روح کو بالیدگی اور قلوب کو آسودگی حاصل ہو، اور تلاوت قرآن مجید کی کشش میں مزید اضافہ کا باعث ہوجائے۔

①...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وننزل من القرآن ماھو شفآء ورحمۃ للمؤمنین ۔(الاسراء:۸۲)

اور ہم نے قرآن نازل کیا ہے جو کہ مومنوں کیلئے شفاعت اور رحمت (کا ذریعہ) ہے

②...... مزید فرمایا:

یٰا یھا الناس قد جآء تکم موعظة من ربکم وشفآء لما فی الصدور وھدًی ورحمة للمؤمنین ۔(یونس:۵۸)

اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی دلوں میں موجود امراض کیلئے شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت۔

معلوم ہوا کہ قرآن اہل ایمان کیلئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ اور نسخہ شفا بن کر آیا ہے۔

③...... تلاوت قرآن کے وقت سکون اور رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اس کے گھر میں ایک جانور تھا اچانک وہ جانور بدکنے لگا، اس نے دیکھا کہ ایک بادل نے اسکو ڈھانپا ہوا ہے۔ اس شخص نے نبی کریم ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے شخص پڑھتے رہو!...... یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔

(مسلم ج ۱ ص ۲۶۹، مشکوٰۃ ص ۱۸۴، بخاری ج ۲ ص ۷۴۹)

④...... اگر قرآن پڑھنے والا پورے ذوق وشوق اور درد وسوز کے ساتھ قرآن پڑھے تو فرشتے بھی اسکی تلاوت کو سننے کیلئے اتر آتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہت خوش الحانی کیساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا کہ اس وقت میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور میرا بیٹا یحیٰ میرے قریب لیٹا ہوا تھا وہ اس وقت کم سن بچہ تھا، اچانک گھوڑا اچھلنے لگا، میں رک گیا، مجھے اس وقت صرف اپنے بیٹے کے متعلق پریشانی تھی (کہ کہیں گھوڑا بچے کو کچل نہ ڈالے) پھر گھوڑا پرسکون ہو گیا اور میں نے دوبارہ سورت پڑھنی شروع کی،

گھوڑا پھر اچھلنے لگا، میں پھر رک گیا اور مجھے صرف اپنے بیٹے کی فکر تھی، میں نے پھر پڑھنا شروع کیا اور گھوڑنے نے بھی اچھلنا شروع کر دیا۔ اچانک میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان میں سے ایک سائبان کی طرح کوئی چیز اتر رہی ہے، جس میں چراغ روشن ہیں، میں خوفزدہ ہو گیا اور صبح کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا، اے ابو یحیٰ تم پڑھتے رہتے! میں نے عرض کیا!...... یا رسول اللہ (ﷺ)!...... میں پڑھتا تو گھوڑا اچھلنے لگتا اور مجھے بیٹے کی فکر لاحق ہو جاتی، آپ نے فرمایا:

اے ابن حضیر پڑھو!...... میں نے پڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر سائبان کی مثل کوئی چیز تھی جس میں چراغ روشن تھے میں خوفزدہ ہو گیا، آپ نے فرمایا: یہ فرشتے ہیں جو تیری آواز کی وجہ سے قریب آئے ہیں، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے، تو لوگ ان کو دیکھ لیتے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۵۰، مسلم ج ۱ ص ۲۶۹، مشکوٰۃ ۱۸۴)

⑤...... قرآن مجید انسان کی جان و مال کا محافظ بھی ہے، جیسا کہ درج ذیل روایت سے ثابت ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظت کیلئے مامور فرمایا، پس اچانک ایک آنے والا آیا اور (دونوں چلوؤں سے) کھانا لینے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرور لے کر جاؤں گا، اس نے کہا میں محتاج ہوں مجھ پر بچوں کا بوجھ ہے اور سخت ضرورت بھی ہے، کہتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يااباهريرة مافعل اسيرك البارحة

ابو ہریرہ تیرے گذشتہ رات والے قیدی کا کیا بنا؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! اس نے سخت حاجت اور عیالداری کا شکوہ کیا تو مجھے رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا آپ نے فرمایا: نہیں، اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا، فرماتے ہیں: مجھے یقین ہوگیا، کہ آپ کے فرمان کے مطابق وہ ضرور آئیگا، پس میں اسکی گھات میں بیٹھ گیا، وہ آیا اور کھانے سے لپیں بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا، میں نے کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں حاجت منداور عیال دار ہوں، میں دوبارہ نہیں آؤں گا، سو مجھے رحم آگیا، میں نے اسے چھوڑ دیا، پس صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ابو ہریرہ تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! اس نے اپنی سخت حاجت اور عیالداری کی شکایت کی، تو مجھے رحم آگیا، میں نے اسے چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا اس نے تجھ سے جھوٹ کہا ہے اور وہ پھر آئیگا۔ پس میں پہچان گیا کہ آپ کے فرمان کے مطابق وہ ضرور آئیگا، تو میں اسکے انتظار میں بیٹھ گیا، وہ آیا اور کھانے کی مٹھیاں بھرنے لگا، میں نے اس کو پکڑا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرور لے کر جاؤں گا، آج یہ آخری بار ہے، تو کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آجاتا ہے، اس نے کہا، مجھے چھوڑ دو، میں تجھے ایسے کلمات بتاتا ہوں، جن سے تم کو نفع ہوگا، میں نے کہا وہ کونسے کلمات ہیں؟ اس نے کہا جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی (الله لا اله الا هو الحی القیوم آخر تک) پڑھنا، تو صبح تک اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اور صبح تک تمہارے پاس شیطان نہیں آئے گا۔ پس

میں نے اسے چھوڑ دیا، صبح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے چند کلمات بتاتا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ دے گا۔ آپ نے فرمایا وہ بات سچی کر گیا ہے، لیکن خود جھوٹا ہے، کیا تم جانتے ہو کہ تم تین رات کس سے بات کرتے رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

(بخاری ج ۲ ص ۷۴۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۱۱، مشکوٰۃ ۱۸۵)

فائدہ:

اس حدیث پاک سے درج ذیل فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں:

- ...... رسول اللہ ﷺ کو گذرے ہوئے اور ہونے والے امور کا علم ہے، تبھی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بتانے سے قبل ہی رات کے واقعہ کی خبر دی اور آئندہ ہونیوالے واقعہ کی بھی پیش گوئی فرمائی، لہٰذا آپ کو عالم ماکان ومایکون ماننا درست ہے، شرک نہیں۔
- ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، معلوم ہوا ان کا بھی عقیدہ یہی تھا۔
- ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت ہے کہ آپ نے شیطان پر غلبہ پالیا اور اس نے آپ کے آگے منت سماجت شروع کر دی۔
- ...... یہ بھی واضح ہوا کہ رحمانی طاقت شیطانی طاقت سے زیادہ قوی ہے۔ اولیاء کرام کے پاس رحمانی اور روحانی طاقت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے شیطانی طاقتوں پر

تسلط وغلبہ رکھتے ہیں، اور شیطانی طاقت کو ان پر کوئی تسلط نہیں۔ جس پر قرآن بھی گواہ ہے ملاحظہ ہو! سورۃ الحجر: ۴۲۔

⑥...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم سفر میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا:

تم میں سے کون چاہتا ہے کہ وہ صبح بطحان یا عقیق (مدینہ کی دو وادیاں جہاں جانوروں کی منڈی لگتی تھی) کی طرف جائے اور بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے دو بہت زیادہ چربی والی اونٹیناں لے آئے!...... تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم سے ہر کوئی یہ پسند کرتا ہے، تو آپ نے فرمایا: ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ تم سے کوئی ایک صبح مسجد میں جائے کہ وہاں قرآن کی دو آیتیں سیکھے تو اس کیلئے دو انٹیوں سے بہتر ہے اور اگر وہ تین آیتیں سیکھے یا پڑھے تو تین اونٹیوں سے بہتر ہے اور چار آیتیں چار اونٹیوں اور اتنے ہی اونٹوں سے بہتر ہیں۔ (مسلم ج اص ۲۷۰ مشکوٰۃ ص ۲۷۰)

⑦...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی آدمی چاہتا ہے کہ جب وہ گھر جائے تو وہاں تین حاملہ موٹی تازی اونٹنیاں پائے، ہم نے کہا بالکل تو آپ نے فرمایا تین آیات جو شخص نماز میں پڑھے گا تو یہ اس کے لیے تین موٹی تازی حاملہ اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ (مسلم ج اص ۲۷۰، مشکوٰۃ ۱۸۳)

⑧...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں قرآن پڑھنا نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے سے افضل ہے اور نماز کے علاوہ قرآن پڑھنا تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تکبیر (اللہ اکبر کہنا)

سے افضل ہے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۲۵۶، مشکوٰۃ ص ۱۸۸)

⑨...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن مجید کا ماہر ہو وہ معزز اور بزرگ فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہو اور وہ اٹک اٹک کر پڑھتا ہو تو اسکو دو گنا اجر ملتا ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۶۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۱۴)

⑩...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کیلئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا دس گنا اجر ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ "الم" ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵، مشکوٰۃ ۱۸۶)

⑪...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قرآن میں دیکھے بغیر تلاوت کرنے سے ایک ہزار درجہ ثواب ہے اور قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا اجر دو ہزار درجہ ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۸۸، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵، کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۶، شعب الایمان ص ج ۵ ص ۲۳۲)

⑫...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو پانی لگے تو وہ زنگ آلود ہو جاتا ہے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کی صفائی کا آلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کثرت کیساتھ موت کا ذکر اور قرآن کی تلاوت۔

(شعب الایمان ج۵ص ۲۶،مشکوۃ ۱۸۹)

⑬...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا:

اذا احب احد کم ان یحدث ربه فلیقرأ القرآن۔

جب تم میں سے کوئی اپنے رب سے باتیں کرنا چاہے تو وہ قرآن کی تلاوت کرے۔

(کنز العمال ج اص ۱۲۸،دوسرا نسخہ ج اص ۵۱۰،مسند الفردوس برقم:۱۱۹۵،

تاریخ بغداد ج ۷ص ۲۳۹،الجامع الصغیر:۱۳۰۶)

⑭...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

القرآن شافع مشفع......الحدیث۔

قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اسکی شفاعت قبول ہوگی۔اور اپنی بات منوانے والا،تصدیق یافتہ ہوگا۔(الترغیب والترہیب ج ۲ص ۳۴۹،درمنثور ج ۳ص ۳۵۰،مجمع الزوائد ج اص ۱۷۱،ج ۷ص ۱۶۴،تفسیر ابن کثیر ج اص ۸۷)

جوقرآن نہ پڑھے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس متکبر نے قرآن کو ترک کردیا،اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کردے گا،جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت کو تلاش کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں رہنے دے گا۔(ترمذی ج اص ۱۱۴،مشکوۃ ص ۱۸۶،داری ج ۲ص ۵۲۷)

......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح

ہے۔(ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵، مشکوٰۃ ۱۸۶)

❁...... حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی قرآن پڑھتا تھا پھر اسے بھول جائے (یعنی تلاوت کرنا چھوڑ دے یا اس کی تعلیمات کو بھلا دے اور قرآن کے حلال وحرام کو بھلا دے) وہ اللہ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۷، دارمی ج ۲ ص ۵۲۹، مشکوٰۃ ص ۱۹۱)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن پڑھیں جو بھول چکا ہے، اسکی معذرت کریں، اسے دوبارہ سیکھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

مسائل روزہ

روزہ ایک اہم اور بامقصد عبادت ہے، جس کی جزا بھی عظیم ہے۔ یہ فلاح دارین اور رضائے الٰہی کا موجب ہے۔ اور روزہ دار کے لئے یہ سب کچھ تب ممکن ہے، جب اسے شرعی حدود وقیود کی پابندی کے ساتھ پورا کیا جائے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک روزہ دار کو اسکے احکامات اور اوامر ونواہی سے پوری آگاہی نہ ہو تو وہ اسکے تقاضوں کو کس طرح پورا کر سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ روزے کے احکام ومسائل سے واقفیت حاصل کی جائے، چنانچہ مسائل روزہ مختصراً پیش خدمت ہیں۔

مسائلِ سحری:

سحری بھی بارگاہ خداوندی کا عظیم تحفہ ہے۔ یہ سعادت بھرے لمحے انسان کی روحانی بالیدگی اور باطنی پاکیزگی کا موجب ہیں۔ اس وقت کا ایک ایک لمحہ خیر وبرکت

کا ذریعہ ہے۔ اس کی برکت کو صرف ماہ رمضان المبارک کے ساتھ ہی خاص نہیں کیا گیا، بلکہ پورا سال اسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

تسحروا فان فی السحور برکۃ۔

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۷، مسلم ج ۱ ص ۳۰۵، مشکوٰۃ ص ۱۷۵، ابن ماجہ ص ۱۲۲)

...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کی برکات کو بیان کرتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا:

استعینوا بطعام السحر علی صیام النہار۔ (ابن ماجہ ص ۱۲۴)

دن کے روزے (کو پورا کرنے) کیلئے سحری کے کھانے سے مدد حاصل کرو۔

یعنی سحری کا کھانا روزے کی تکمیل کا بہترین معاون و مددگار ہے۔

...... اسلام نے مسلمانوں کو متعدد امتیازی نشانات سے نوازا ہے۔ سحری کا کھانا بھی انہی امور میں سے ایک انفرادی عمل ہے۔

...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فصل مابین صیامنا و صیام اھل الکتاب اکلۃ السحر۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۵۰، ترمذی ج ۱ ص ۸۹، مشکوٰۃ ص ۱۷۵، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۰)

ہمارے اور اہل کتاب کے (روزوں کے درمیان) فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔

...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سحری کا کھانا اتنا مبارک تھا کہ اگر آپ کھانا تناول فرما رہے ہوتے اور کوئی خادم حاضر خدمت ہو جاتا، تو آپ اسے بھی دعوت دیتے جیسا کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں دربار نبوی میں حاضر ہوا، آپ اس وقت سحری کا کھانا تناول فرما رہے تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا:

هلم الی الغذاء المبارك۔ (ابوداؤد ج ا ص ۳۲۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

آؤ برکت والے کھانے کی طرف۔

......سحری کھانے کیلئے کوئی بھی پاکیزہ اور حلال کھانا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس وقت کھجور میسر ہو تو ضرور استعمال کریں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

نعم سحور المؤمن التمر۔ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

مؤمن کی بہترین سحری کھجور ہے۔

...... ایک روایت میں ہے:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یستحب السحور ولوعلی جرعة من مآء۔ (مراسیل ابوداؤد ص ۸)

بے شک رسول اللہ ﷺ سحری کھانا پسند فرماتے تھے، اگرچہ پانی کے چند گھونٹ ہی ہوں۔

یاد رہے عام طریقہ کے مطابق سحری کھاتے وقت بھی بسم اللہ سے آغاز کریں اور معمول کے مطابق کھانا تناول کریں۔

سحری تاخیر سے کریں:

سحری کھانے میں تاخیر کریں، کیونکہ آخری وقت میں سحری کھانا پسندیدہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہی تھا کہ آپ فجر کی اذان کے قریب سحری سے فارغ ہوتے اور پھر نماز فجر کیلئے تشریف لے جاتے۔

حضرت انس، حضرت زید (رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں:

تسحرنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قمنا الی الصلوٰة قلت کم کان قدر ما بینهما قال خمسین آیة۔

(مسلم ج۱ص ۳۵، ابن ماجہ ص۱۲۳ واللفظ لہٗ)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ نماز کیلئے اٹھے میں نے پوچھا کہ دونوں کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا کہا ''کوئی'' پچاس آیات پڑھنے کے برابر یعنی آپ نے سحری کھائی تو اسی وقت اذان ہوگئی اور آپ نماز کیلئے چلے گئے نماز اور سحری کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ جتنی دیر میں قرآن پڑھنے والا پچاس آیتوں کی تلاوت کرتا ہے۔

❁...... اس حدیث کے ضمن میں امام نووی لکھتے ہیں:

فیه الحث علی تاخیر السحور الی قبیل الفجر۔

(نووی بر مسلم ج۱ص ۳۵۰)

اس حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ فجر (کی اذان) سے پہلے تک سحری کو مؤخر کرنا چاہیے۔

❁...... ایک اور مقام پر سحری میں تاخیر کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی تسمعوا اذان ابن مکتوم۔

(مسلم ج۱ص ۳۴۹)

بلال رات کو ہی اذان پڑھ دیتے ہیں، ان کی اذان تمہیں کھانے پینے سے نہ روکے، تم کھاؤ، پیو، جب تک عبداللہ بن ام مکتوم کی اذان نہ سن لو۔

یعنی نماز فجر کے وقت آنے سے پہلے تک کھانا پینا درست ہے اور اسے اس وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔

تنبیہ:

یاد رہے روزہ رکھنے والے حضرات اپنے اوقات کو درست رکھیں، خدانخواستہ اگر کسی وقت مسجد میں اذان وقت سے لیٹ ہو جائے، تو وہ بروقت کھانا، پینا، چھوڑ دیں۔ وقت ختم ہو جانے پر بھی کھاتے پیتے رہنا، روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ اس میں اذان لیٹ دینے والے کا قصور نہیں، بلکہ بے وقت کھانے، پینے والے کا اپنا ہی قصور ہے کیونکہ وہ اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

افطاری کی برکات:

افطاری کے لمحات رحمت خداوندی کے خصوصی انوار و برکات کے لمحات ہیں۔ اس وقت کرم کی برکھا خوب برستی ہے۔ صاحبانِ ذوق کو اس وقت جو سرور، جو لذت اور جو کیف محسوس ہوتا ہے، سارا سال ایسی سہانی گھڑیاں میسر نہیں آتیں۔

آقائے کائنات ﷺ افطاری کے لمحات کی اہمیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

للصائم فرحتان فرحة عند فطرہ وفرحة عند لقاء ربه۔

(بخاری ج ا ص ۲۵۵، مسلم ج ا ص ۳۶۳، مشکوٰۃ ص ۱۷۳ واللفظ لہٗ)

روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک افطاری کے وقت اور ایک اپنے رب

سے ملاقات کے وقت۔

افطاری میں جلدی کریں:

جس طرح سحری تاخیر سے کرنی چاہیے ایسے ہی جب سورج غروب ہو جائے، تو افطاری میں جلدی کرنا چاہیے۔

❁...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لایزال الناس بخیر ماعجلوا الفطر عجلوا الفطر فان الیہود یؤخرون۔

(ابن ماجہ ص ۱۲۳)

جب تک مسلمان افطاری میں جلدی کریں گے وہ بھلائی پر رہیں گے، افطاری میں جلدی کرو کیونکہ یہودی افطاری میں تاخیر کرتے ہیں۔

❁...... مزید ارشاد فرمایا:

قال اللہ تعالٰی احب عبادی الی اعجلھم فطراً۔

(ترمذی ج ۱ ص ۸۸، مشکوٰۃ ص ۱۷۵ واللفظ لہٗ)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں وہ لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں، جو افطاری میں جلدی کرتے ہیں۔

❁...... ایک حدیث پاک میں افطاری کا وقت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۲، مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۵ واللفظ لہٗ)

جب رات ادھر (مشرق) سے آجائے اور دن ادھر (مغرب) میں چلا جائے

اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔

افطاری کن اشیاء سے کریں:

سحری کے کھانے کی طرح ہر حلال اور پاکیزہ چیز سے افطاری کی جا سکتی ہے۔ لیکن بعض اشیاء ایسی ہی جنہیں سرکار دو عالم ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔ ان میں کھجور پانی اور دودھ ہے۔ ارشاد نبوی ہے

اذا افطر احد کم فلیفطر علی تمر فانه برکة فان لم یجد فلیفطر علی مآء فانه طهور۔

(ترمذی ج ۱ ص ۸۸، مشکوٰۃ ص ۱۷۵ واللفظ لہ، ابن ماجہ ص ۱۲۳، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۱)

جب تم میں سے کوئی افطاری کرنا چاہے تو کھجور سے افطاری کرے کیونکہ اس میں برکت ہے، اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطاری کر لے کیونکہ وہ طہارت و پاکیزگی کا سبب ہے۔

❁...... رسول اکرم ﷺ کا اپنا معمول مبارک بھی یہی تھا:

آپ نماز (مغرب) سے قبل تر کھجوروں سے افطاری فرماتے، اگر وہ نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں (چھوہاروں) سے افطار کرتے اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو پانی کے چند گھونٹ سے روزہ افطار فرما لیتے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۷۵، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۱، ترمذی ج ۱ ص ۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۴، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۷۷)

دعا کی قبولیت کی گھڑیاں:

افطاری کی گھڑیاں دعا کی قبولیت کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔اس لیے افطاری کے وقت دعا کو نہ بھولیں۔رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

ان للصائم عند فطرہ لدعوۃ ماترد ۔(ابن ماجہ ص ۱۲۶)

بے شک افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا کو رد نہیں کیا جاتا۔

لہٰذا روزے دار حضرات ان حسین لحات میں اپنے لیے، ملک وملت کیلئے اعزہ واقرباء کیلئے فلاح وکامیابی اور ترقی وعروج کی دعا مانگنا نہ بھولیں۔

افطاری کی دعائیں:

احادیث مبارکہ میں افطاری کے وقت کی دعائیں بھی بیان کی گئی ہیں۔
نبی کریم ﷺ افطاری کے وقت عموماً یہ دعائیں مانگا کرتے تھے۔

- ...... ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شآء اللہ ۔

(ابوداؤد ج ا ص ۳۲۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۵، دار قطنی ج ۲ ص ۸۵، المستدرک ج ا ص ۴۲۲)

ترجمہ: پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا، ان شآء اللہ۔

- ...... اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت ۔

(ابوداؤد ج ا ص ۳۲۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۳۹، مشکوٰۃ ج ا ص ۱۷۵، کنز العمال ج ۷ ص ۸۱)

اے اللہ! میں نے تیرے لیئے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کرتا ہوں۔

فائدہ:

افطاری کے موقع پر متعدد دعائیں منقول ہیں، ملاحظہ ہو!

①...... عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا أفطر یقول: اللهم لك صمنا وعلی رزقك افطرنا فتقبل منه انك أنت السمیع العلیم۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۲۸، درمنثور ج ۱ ص ۳۰۱، دارقطنی ج ۲ ص ۱۸۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

اللهم لك صمنا وعلی رزقك افطرنا فتقبل منه انك أنت السمیع العلیم۔

②...... عن انس بن مالك قال كان النبی صلی الله علیه وسلم اذا فطر قال: بسم الله اللهم لك صمت وعلی رزقلك افطرت۔

(المعجم الاوسط ج ۷ ص ۲۹۸، صغیر ج ۲ ص ۱۳۳، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۷۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

بسم الله اللهم لك صمت وعلی رزقلك افطرت۔

③...... وروی ابن ماجه (ج ۱ ص ۱۲۶) أن للصائم عند فطره دعوة لاترد وورد أنه علیه الصلوٰة والسلام کان یقول یا واسع المغفرة اغفرلی وأنه کان

یقول الحمد لله الذی أعاننی فصمت ورزقنی فأفطرت اہ وأما ما اشتہر علی الألسنة اللهم لك صمت وبك آمنت وعلی رزقك أفطرت فزیادة وبك آمنت لااصل لها وان کان معناها صحیحا وکذا زیادة علیك توکلت وبصوم غد نویت بل النیة باللسان من البدعة الحسنة۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الصوم الفصل الثانی ج٦ ص٣٠٤، دوسرا نسخہ ج٤ ص٢٥٨)

حضرت علامہ ملا قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ روزہ دار کی دعا افطار کے موقع پر رد نہیں ہوتی اور یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

یا واسع المغفرة اغفرلی وأنه کان یقول الحمد لله الذی أعاننی فصمت ورزقنی فأفطرت۔

اور وہ الفاظ جو لوگوں کی زبانوں پر ہیں:

"اللهم لك صمت وبك آمنت وعلی رزقك أفطرت"۔

اس میں وبك آمنت کا اضافہ بے اصل ہے۔ اگرچہ معنوی اعتبار سے صحیح ہے اور اسی طرح وعلیك توکلت اور وبصوم غد نویت کے جملے۔ بلکہ زبان سے نیت کرنا بھی اچھے نئے کاموں میں سے ہے۔

٤...... قال ابن ابی ملیکة سمعت عبدالله بن عمرو بن العاص یقول اذا أفطر اللهم انی اسألك برحمتك التی وسعت کل شیء ان تغفرلی۔

(ابن ماجہ ص١٢٦ باب فی الصائم لاترد دعوتہ، فضائل الاوقات للبیہقی ص٣٠٢)

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ عنہ سے

سنا جب وہ افطار کرتے تو یہ پڑھتے:

اللهم انی اسألك برحمتك التی وسعت كل شیء انت تغفرلی۔

◈...... اذا قرب الی احدكم طعام وهوصائم فليقل: بسم الله والحمدلله اللهم لك صمت وعلی رزقك أفطرت وعليك توكلت سبحانك وبحمدك تقبل منی انك انت السميع العليم۔

(جامع الاحادیث ج۳ص۴۲۲، أخرجہ الدارقطنی فی الأفراد کما فی أطراف ابن طاہر ج۲ص۳۶ برقم:۶۹۹، کنزالعمال ج۸ص۵۰۹)

جب تم میں سے کسی کے کھانے قریب کیا جائے اور وہ روزے دار ہو (افطاری کا موقع ہو) تو وہ یہ پڑھے:

بسم الله والحمدلله اللهم لك صمت وعلی رزقك أفطرت وعليك توكلت سبحانك وبحمدك تقبل منی انك انت السميع العليم۔

◈...... ان رسول الله صلی الله عليه وسلم كان اذا أفطر قال:الحمدلله الذی أعانني فصمت ورزقنی فأفطرت۔

(فضائل الاوقات للبیہقی ص۳۰۲، کنزالعمال ج۷ص۸۱)

بے شک رسول اللہ ﷺ جب افطار کرتے تو یہ کہتے:

الحمدلله الذی أعانني فصمت ورزقنی فأفطرت۔

❁...... ربیع بن خیثم بھی یہی دعا مانگا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۴۴)

◈...... وقال الشيخ زروق فی شرح القرطبية ويقول عند الفطر اللهم لك

صمت وعلی رزقك افطرت فاغفرلی ماقدمت وماأخرت۔

(مواہب الجلیل لشرح مختصر الخلیل ج۳ص۳۰۶،الشرح الکبیر للشیخ الدادیر ج۱ص۵۱۵،حاشیہ الصاوی علی شرح الصغیر ج۳ص۲۴۹)

الشیخ زروق نے شرح القرطبیہ میں بیان کیا کہ روزے دار افطاری کے موقع پر یہ پڑھے:

اللهم لك صمت وعلی رزقك افطرت فاغفرلی ماقدمت وماأخرت۔

دوسروں کی افطاری کرانا:

دوسرے روزہ داروں کی افطاری کرانے کا اجروثواب بھی بے شمار ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فطرفيه صائماً كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينتقص من اجره شيئاً۔

(شعب الایمان ج۷ص۲۱۶،مشکوٰۃ ص۱۷۴)

جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہوگا اور روزہ دار کے ثواب میں کمی کیئے بغیر اس کے برابر اسے بھی اجر ملے گا۔

...... ایک روایت میں ہے:

جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اسے گناہوں کی بخشش اور جہنم سے آزادی ملے گی اور روزہ دار کے برابر اجروثواب ملے گا، روزہ دار کے ثواب میں کمی نہ

ہوگی، یہ اجر اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا جو دودھ کے گھونٹ یا پانی کے گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرائے گا اور جو آدمی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے سیراب کرے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہ لگے گی۔

(مشکوٰۃ ص۱۷۴)

❁...... مزید ارشاد فرمایا:

جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا، اسے اس کے روزے کے برابر ثواب ہوگا اور روزہ رکھنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (ترمذی ج۱ ص۱۰۰)

❁...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کے ہاں افطاری کی اور فرمایا:

افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکة۔ (ابن ماجہ ۱۲۶)

روزہ داروں نے تمہارے ہاں افطاری کی اور نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے لیے رحمت کی دعائیں مانگیں۔

❁...... اگر کسی کے ہاں افطاری کریں تو یہ پڑھیں:

اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکة وافطر عندکم الصائمون۔

تمہارا کھانا نیک کھائیں اور فرشتے تم پر دعائے رحمت کریں اور روزے دار تمہارے ہاں افطاری کریں!۔

(مسند احمد ج۳ ص۱۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۱۰۰، مصنف عبدالرزاق ج۴ ص۳۱۱)

روزہ میں بھول کر کھالینا:

نماز فجر کے وقت کے داخل ہونے سے پہلے سے لے کر سورج غروب ہونے تک اگر کوئی معمولی چیز بھی کھا پی لی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ بھول کر کچھ کھا لینے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ۔ (بخاری ج ا ص ۲۵۹، مسلم ج ا ص ۳۶۴، مشکوٰۃ ص ۱۷۶ واللفظ لہٗ)

جس نے روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔

یاد رہے یہ حکم اس وقت ہے جب یاد آنے پر کھانا پینا چھوڑ دیا جائے۔ اگر یاد آنے پر بھی کھانا پینا جاری رکھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسواک کرنا:

روزے کی حالت میں مسواک کرنا درست ہے، خواہ دن کا ابتدائی حصہ ہو یا آخری حصہ، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالا احصی یتسوک وھو صائم۔

(بخاری ج ا ص ۲۵۹، ترمذی ج ا ص ۹۱، ابوداؤد ج ا ص ۳۲۲، مشکوٰۃ ص ۱۷۷ واللفظ لہٗ)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں متعدد بار مسواک کرتے دیکھا ہے۔

❀..... ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من خیر خصال الصائم السواك ۔(ابن ماجہ ص ۱۲۲)

روزہ دار کی بہترین عادتوں میں ایک عادت مسواک کرنا ہے۔

مسواک کرتے وقت اس چیز کی احتیاط ہو کہ کہیں پانی حلق سے نیچے نہ اترے یا مسواک کا کوئی ذرہ حلق تک نہ پہنچ جائے۔ اور روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ یا کوئی منجن وغیرہ استعمال نہ کریں، کیونکہ اس صورت میں اگر اسکا ذائقہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ہاں دانتوں کی صفائی کیلئے خالی برش استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

روزے کی حالت میں وضو کرتے وقت مبالغہ نہ کرے:

عام حالت میں وضو کے دوران کلی کرتے وقت خوب غرغرہ کرنا چاہیے یعنی حلق تک پانی پہنچانا ضروری ہے، لیکن روزے کی حالت میں کلی کرتے ہوئے مبالغہ نہ کرے اور نہ ہی ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔ حدیث نبوی ہے:

اسبغ الوضوء وخلل بین الاصابع وبالغ فی الاستنشاق الاان تکون صائماً۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۲، ترمذی ج ۱ ص ۹۷، مشکوٰۃ ص ۴۶ واللفظ لہ، نسائی ج ۱ ص ۵۷، ابن ماجہ ص ۱۴۲، مسند احمد ج ۴ ص ۳۳)

خوب اچھی طرح وضو کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی چڑھاتے وقت مبالغہ کرو، مگر جب تم روزے کی حالت میں ہو تو احتیاط کرو۔

سرمہ لگانا:

روزے دار کیلئے آنکھ میں ڈراپس ڈالنا یا کوئی دوائی لگانا جائز نہیں، کیونکہ آنکھ اور حلق کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اس لیے آنکھ میں لگائی گئی دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوتا ہے، جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ سرمہ لگانا جائز ہے، کیونکہ یہ سنت سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے روزے کی حالت میں خود بھی سرمہ استعمال فرمایا ہے

۱...... حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اکتحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو صائم۔

(ابن ماجہ ص ۱۲۲، المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۳۳۸، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۸ ص ۴۲۰)

رسول اللہ ﷺ نے روزے کی حالت میں سرمہ لگایا ہے۔

۲...... ایک صحابی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

اشتکیت عینیّ افاکتحل وانا صائم قال نعم۔

(ترمذی ج ۱ ص ۹۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۶ واللفظ لہ)

یارسول اللہ! میری آنکھ میں درد ہے کیا میں حالت روزہ میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں لگا سکتے ہو

۳...... عن انس بن مالک انہ کان یکتحل وھو صائم۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی روزے کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔

۴...... حضرت ابراہیم نخعی (تابعی) علیہ الرحمہ بھی روزے دار کو سرمہ لگانے کی

اجازت دیتے تھے۔ (ابوداؤد ج اص ۳۲۴)

﴿۵﴾...... امام اعمش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مارایت احدا من اصحابنا یکرہ الکحل للصائم۔

(ابوداؤد ج اص ۳۲۳)

ہمارے احباب میں سے کوئی بھی روزے کی حالت میں سرمہ لگانا مکروہ نہیں جانتا۔

کان میں دواڈالنا:

روزے کے دوران کان میں دواڈالنا درست ہے، اس سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ کان اور گلے کے درمیان رکاوٹ ہے، کان میں ڈالی ہوئی چیز کا تعلق حلق کے ساتھ نہیں ہوتا۔

ناک میں دواڈالنے کا حکم:

اگر روزے کی حالت میں ناک میں دواڈالی تو روزہ ٹوٹ جائیگا، کیونکہ ناک اور گلے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے، ناک میں ڈالی گئی دوا فوراً حلق میں پہنچ جاتی ہے۔ اس کا ذائقہ محسوس ہوتا ہے، اس لیے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

احتلام، حجامت اور قے کا حکم:

اگر روزہ دار سویا اور سوتے میں ہی اسے احتلام ہو گیا یا اس نے روزے کے دوران حجامت بنوائی (پچھنے لگائے) یا معدہ میں خرابی کے باعث، متلی آنے سے قے آگئی تو اس صورت میں روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

﴿۱﴾...... ارشاد نبوی ہے:

ثلاث لا یفطرن الصائم الحجامة والقیٔ والاحتلام۔

(ترمذی ج ا ص ۹۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۷)

یعنی تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا حجامت، قے اور احتلام۔

۲...... مزید ارشاد فرمایا:

من ذرعه القیٔ وهو صائم فلیس علیه قضاؤہٗ ومن استقاء عمدًا فلیقض۔

(ابوداؤد ج ا ص ۳۲۴، ترمذی ج ا ص ۹۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۶ واللفظ لہٗ)

جس پر قے کا غلبہ ہوا اور قے آ گئی تو وہ روزے کی قضا نہ کرے اور جس نے جان بوجھ کر قے کی وہ قضا کرے۔

یعنی اگر خود بخود قے آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر جان بوجھ کر قے کی تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسکی قضا لازم ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگر قے کا کوئی ذرہ نگل لیا جائے، تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

بیوی سے بوس و کنار:

روزے کے دوران شوہر اپنی بیوی کا بوسہ بھی لے سکتا ہے اور قریب لیٹ بھی سکتا ہے، لیکن چونکہ عام آدمی کیلئے اپنی شہوت پر قابو پانا دشوار ہوتا ہے، اس لیے خطرہ ہے کہ کہیں جماع نہ کر بیٹھے، جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم آتا ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے خود کو نفسانی خواہشات سے دور رکھے۔ بالخصوص جوان آدمی بوس و کنار سے بالکل بچے۔

۞...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرۃ للصائم فرخص لہ واتاہ أخر فسألہ فنہاہ فاذا الذی رخص لہ شیخ واذا الذی نہاہ شاب۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۴، مشکوٰۃ ص ۱۷۶ واللفظ لہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے روزے دار کیلئے مباشرت (بیوی کے پاس لیٹنے) کے متعلق پوچھا: تو آپ نے اسے اجازت دی اور ایک دوسرے آدمی نے اسی عمل کے متعلق عرض کیا: تو آپ نے اسے روکا، جسے آپ نے اجازت عنایت فرمائی وہ بوڑھا تھا اور جسے منع فرمایا وہ جوان تھا۔

چونکہ جوان آدمی کیلئے زیادہ خطرہ ہوتا ہے اس لیے آپ نے اسے منع فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل شان:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل ویباشر وھو صائم و کان املککم لاربہ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۸، مشکوٰۃ ص ۱۷۶ واللفظ لہ، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ بھی لیتے اور مباشرت بھی فرماتے تھے اور آپ، تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنے والے تھے۔

اگر جماع کر بیٹھے:

اگر روزے کی حالت میں کوئی جماع کر بیٹھے اور بیوی کی رضا بھی شامل ہو تو دونوں کا روزہ ختم اور کفارہ بھی لازم ہوگا اور اگر صرف مرد کی رضا تھی لیکن عورت کو مجبور کیا

گیا ہو، تو صرف مرد پر کفارہ لازم ہوگا، عورت پر نہ کفارہ ہے اور نہ ہی اسکا روزہ ٹوٹے گا۔

۞...... ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں روزے کے دوران بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:

هل تجد رقبة تعتقها قال لا قال فهل تستيطع ان تصوم شهرين متتا بعين قال لا قال فهل تجد اطعام ستين مكسينا قال لا الخ۔

(بخاری ج۱ص۲۵۹، ۲۵۴، ۲۶۰، ج۲ص ۸۰۸، ۸۹۸، ۹۱۰، ۹۹۴، ۱۰۰۸، صحیح مسلم ج۱ص۳۵۴، ۳۵۵، سنن دارمی ج۲ص۲۰، ۱۹ برقم ۱۷۱۶، سنن ابی داؤد ج۱ص ۳۲۵، مشکوۃ ص۱۷۶، ترمذی ج۱ص۹۱، ابن ماجہ ص۱۲۱)

یعنی کیا تو غلام آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تو دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہے؟ (تو انہیں کھانا کھلا دو) اس نے کہا نہیں۔

اس حدیث پاک میں روزے کا کفارہ ادا کرنے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱...... غلام آزاد کرنا (یہ آج کل ناممکن ہے)۔

۲...... ساٹھ دنوں کے روزے رکھنا۔

۳...... ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

۞...... ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

فکله انت وعلیك فقد کفر الله عنك۔

(دارقطنی ج اص ۲۵۱، نصب الرایہ ج ۲ص ۳۷۷)

خود کھاؤ اور اسے اپنے اہل خانہ کو کھلا دے۔ تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

گویا:

ع..... خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار:

اگر کوئی آدمی بھول کر جماع کرلے تو اس پر نہ کفارہ ہے اور نہ ہی روزے کی قضا:

قال الحسن ومجاهد ان جامع ناسیا فلا شئ علیه۔

(بخاری ج اص ۲۵۹)

امام حسن اور امام مجاہد نے کہا ہے کہ جسنے بھول کر جماع کیا اس پر کچھ بھی لازم نہیں۔

مسافر اور مریض کا حکم:

اسلام دین فطرت ہے، اس میں بے جا شدت اور سختی نہیں ہے۔ دیگر امور میں آسانی کی طرح اسلام نے روزہ کے سلسلہ میں مریض، مسافر اور حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) پر بھی تخفیف کی ہے۔

❁..... ارشاد قرآنی ہے:

ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر ۔(البقرہ:۱۸۵)

اور جو بیمار اور مسافر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔

اگر سفر میں دقت اور دشواری نہ ہو تو آدمی روزہ رکھ سکتا ہے ورنہ روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔

…… حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

اصوم فی السفر …… قال ان شئت فصم وان شئت فافطر۔

(بخاری ج ا ص ۲۶۰ مشکوٰۃ ص ۱۷۷، ابوداؤد ج ا ص ۳۲۷)

کیا میں سفر میں روزہ رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا۔

اگر تو چاہے تو روزہ رکھ لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

…… حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی مکۃ فی رمضان فصام حتی بلغ الکدید افطر فافطر الناس۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں سفر کیا، جب آپ کدید پر پہنچے تو آپ نے روزہ افطار کر لیا، (یعنی وقت سے پہلے ہی کھول لیا)۔ اور لوگوں نے بھی افطار کر لیا۔

حائضہ، حاملہ اور مرضعہ:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

کان یصیبنا ذالک فنومر بقضاء الصوم ولا نومر بقضاء الصلوٰۃ۔

(مسلم ج ا ص ۱۵۳، مشکوٰۃ ص ۱۷۸)

یعنی جب ہمیں حیض کا عارضہ لاحق ہوتا (تو ہم نماز اور روزہ بجانہ لاتی تھیں اور) ہمیں روزہ قضاء کرنے کا حکم دیا جاتا نماز قضاء کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔

یعنی حیض والی عورت نماز اور روزہ بجانہ لائے، جب مخصوص دن گذر جائیں تو وہ نماز قضاء نہ کرے گی، لیکن روزہ قضاء کرے۔

❁...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حاضت لم تصل ولم تصم ۔(بخاری ج ا ص ۴۴)

جب عورت کو حیض آئے تو وہ نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی۔

❁...... حدیث نبوی میں ہے:

ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی۔

(ابن ماجہ ص ۱۲۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۸، نسائی ج ا ص ۳۱۸، ترمذی ج ا ص ۸۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز کو معاف کر دیا ہے اور مسافر، دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو روزے کی رخصت عنایت فرمائی ہے۔

❁...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للحبلیٰ التی تخاف علی نفسها ان تفطر وللمرضع التی تخاف علی ولدها۔(ابن ماجہ ص ۱۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ عورت کو روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے، جب اسے اپنی جان کا خطرہ ہو اور دودھ پلانے والی کو بھی رخصت دی ہے جب اسے بچے کا اندیشہ ہو۔

چند دیگر مسائل:

روزے کے چند متفرق مسائل درج ذیل ہیں:

- ...... گرمی اور پیاس کی شدت دور کرنے کیلئے سر پر پانی ڈالنا یا ٹھنڈک حاصل کرنا درست ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۷)
- ...... کلی کے بعد پانی کا اثر اور ٹھنڈک نگل لینے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۷)
- ...... دائمی مریض روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دے۔
- ...... عورت کو روزے کی حالت میں حیض یا نفاس آ گیا تو روزہ ختم ہو جائے گا خواہ دن کے کسی حصے میں بھی آئے۔ عورت بعد میں روزے قضاء کرے گی۔
- ...... اگر کسی عورت کو ہمیشہ خون آتا ہو تو وہ حیض کے مخصوص دن نکال کر نماز، روزہ ادا کرے اور روزہ چھوڑنے کیلئے یہ کوئی عذر نہیں ہے۔
- ...... بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا منہ میں چبانا مکروہ ہے، اگر کوئی ذرہ حلق میں پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا ورنہ نہیں۔
- ...... اگر عورت کا خاوند بد مزاج ہو تو وہ سالن کا ذائقہ معلوم کرنے کیلئے زبان سے چکھ کر فوراً تھوک دے، اسکا روزہ برقرار رہے گا۔
- ...... اگر عورت کا بچہ بغیر چبائے روٹی وغیرہ نہیں کھا سکتا تو اسے چبا کر ٹکڑے کھلانا جائز ہے۔
- ...... سر یا جسم پر تیل ملنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۞...... حقہ، سگریٹ اور تمبا کو استعمال کرنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۞...... اگر حلق میں غبار، مکھی یا دھواں وغیرہ داخل ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۞...... دانتوں سے خون نکلا اور اس کو نگل گیا اگر وہ تھوک پر غالب تھا تو روزہ ٹوٹ گیا ، ورنہ نہیں۔

۞...... اگر رات سمجھ کر سحری کھا رہا تھا حالانکہ صبح ہو چکی تھی اسی طرح سورج کے متعلق خیال کیا کہ وہ غروب ہو چکا ہے اور روزہ کھول لیا، دونوں صورتوں میں روزہ ختم اور قضاء لازم ہو گئی۔

۞...... مشت زنی سے اگر انزال ہو گیا تو روزہ ختم ورنہ مکروہ ہے، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(ملخصاً درمختار علی ھامش ردالمختار ص ۱۰۷ تا ۱۱۴ جلد ۲)

مسائل کی مزید تفصیلات کیلئے، علمائے اہلسنّت سے رابطہ کریں یا بہار شریعت جلد اول پانچواں حصہ کا مطالعہ کریں۔

روزہ کی فضیلت وفرضیت

فرضیت:

اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح ماہِ رمضان المبارک کے روزے بھی مسلمانوں پر فرض کیے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (البقرہ:۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم متقی و پرہیز گار بن جاؤ۔

⁂...... دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فمن شهد منكم الشهر فليصمه۔ (البقرہ:۱۸۵)

پس تم میں سے جو کوئی (رمضان کا) مہینہ پائے تو اسے چاہیے کہ اس کے روزے رکھے۔

احادیث مبارکہ میں جا بجا ماہِ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کو بیان کیا گیا ہے، چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں!

⁂...... شعبان المعظم کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استقبال رمضان کے طور پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اسکے یہ الفاظ قابل غور ہیں!

يآايها الناس قد اظلكم شهر عظيم شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من الف شهر شهر جعل الله صيامه فريضة...... الحديث۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

لوگو! ایک عظمت و رفعت والا مہینہ تم پر سایہ فگن ہے وہ برکت و خیر والا مہینہ ہے وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں۔

⁂...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله تبارك وتعالىٰ فرض صيام رمضان عليكم ۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۵، سنن نسائی ج ۱ ص ۳۰۸، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۲۲)

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے تم پر فرض کیے ہیں۔

❁...... حضرت زید بن نعیم حضرمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اربع فرضهن الله فی الاسلام ...... الصلوٰة والزکوٰة وصیام رمضان وحج البیت۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۱، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۸۴)

چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں (کلمہ کے بعد) فرض کیا ہے نماز، زکوٰۃ، ماہ رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔

ماہِ رمضان کے روزے کس دور میں نازل ہوئے؟:

حقیقت سے ناواقف حضرات کے ذہنوں میں یہ بات ہے کہ شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس نمازیں اور ساتھ ہی چھ ماہ کے روزے عطا فرمائے تھے، جو کہ بعد میں پانچ نمازیں اور ایک ماہ کے روزے رہ گئے تھے۔ یہ ایک افسانہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

کیونکہ ماہ رمضان المبارک کے روزوں کا حکم، مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد، دوسرے سال ماہ شعبان المعظم میں، غزوہ بدر سے ایک ماہ پہلے نازل ہوا اور غزوہ بدر سترہ رمضان المبارک کو ہوا تھا (کتب سیر)

تو معلوم ہوا کہ روزوں کی فرضیت سترہ شعبان المعظم کو نازل ہوئی، واللہ اعلم۔

جس مہینے قبلہ تبدیل ہوا تھا اس سے اگلے ماہ روزوں کا حکم نازل ہوا۔

(مرقاۃ، اشعۃ اللمعات، وغیرہ)

فضیلت و برکت:

رمضان المبارک کے روزوں کی فضیلت و برکت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لعلکم تتقون۔ (البقرہ:۱۸۳)

یعنی رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے تمہیں تقویٰ اور پرہیز گاری ملے گی۔

﴿۱﴾...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ (بخاری ج۱ص۱۰، مشکوٰۃ ص۱۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ایمان اور ثواب کی نیت سے ماہِ رمضان کے روزے رکھے گا اس کے پہلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

﴿۲﴾...... ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

یا رسول اللہ ان شھدت ان لا الہ الا اللہ وانك رسول اللہ وصلیت الصلوات الخمس و ادیت الزکوۃ وصمت رمضان وقمتہٗ فممن انا؟ قال من الصدیقین والشھدآء۔

(صحیح ابن حبان ج۷ص۱۸۴، صحیح ابن خزیمہ ج۳ص۳۴۰، الترغیب والترہیب ج۲ص۱۰۶، درمنثور ج۸ص۶۰)

یا رسول اللہ! اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور زکوٰۃ ادا کروں اور ماہِ رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں

تو میں کن لوگوں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: صدیقوں اور شہیدوں سے۔

۳۔۔۔۔۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم وسننت لکم قیامہٗ فمن صامہ وقامہ ایمانا واحتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔

(ابن ماجہ ص ۹۵، نسائی ج ۱ ص ۳۰۸، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۲۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں نے اس کا قیام تمہارے لیے سنت مقرر کیا ہے، پس جس شخص نے ایمان اور ثواب کی نیت سے اس کے روزے رکھے اور اسکا قیام کیا تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

یعنی جس طرح اپنی ولادت کے وقت پاک وصاف تھا ایسے ایمان وثواب کی نیت سے روزے رکھنے کی وجہ سے گناہوں سے پاک اور صاف ہو جائے گا۔

۴۔۔۔۔۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صام رمضان وعرف حدودہ وتحفظ مما کان ینبغی لہ ان یتحفظ کفّر ماقبلہٗ۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۵۵ واللفظ لہ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۳۰۴، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۳۰، مسند ابو یعلی برقم: ۱۰۵۸)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز کی حفاظت ونگہداشت کرنا چاہیے تھی اسکی نگہبانی کی، تو اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

یعنی جو شخص روزے کے دوران ان تمام چیزوں سے بچتا رہا جن سے بچنا ضروری تھا اور روزے کے تقاضوں کو پورا کیا تو ان روزوں کی وجہ سے اس کے پہلے سارے گناہ معاف کیے جائیں گے۔

﴿۵﴾...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب منعتهٗ الطعام والشهوات بالنهار فشفعنی فیه ویقول القرآن منعته النوم باللیل فشفعنی فیه فیشفعان۔

(المستدرک ج ۲ ص ۱۱۱، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۵۵۴، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۴، مشکوٰۃ ص ۱۷۳، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزے اور قرآن بندے کیلئے سفارش کریں گے، روزے کہیں گے پروردگار! ہم نے اسے دن کے وقت کھانے اور شہوات سے باز رکھا، لہٰذا تو اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا پروردگار! میں نے اسے رات کو نیند سے دور رکھا لہٰذا تو اسکے حق میں میری سفارش قبول فرما، تو ان دونوں کی عرض قبول کی جائے گی۔

یعنی دونوں کی سفارش قبول فرما کر بندے کو جنتی ہونے کا حکم سنایا جائے گا۔

﴿۶﴾...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله کل عمل ابن أدم له الا الصیام فانه لی و انا اجزی به والصیام جنة واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابّه احدا وقاتله فلیقل انی امرأ صائم والذی نفس محمد بیده لخلوف فی الصائم اطیب عند الله من ریح المسك للصائم فرحتان یفرحهما اذا فطر فرح واذا لقی ربه فرح لصومه۔

(بخاری ج۱ص ۲۵۵، واللفظ لہ مسلم ج۱ص ۳۶۳، مشکوٰۃ ص۱۷۳، ابن ماجہ ص۱۱۹)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے تمام اعمال اس کیلئے ہیں مگر روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں اسکی جزاء دوں گا، روزہ (گناہوں اور نفسانی خواہشات سے بچنے کیلئے) ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ نہ جھگڑے اور نہ ہی برا کلام کرے، اگر اس سے کوئی بدکلامی کرے یا لڑائی کرنا چاہے، تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے!......روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، ایک جب افطاری کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور دوسری جب رب سے ملے گا تو اپنے روزے کی وجہ سے (اس کے انعام واکرام پر) خوش ہوگا۔

﴿۷﴾...... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ان فی الجنة بابا یقال له الریان یدخل منه الصائمون یوم القیامة لا یدخل منه احد غیرهم یقال این الصائمون فیقومون لا یدخل منه احد غیرهم فاذا دخلوا اغلق فلم یدخل منه

احد۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۴، واللفظ لہ مسلم ج ۱ ص ۳۶۴، ابن ماجہ ص ۱۱۹)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جسے "ریان" کہا جاتا ہے، قیامت کے دن روزے دار اس دروازے سے داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا، آواز دی جائے گی روزے دار کدھر ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے، اس دروازہ سے ان کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا، جب وہ اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور اس میں کوئی اور داخل نہ ہوگا۔

فائدہ:

واضح رہے کہ ریان، فعلان کے وزن پر ہے جس کا ماخذ ریٌّ ہے اس کا معنی ہے سیراب ہونا، ریان کا مطلب ہے، بہت زیادہ سیراب کرنے والا۔

چونکہ روزے داروں نے محض اللہ کی رضا کیلئے بھوک اور پیاس برداشت کی ہوگی اس لیے ان کیلئے ایک ایسا دروازہ مخصوص کیا گیا ہے، جو انہیں خوب سیراب کر دیگا ان کی بھوک اور پیاس کو یکسر مٹا دیگا اور وہ کبھی بھوکے اور پیاسے نہ ہوں گے۔

﴿۸﴾...... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، جبکہ رمضان آچکا تھا، آپ نے فرمایا:

اتاکم رمضان شهر برکة، یغشاکم الله فیه فینزل الرحمة ویحط فیه الخطایا ویستجیب فیه الدعاء ینظر الله تعالٰی الی تنافسکم فیه ویباهی بکم ملائکة، فاروا الله من انفسکم خیراً فان الشقی من حرم فیه رحمة الله عزوجل۔ (رواہ الطبرانی الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۹)

یعنی (لوگو!) تمہارے پاس برکت والا مہینہ آچکا ہے اس میں تم پر رحمت چھا جائے گی، پس تمہاری خطائیں معاف ہوں گی اور دعائیں قبول ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری نیکیوں کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرمائے گا، پس تم خدا کو اپنی طرف سے نیکیاں پیش کرو، سو بد بخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوا۔

﴿۹﴾...... حضرت ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا فدعت له بطعام فقال لھا کلی فقالت انی صائمة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الصائم اذا اکل عندہ صلّت علیه الملائکة حتی یفرغوا۔

(رواہ احمد ج۶ ص۳۶۵، ۴۶۹، و الترمذی ج۱ ص۹۷ و ابن ماجہ ص ۱۲۶ والدارمی ج۲ ص۲۸، مشکوٰۃ ص۱۸۱)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ کیلئے کھانا تیار کیا، آپ نے فرمایا تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کہا: میرا روزہ ہے تو رسول اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے تو لوگوں کے فارغ ہونے تک فرشتے اس پر نزول رحمت کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

نفلی روزوں کی فضیلت

روزہ فرضی ہو یا نفلی یہ جسم کی پاکیزگی، روح کی بالیدگی، بدن کی طہارت باطن کی نفاست، رضائے خداوندی، خوشنودیٔ مصطفوی، فلاح آخروی اور سعادت سرمدی کا

ذریعہ ووسیلہ ہے۔

...... ارشاد نبوی ہے:

لکل شی زکوٰۃ وزکوٰۃ الجسد الصوم۔

(ابن ماجہ ص ۱۲۶، مشکوۃ ص ۱۸۰)

ہر چیز کو کوئی چیز پاک کرتی ہے اور جسم کی طہارت روزہ سے ہے۔

...... حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد کیا کرو خود کفیل ہو جاؤ گے، روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے اور سفر کیا کرو غنی ہو جاؤ گے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۶)

...... حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ ایک ایسی ڈھال ہے جو بندے کو جہنم سے بچاتی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۸)

...... حضرت سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس طرح تم میں سے کسی کے پاس لڑائی میں بچاؤ کے لئے ڈھال ہوتی ہے اسی طرح روزہ جہنم سے تمہاری ڈھال ہے اور ہر ماہ تین دن روزے رکھنا بہترین روزے ہیں۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۳۰۱)

...... حضرت سیدنا کعب بن عجزہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے کعب بن عجزہ! جانے والے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو اپنی جان کو آزاد کرانے کے لئے جاتا ہے اور اسے آزاد کرا لیتا ہے

اور دوسرا وہ جو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: اے کعب بن عجزہ! نماز قرب کا ذریعہ ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسا کہ چٹان سے برف پھیل جاتی ہے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان ج ۷ ص ۲۴)

⁂...... حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے سے ٹیک لگائی اور ارشاد فرمایا: جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے کسی دن روزہ رکھے پھر اسی پر اس کا خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ کرے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند احمد ج ۹ ص ۹۰)

⁂...... حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک سمندری جہاد میں بھیجا، جب ایک اندھیری رات میں جب کشتی کے بادبان اٹھا دیئے گئے تو ہاتف غیب سے ایک آواز آئی، اے سفینہ والو! ٹھہرو میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر کیا لیا ہے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگر تم بتا سکتے ہو تو ضرور بتاؤ، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ جو شدید گرمی کے دن (روزہ رکھے) اللہ تعالیٰ اسے کیسے پیاسا رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے سخت پیاس والے دن (یعنی قیامت) میں سیراب کرے گا۔

امام ابو بکر عبد اللہ المعروف ابن ابی الدنیا کتاب الجوع میں فرماتے ہیں:

اس دن کے بعد حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خاص اس دن روزہ بھی رکھا کرتے کہ اتنی گرمی ہوتی کہ انسان اپنے فاضل کپڑے بھی گرمی کی وجہ سے اتارنے پر مجبور ہو جائے۔ (الترغیب والترہیب ج۲ص۵۱)

﴾...... ایک حدیث میں ہے:

الصیام جنۃ۔

(بخاری ج۱ص۲۵۵، مسلم ج۱ص۳۶۳ ۱۳۶۳ ابن ماجہ ص۱۱۹، مشکوٰۃ ص۱۷۳)

یعنی (نفسانی خواہشات اور گناہوں سے بچنے کیلئے) روزہ ڈھال ہے۔

﴾...... ایک مقام پر فرمایا:

ان خصاء امتی الصیام۔

(درمنثور ج۳ص۱۳۲، مجمع الزوائد ج۴ص۲۵۳، مشکوٰۃ ص۶۹، مسند احمد ص)

بے شک روزہ میری امت کیلئے خواہشات کو توڑنے والا ہے۔

یعنی روزہ نفسانی خواہشات مٹانے کیلئے ممد و معاون ہوتا ہے۔

﴾...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام یومًا فی سبیل اللہ بعّد اللہ وجھہ عن النار سبعین خریفاً۔

(بخاری ج۱ص۳۹۸، مسلم ج۱ص۳۶۴، مشکوٰۃ ص۱۷۹ واللفظ لہٗ، ابن ماجہ ص۱۲۴، ترمذی ج۱ص۱۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو آدمی اللہ کے راستے میں (رضائے الٰہی کیلئے) ایک دن کا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ستر سال کی مسافت کے برابر آگ سے

دور کر دے گا۔

اسی مضمون کی ایک روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام یومًا فی سبیل اللہ زحزح اللہ وجھہ عن النار سبعین خریفا۔ (ترمذی ج۱ص۱۹۶، ابن ماجہ ۱۲۴)

❁...... حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام یوماً فی سبیل اللہ جعل اللہ بینہ وبین النار خندقا کما بین السمآء والارض۔

(رواہ الترمذی ج۱ص۱۹۶، مشکوٰۃ ص۱۸۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے اللہ کی رضا کیلئے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان آسمان اور زمین کے برابر خندق بنا دے گا۔

❁...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ بن قیصر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من صام یومًا ابتغاء وجہ اللہ بعّدہ اللہ من جھنم کبعد غراب طائر وھو فرخ حتی مات ھرماً۔

(شعب الایمان ج۳ص۲۹۹، مسند احمد ج۲ص۵۲۶، المعجم الکبیر ج۷ ص۵۶، مشکوٰۃ ص۱۸۱، الترغیب والترہیب ج۲ص۸۴)

جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہوئے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اتنا دور فرما دیتا ہے، جتنا کہ ایک کوے کا بچہ اڑے اور اڑتے اڑتے بوڑھا ہو کر مر جائے۔

جس طرح اتنی طویل مدت میں ایک کوا بہت دور تک پہنچ جائے گا، ایسے ہی رضائے الٰہی کے حصول کیلئے صرف ایک دن کا روزہ رکھنے والا اس قدر جہنم سے دور ہو جائیگا۔

...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے ایک دن رضائے الٰہی کیلئے روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان آسمان اور زمین کے برابر خندق بنا دے گا۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۸۶، رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر باسناد حسن)

نفلی روزہ کی قضا:

واضح رہے کہ نفلی روزے کی نیت زوال سے قبل جب چاہے کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ اس وقت تک کوئی چیز کھائی پی نہ ہو۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۶۴، مشکوٰۃ ص ۱۸۱)

...... اگر نفلی روزہ پورا کرنے سے پہلے ہی افطار کر دیا تو بعد میں اس کی قضا دینا ہوگی۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۲، ۹۱، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۳، مشکوٰۃ ص ۱۸۱)

نفلی روزوں کا بیان

قارئین کی روحانی ضیافت کے لیے احادیث مبارکہ میں مذکور نفلی روزوں کا بیان پیش خدمت ہے، تاکہ اہل ذوق ان ایام میں روزے رکھ کر روحانی تسکین کا سامان کرسکیں۔

ایام بیض کے روزے:

ایام بیض چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو کہا جاتا ہے، بیض کا معنیٰ ہے سفیدی اور ایام دنوں کو کہتے ہیں، چونکہ چاند کی مذکورہ تاریخوں میں چاندنی از اول تا آخر مکمل رات ایک جیسی ہی رہتی ہے، اس لیے انہیں ایام بیض (سفیدی کے دن) کا نام دے دیا گیا ہے۔ (نووی بر مسلم ج۱ص۳۶۳)

اور ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے نیچے تشریف لائے تو آپ کا جسم سیاہی مائل ہو چکا تھا، حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے کہنے پر آپ نے ان تاریخوں کے روزے رکھے تو آپ کا جسم مبارک روشن اور سفید ہو گیا، اس لئے ان دنوں کو ایام بیض کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ ہر ماہ چاند کی ان تاریخوں میں روزے رکھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو!

① ...... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا اباذر اذاصمت من الشهر ثلاثة ایام فصم ثلث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة ۔

(ترمذی ج۱ص۹۵ نسائی ج۱ص۳۲۹، مشکوٰۃ ص۱۸۰ واللفظ لہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! جب تو مہینے میں تین دنوں کے روزے رکھنا چاہے تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھ۔

② ...... حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرنا بصيام ايام البيض

ثلاث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة ۔

(ابوداؤد ج ا ص ۳۳۲، نسائی ج ا ص ۳۲۹)

رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔

۳ ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اوصانی خلیلی صلی الله علیه وسلم بثلاث صیام ثلاثه ایام من کل شهر ورکعتی الضحٰی وان اوتر قبل ان انام ۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۶، ۱۵۷ مسلم ج ا ص ۲۵۰، ابوداؤد ج ا ص ۲۰۲، ترمذی ج ا ص ۹۵)

میرے خلیل (حضرت رسول کریم ﷺ) نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ہر مہینے تین دنوں (ایام بیض) کے روزے رکھوں، چاشت کی دو رکعت ادا کروں اور سونے سے قبل وتر پڑھ لوں۔

۴ ...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے حبیب ﷺ نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ہے، میں انہیں پوری زندگی ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ ہر ماہ تین روزے رکھنے، چاشت کی دو رکعت پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر ادا کرنے کی۔

(مسلم ج ا ص ۲۵۰، ابوداؤد ج ا ص ۲۰۳)

۵ ...... حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم ......صوم ثلاثة ایام من کل شهر صوم الدهر کله۔

(بخاری ج ا ص ۲۶۶، مسلم ج ا ص ۳۶۷، مشکوۃ ص ۱۷۹ واللفظ لہ)

ہر ماہ تین روزے رکھنا پورے سال کے روزوں کے برابر ہے۔

⑥...... حضرت معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا:

اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من کل شہر ثلاثۃ ایام قالت نعم فقلت من ای الشہر کان یصوم قالت لم یکن یبالی من ای ایام الشہر یصوم ۔

(مسلم ج ا ص ۳۶۷، ابوداؤد ج ا ص ۳۳۲، ترمذی ج ا ص ۹۵، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین دنوں کے روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا: آپ کس ماہ میں رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ کسی ماہ کیلئے خصوصی اہتمام نہیں کرتے تھے۔ (بلکہ ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے)

عاشورآء اور تاسوعاء کا روزہ:

عاشوراء دسویں تاریخ اور تاسوعاء نویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، اس سے مراد ماہ محرم الحرام کی نو اور دس تاریخ ہے، ابتداء اسلام میں دس محرم کا روزہ فرض تھا، جب رمضان المبارک کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو اسکی فرضیت منسوخ ہوگئی اور استحباب وجواز باقی رہا۔

①...... ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بصیام یوم عاشورآء فلما فرض رمضان کان من شآء صام و من شآء افطر ۔

(بخاری ج ۲ ص ۳۲۶۸ واللفظ لہ، مسلم ج ۱ ص ۳۵۸)

رسول اللہ ﷺ دس محرم کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے جب رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے تو پھر جو چاہتا روزہ رکھ لیتا جو چاہتا چھوڑ دیتا۔

اب قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے نویں دسویں یا دسویں گیارہویں محرم کا روزہ مستحب اور اجر عظیم کا موجب ہے۔ فرض، واجب نہیں

چند روایات درج ذیل ہیں:

۲ ...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

صام رسول الله صلى الله عليه وسلم عاشوراء وامر بصيامه۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۸، ۵۶۲، مسلم ج ۱ ص ۳۵۹، ابوداود، مشکوۃ ص ۱۷۸ واللفظ لہ)

بے شک رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کو روزہ رکھا اور اسکے رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔

۳ ...... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل ......عن صوم يوم عاشوراء فقال يكفر السنة الماضية ۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۶۸ واللفظ لہ، مشکوۃ ۱۷۹)

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں دس محرم کے روزے کے متعلق عرض کیا گیا (کہ اسکا ثواب کتنا ہے) تو آپ نے فرمایا اس سے گذشتہ سال کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

۴ ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لئن بقيت الى قابل لا صومن التاسع۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۵۹، مشکوۃ ص ۱۷۹ واللفظ لہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ (بھی)

ضرور رکھوں گا۔

۵ ...... ایک روایت میں آپ نے فرمایا:

صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیھود۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۲۸۸)

نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔

۶ ...... مزید ارشاد فرمایا:

صوموا قبلہ یومًا اوبعدہٗ یومًا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱)

دس محرم سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔

شوال کے چھ روزے:

ماہِ شوال میں چھ روزے بھی مسنون ہیں۔ یہ روزے عید الفطر کے فوراً بعد بھی رکھے جا سکتے ہیں اور پورے مہینے کے کسی دنوں میں بھی، اکٹھے بھی درست ہیں متفرق بھی، البتہ عید الفطر کے دن ان کا آغاز کر دینا ممنوع، مکروہ اور خلاف شرع ہے۔

ان چھ روزوں کی فضیلت درج ذیل ہے۔

۞ ...... حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہٗ ستًا من شوال کان کصیام الدھر۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۶۹، ترمذی ج ۱ ص ۹۴، ابوداؤد ص ۳۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۹ واللفظ لہٗ، ابن ماجہ ص ۱۲۴)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے پھر

اس کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھے تو یہ سال کے روزوں کے برابر ہے۔ یعنی اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

انہ قال من صام ستة ایام بعد الفطر کان تمام السنة من جآء بالحسنه فله عشر امثالها۔ (ابن ماجہ ص ۱۲۴)

آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے عید الفطر کے بعد چھ دنوں کے روزے رکھے اسے تمام سال روزے رکھنے کا ثواب ملے گا، کیونکہ جو ایک نیکی کرتا ہے اسے مزید دس ملتی ہیں۔

لہٰذا ماہِ رمضان کے روزے رکھنے سے دس ماہ کے روزوں کا اور شوال کے چھ دن روزے رکھنے سے دو ماہ (ساٹھ دنوں) کے روزوں کا ثواب ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا موقف اور وھابیوں کی خر دماغی:

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فقہ حنفی کی مقبولیت اور شہرت دوام کی وجہ سے غیر مقلد وھابی لوگ آئے دن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور فقہ حنفی کے خلاف اپنے دل کا غبار نکالتے رہتے ہیں، آئے دن کوئی نیا شوشہ چھوڑ کر لوگوں کو فقہ حنفی سے بیزار کرنا چاہتے ہیں، لیکن شاید نصرت خداوندی اور تائید ایزدی پر ان کا ایمان نہیں، اس لیے کہ

فانوس بن کر جسکی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیسے بجھے جسے روشن خدا کرے

مخالفین جس قدر زور وشور سے اسے مٹانا چاہتا ہے حنفی مسلک اس قدر ہی پھیل رہا ہے، ویسے بھی حق کو دبا دینے سے وہ کب دبتا ہے، خواہ دنیا اس سے روگردانی بھی کرلے۔ حق فرد واحد کے پاس ہو وہ حق ہی ہوتا ہے، خاص کر فتنوں کے زمانوں میں حق چند افراد تک محدود ہو کر رہ جائے گا، جہالت وبطالت کے بڑھ جانے سے، اھل حق کا کچھ نہیں بگڑتا، ارشاد خداوندی ہے:

لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبك كثرة الخبيث (المآئدہ:۱۰۰)

پاک اور ناپاک برابر نہیں ہوسکتے اگرچہ ناپاکوں کی کثرت تمہیں تعجب میں ہی کیوں نہ ڈالے۔

احادیث مبارکہ میں بھی قرب قیامت میں گمراہوں، بے دینوں اور بدمذہبوں کی کثرت ہونے کا ذکر ہے، اپنی روش پر چلتے ہوئے وھابی حضرات اس حوالے سے بھی لوگوں کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرتے ہیں کہ

''شوال کے چھ روزے امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ٹھہرے، لیکن امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ ان چھ روزوں کی بڑی فضیلت بیان فرما رہے ہیں، قارئین حضرات! فرمان رسول ﷺ بھی آپ کے سامنے ہے اور اس کے بالکل برعکس قولِ ابوحنیفہ بھی آپ نے پڑھ لیا ہے اب دیکھیں آپ کی غیرتِ ایمانی کا تقاضا کیا ہے؟

(تحفۂ رمضان ص ۱۲۵ از عبدالغفور اثری)

پہلی بات:

یہ ہے کہ ان عقل کے اندھوں، بصیرت سے محروموں اور فقہ حنفی کے جانی

دشمنوں کو اگر یہ قول مل گیا کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں اور اسے نقل کر کے لوگوں کی غیرت ایمانی سے کھیلنا شروع کر دیا۔ اگر ان کی غیرت ایمانی اور شرم وحیاء مردہ نہیں ہوئی تھی، تو امام صاحب کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کیوں لکھا اور پھر عوام الناس کو یہ بھی بتا دیتے کہ امام ابوحنیفہ اس قول میں منفرد نہیں، بلکہ امام مالک اور دیگر کئی اکابر علیہم الرحمۃ کا بھی یہی موقف ہے۔ ملاحظہ ہو! امام نووی لکھتے ہیں:

وقال مالك وابو حنيفة يكره ذلك قال مالك فی المؤطا مارايت احدا من اهل العلم يصومها۔ (نووی بر مسلم ج ۱ ص ۳۶۹)

یعنی امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ یہ روزے مکروہ ہیں اور امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں بیان کیا ہے کہ میں نے اہل علم میں سے کسی کو بھی یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اب بتایئے! اکیلے امام ابوحنیفہ کا کیا قصور ہے؟ امام مالک اور ان کے دور کے تمام اہل علم یہ روزے نہیں رکھتے تھے اور سنیئے!.......

امام مالک علیہ الرحمۃ کا یہ قول مؤطا امام مالک ص ۲۵۶ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی، باب جامع الصیام میں درج ذیل الفاظ سے موجود ہیں:

قال يحيٰى سمعت مالكا يقول فی صيام ستة ايام بعد الفطر من رمضان انه لم يرا احدا من اهل العلم والفقه يصومها ولم يبلغنی ذلك عن احد من السلف و ان اهل العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وان يلحق برمضان ماليس منه اهل الجهالة والجفاء لورأوا فی ذلك رخصة عنه اهل العلم

وراو ھم یعملون ذلک۔

یعنی امام مالک کے شاگرد یحییٰ نے کہا ہے کہ میں نے امام مالک سے سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ عید الفطر کے بعد چھ روزوں کے متعلق کسی بھی عالم اور فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ یہ روزے رکھتا ہو، اور نہ ہی اکابر (صحابہ و تابعین کرام) سے اس کے متعلق مجھے کوئی روایت پہنچی ہے، اہل علم انہیں مکروہ جانتے ہیں اور انہیں خدشہ تھا کہ کہیں یہ بدعت نہ ہوں، اور یہ کہ کہیں جہالت و جفا والے لوگ انہیں ماہِ رمضان سے ملا کر ان کی فرضیت کا گمان نہ کرلیں، لہٰذا اگر ہمارے بزرگ ان کے متعلق کوئی اجازت دیکھتے تو انہیں ضرور رکھتے، لیکن ان کے نزدیک ان روزوں کی کوئی اجازت نہیں۔

اب فرمایئے! اکیلے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا کیا جرم ہے؟ یہاں تو امام مالک اور دیگر اکابرین، صحابہ تابعین اور تبع تابعین بھی ان روزوں کو مکروہ، بدعت ناجائز اور ممنوع قرار دے رہے ہیں، لیکن اس نجدی شاطر نے بجائے ان لوگوں کے اس مؤقف کو بھی ظاہر کرنے کے اپنی غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کو بالکل ملیا میلٹ کرتے ہوئے بجائے حضرت امام مالک سے برأت کا اعلان کرنے کے، انہیں بڑے طمطراق سے اپنا امام تسلیم کرلیا ہے۔ دیکھئے یہ دریدہ دھن مصنف عبد الغفور اثری اپنی کتاب "ہم اہلحدیث کیوں ہیں؟"، کے ص ۴۶ پر لکھتا ہے "حضرت امام مالک اہلحدیث کے امام ہیں"۔

اب فیصلہ قارئین کے ہاتھ ہے، محض امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے بغض وعداوت کی بنا پر ان کا کوئی مستند قول کسی کتاب سے نقل کرکے لوگوں کو اشتعال دلانا، امام مالک اپنی تصنیف میں شوال کے چھ روزوں کی پرزور تردید کریں، تو انہیں اپنا امام گردانا

کیا غیرتِ ایمانی اور شرم وحیا سے عاری ہونے کی کھلی دلیل نہیں؟

کم از کم جو جواب امام مالک کے قول کا تھا وہی قول امام ابوحنیفہ کا سمجھ لیتے، لیکن اگر وھابی لوگ انصاف کا دامن تھام لیں تو وھابیت ونجدیت کا شعار وعلامت ختم ہو جائے، پھر انہیں گستاخِ رسول اور گستاخِ اولیاء کون کہے، پھر یہ اپنے اندرونی بغض وعداوت اور عناد وشقاوت کا اظہار کیسے کریں، محض مسائل میں اختلاف تو اکابر میں بھی تھا لیکن بزرگوں کی پگڑیاں اچھالنا، ان کی عزتوں سے کھیلنا، ان کی عظمتوں کا انکار کرنا تو وھابیوں کو ورثہ میں ملا ہوا ہے۔ اور اگر یوں کہہ لیا جائے کہ یہ چیزیں ان کی گھٹی میں شامل ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ وھابیوں کا شور وغوغا صرف فقہ حنفی اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے قلبی عداوت اور اندرونی منافقت کی وجہ سے ہے۔ اگر وہ سچے ہیں تو امام مالک، سلف صالحین اور دیگر اکابر پر بھی وہی فتویٰ چسپاں کریں جو حضرت امام ابوحنیفہ پر لگانے کی مزموم کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی اندرونی کیفیت دنیا پر واضح ہو جائے۔

دوسری بات:

یہ ہے کہ اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذکورہ قول درست بھی مان لیا جائے تو اسکا یہی مطلب ہوگا کہ جس طرح امام مالک اور دیگر اکابرین کو ان روزوں کی فضیلت کی کوئی روایت نہیں ملی، اس طرح حضرت امام صاحب تک بھی ان کی فضیلت کے متعلق کوئی حدیث نہیں پہنچی۔ اس لیے آپ نے دیگر بزرگوں کی طرح ان کی کراہیت کا قول کیا ہے، نہ یہ کہ آپ نے حدیث کو دیکھ کر اس کے مقابلے میں اپنا فتویٰ

دیا ہے۔ استغفر اللہ۔

یہ وھابیوں کی خام خیالی ہے، اگر آج کا غیر مقلد ملاں لوگوں کو یہ باور کراتا ہے کہ ہم حدیث کے خلاف عمل نہیں کر سکتے تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی عظیم ہستی سے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ حدیث کی موجودگی میں اس کی مخالفت کریں اگر غیر مقلدین میں دم خم ہے تو کوئی ایک حوالہ پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ امام صاحب نے حدیث کو دیکھ کر بھی اس کی مخالفت کی ہو۔ ھا تو ابرھابکم ان کنتم صادقین، واذلا فلعنة الله علی الکاذبین۔

اور یہ بات تو وھابیوں کے بڑوں کو بھی بالآخر لکھنا ہی پڑی کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ حدیث صحیح تو رہی ایک طرف حدیث ضعیف کے مقابلے میں بھی قیاس کرتے ہوئے اپنا فتویٰ نہیں دیتے تھے، بلکہ حدیث پر عمل کرتے تھے ملاحظہ ہو! فتاویٰ اہلحدیث ج اص ۱۳ از عبداللہ روپڑی، درس صحیح بخاری ۱۰۱ تا ۱۰۶ از حافظ محمد گوندلوی۔

لہٰذا وھابیوں کو اپنی اس مخالفانہ چال اور جارحانہ روش سے باز آجانا چاہیے۔ ورنہ قبر اور حشر میں اس کی سزا بھگتنے کیلئے تیار ہو جائیں۔

تیسری بات:

اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے بعض مسائل میں مختلف اقوال مروی ہوتے ہیں، اس میں یہ دیکھنا چاہئے کہ مستند اور معتبر قول کونسا ہے جسے محقق احناف نے ترجیح دی ہو، محققین احناف نے جس قول کی تائید کی ہو اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔ دریں مسئلہ میں بھی کچھ اس قسم کی ہی کیفیت ہے۔ امام صاحب سے مختلف اقوال

بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن محقق علماء واھل مذہب نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ روزے مستحب اور مبذوب ہیں، اور امام صاحب کے دیگر اقوال کی تطبیق وتاویل کی ہے۔

زبیر علیزئی کا فیصلہ:

لکھا ہے: شوال کے چھ روزوں کو مکروہ یا ممنوع سمجھنا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے...... جو کچھ نقل کیا ہے وہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(الحدیث ص ۴۸ شمارہ نمبر ۵۰)

یوم عرفہ کا روزہ:

ماہ ذوالحجہ کی نو تاریخ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے حاجیوں کیلئے عرفہ کے دن (میدان عرفات میں) روزہ رکھنا منع ہے۔ (ابوداؤد ج اص ۳۳۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

جبکہ دیگر مسلمانوں کیلئے یہ روزہ بڑی فضیلت کا حامل ہے:

① ...... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......وسئل عن صوم یوم عرفة قال یکفر السنة الماضیة والباقیة۔ (مسلم ج اص ۳۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا (کہ اسکا ثواب کس قدر ہے) تو آپ نے فرمایا یہ روزہ گذشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

② ...... دوسری روایت میں ہے:

صیام یوم عرفة احتسب علی اللہ ان یکفر السنة التی قبله والسنة

التی بعدہٗ ۔(مسلم ج ۱ ص ۳۶۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

عرفہ کے روزے کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ (اسکی وجہ سے) گذشتہ اور آئندہ (دو سالوں) کے گناہ مٹا دے گا۔

محرم کے روزے:

گذشتہ صفحات میں نو دس اور گیارہ محرم کے روزے کی فضیلت بیان ہو چکی ہے، لیکن ان دنوں کے علاوہ محرم کے باقی دنوں کے روزوں کا بھی بڑا اجر اور عظیم فضلت بیان کی گئی ہے۔

① ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم افضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم وافضل الصلوٰة بعد الفریضة صلاة اللیل ۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۶۸، مشکوٰۃ واللفظ لہ ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے افضل ہیں کا اور فرض نماز کے بعد رات کی نماز (تہجد وغیرہ) افضل ہے۔

اشھر حرم کے روزے:

اشھر کا معنیٰ ہے مہینے اور حرم کا معنی محترم۔ یعنی وہ مہینے جن کا دور جاہلیت میں بھی احترام کرتے ہوئے، ان میں جنگ وجدال اور تباہی وفساد سے رکا جاتا تھا، یہ چار مہینے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق

السمٰوٰت والارض منها اربعة حرم ۔ (التوبۃ:۳۶)

یعنی اللہ کے ہاں آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت ہی بارہ ماہ مقرر تھے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ان چار مہینوں کے نام درج ذیل ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔

ان چار ماہ میں بھی روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱...... حضرت مجیبہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے چچا یا ان کے والد کا واقعہ ہے کہ:

انہ اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم انطلق فاتاہ بعد سنة وقد تغیرت حاله وهیأتہٗ فقال یا رسول الله اماتعرفنی قال ومن انت قال انا الباهلی الذی جئتك عام الاول قال فما غیرك وقد کنت حسن الهیأة قلت ما اکلت طعاما منذ فارقتك الا بلیل فقال رسول الله ﷺ لم عذبت نفسك ثم قال صم شهر الصبر ویوماً من کل شهر قال زدنی فان بی قوة قال صم یومین قال زدنی قال صم ثلاثة ایام قال زدنی قال صم من الحُرُم واترك صم من الحرم واترك صم من الحرم واترك وقال باصابعه الثلاثة فضمّها ثم ارسلها۔ (ابوداؤد ج ا ص ۳۳۰)

وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پھر چلے گئے اور ایک سال کے بعد دوبارہ آئے اس وقت ان کی حالت وہیئت متغیر ہو چکی تھی۔تو آپ نے فرمایا، تو کون ہے؟ انہوں نے کہا میں باھلی ہوں جو گزشتہ سال حاضر ہوا تھا، آپ نے فرمایا تیری ھیئت خوبصورت تھی یہ تبدیلی کیسے آئی؟ انہوں نے کہا کہ جب سے آپ سے جدا ہوا ہوں، کھانا چھوڑ دیا ہے، صرف رات کو کھاتا ہوں، آپ نے فرمایا تو نے خود کو تکلیف

کیوں پہنچائی ہے؟ پھر فرمایا صبر والے مہینے (رمضان) کے روزے رکھ اور ہر ماہ ایک دن کا روزہ رکھ لے، عرض کیا کچھ بڑھا دیں آپ نے فرمایا (ہر ماہ) تین دنوں کے روزے رکھ لو، کہا اور بڑھا دیں آپ نے فرمایا حرمت والے مہینوں کے روزوں رکھو اور (کبھی) چھوڑ دو، حرمت والے مہینوں کے روزے رکھو اور (کبھی) چھوڑ دو، حرمت والے مہینوں کے روزے رکھو اور (کبھی) چھوڑ دو۔ آپ نے اپنی تین انگلیوں سے ارشاد فرمایا، انہیں ملایا اور پھر کھول دیا۔

معلوم ہوا حرمت والے مہینوں کے روزے رکھنا بھی پسندیدہ اور مستحب ہے۔

﴿۲﴾...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

من صام ثلاثة ایام من شهر حرام الخمیس والجمعة والسبت کتب له عبادة سنتین۔

(طبرانی اوسط ج۴ ص۳۱۶، کنز العمال ج۸ ص۵۷۳، مجمع الزوائد ج۳ ص۱۹۱)

جس نے حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھا اس کے لیے دوسال کی عبادت (کا ثواب) لکھا جائیگا۔

﴿۳﴾...... دوسری روایت میں ہے:

من صام فی کل شهر حرام الخمیس والجمعة والسبت کتبت له عبادة سبع مأة سنة۔ (تاریخ دمشق ج۱۹ ص۱۱۶)

جس نے کسی حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے دن کا روزی رکھا تو اس کیلیے سات سو سال کی عبادت (کا ثواب) لکھا جائے گا۔

رجب کے روزے:

ماہ رجب المرجب میں روزے رکھنے کے متعلق بھی رغبت دی گئی ہے، بالخصوص ستائیسویں رجب (شبِ معراج) کے دن کا روزہ بھی باعث فضل و اجر ہے۔

①...... عثمان بن حکیم انصاری بیان کرتے ہیں:

سألت سعید بن جبیر عن صوم رجب ونحن یومئذٍ فی رجب فقال سمعت ابن عباس یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم الخ۔

(مسلم ج۱ص ۳۶۵،شعب الایمان ج ۸ص ۳۱۶،ابوداؤد ج۱ص ۲۳۰)

میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزے کے متعلق سوال کیا،اور ان دنوں ہم رجب کا روزہ رکھتے تھے،تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت ابن عباس کو فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (رجب کا) روزہ رکھتے تھے۔

②...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

ان رجب شھر عظیم تضاعف فیہ الحسنات من صام یومًا منہ کان کصیام سنة۔ (رواہ الرافعی عن ابی سعید، کنز العمال ج ۱۲ص ۳۱۱)

بے شک رجب بڑی عظمت والا مہینہ ہے، جس میں نیکیاں بڑھادی جاتی ہیں جس نے اس میں ایک دن کا روزہ رکھا وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔

③...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

ان فی الجنة نھرا یقال لہ رجب (ماؤہ) اشد بیاضا من اللبن واحلیٰ

من العسل من صام من رجب یوماسقاہ اللہ من ذلك النهر۔

(رواہ البیہقی فی الاوقات ص ۱۰، وابن حبان فی المجروحین ج ۲
ص ۲۳۷، الجامع الصغیر برقم: ۴۷۱۲، وابن الجوزی فی الوھبات ج ۲ص ۵۵۵، التدوین
فی اخباء قذوین ج ۱ص ۵۷، فتاویٰ کبریٰ ج ۳ص ۳۹۹، فضائل الاوقات للبیہقی ص ۱۰،
کنز العمال ج ۸ص ۵۷۷)

بے شک جنت میں ایک نہر ہے جسے رجب کہا جاتا ہے اسکا پانی دودھ سے سفید اور شہد سے میٹھا ہے، جس نے رجب کے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو اس نہر سے پانی پلائے گا۔

④...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مرفوعا بیان کرتے ہیں:

رجب شهر عظيم يضاعف الله فيه الحسنات فمن صام يوما من رجب فكأنما صام سنة ومن صام منه سبعة ايام غلقت عنه سبعة ابواب جهنم ومن صام منه ثمانية ايام فتحت له ثمانية ابواب الجنة ومن صام منه عشرة ايام لم يسال الله شيئاً الا عطاه اياه ومن صام منه خمسة عشر ايام نادى مناد السمآء قد غفرلك مامضى فاستأنف العمل ومن زاد زاده الله وفى رجب حمل الله نوحًا فى السفينة فصام رجب وامر من معه ان يصوموا فجرت بهم السفينة ستة شهر أخرذلك يوم عاشورآء اهبط على الجودى فصام نوح ومعه والوحش شكراً لله عزوجل الخ۔

(کنز العمال ج ۱۲ص ۳۱۲، مجمع الزوائد ج ۳ص ۱۹۱، ۱۸۸، طبرانی کبیر ج ۵ص ۳۱۹)

رجب عظمت والا مہینہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں (کے ثواب) کو بڑھا دیتا

ہے جو رجب کے ایک دن کا روزہ رکھے گا۔ اسے سال بھر روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا، جو اس میں سات روزے رکھے گا اس کیلئے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جو اس میں آٹھ روزے رکھے گا اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جو اس میں دس دنوں کے روزے رکھے گا وہ خدا سے جو کچھ مانگے گا وہ اسے عطا فرمائے گا اور جو اس میں پندرہ دنوں کے روزے رکھے گا تو آسمانوں سے پکارنے والا پکارے گا، تیرے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں اب نئے سرے سے عمل کر (اور انہیں بخشوالے) اور اس میں زیادہ روزے رکھے گا، اللہ اس کو زیادہ عطا فرمائے گا، رجب میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کیا تو انہوں نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی روزے کا حکم کیا، تو کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک چلتی رہی آخری دن دس محترم (عاشورآء) کا تھا، جس دن وہ جودی (پہاڑ) پر اترے تو حضرت نوح علیہ السلام نے، ان کی قوم نے اور جانوروں نے بطور شکرانہ روزہ رکھا۔

اور عاشوراء کے دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو پھاڑا اور عاشوراء کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور یونس علیہ السلام کے شہر پر توجہ فرمائی اور اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۵ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے:

صوم اول یوم من رجب کفارۃ ثلاث سنین والثانی کفارۃ سنتین والثالث کفارۃ سنۃ ثم کل یوم شھر۔

(ابو محمد الخلال فی فضائل رجب عن ابن عباس۔

(کنز العمال ج ۸ ص ۵۷۷)

رجب کی پہلی تاریخ کا روزہ تین سال کے گناہوں کو مٹاتا ہے اور دوسری تاریخ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور تیسری تاریخ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کو بخشواتا ہے پھر ہر دن کا روزہ ایک ماہ کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنتا ہے۔

⑥...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے:

من صام اول یوم من رجب عدل ذلك بصيام سنة ومن صام سبعة ايامًا اغلق عنه سبعة ابواب النار ومن صام من رجب عشرة ايام نادى مناد من السمآء ان سل تعطه۔

(تاریخ دمشق ج ۳۶ ص ۳۷۶، ج ۵۱ ص ۲۳۸، کنز العمال ج ۸ ص ۵۷۷، ۵۷۸)

جس نے رجب کے پہلے دن کا روزہ رکھا تو اسے ایک سال کے روزوں کے برابر سمجھا جائے گا اور جس نے سات روزے رکھے تو اس کیلئے آگ کے ساتوں دروازے بند کیے جائیں گے اور جس نے رجب کے دس دنوں کے روزے رکھے تو آسمان سے آواز آتی ہے مانگ تجھے دیا جائے گا۔

⑦...... حضرت سعید بن ابو راشد سے مرفوعا بیان ہے:

من صام يومًا من رجب كان كصيام سنة ومن صام سبعة ايام غلقت عنه سبعة ابواب جهنم ومن صام ثمانية ايام فتحت له ثمانية ابواب الجنة ومن صام عشرة ايام لم يسال الله شيئًا الا اعطاه ومن صام خمسة عشر يوما نادى منا دمن السمآء قد غفرت لك ماسلف فاستانف العمل قد بدلت سياتك حسنات ومن زاد زاده الله عزوجل وفى شهر رجب حمل نوح عليه السلام فى السفينة فصام نوح وامر من معه ان يصو مواوجرت بهم

السفینة ستة اشهر اخر ذلك لعشر خلون من المحرم۔

(شعب الایمان ج ۸ ص ۳۱۷)

جس نے رجب کے ایک دن کا روزہ رکھا وہ سال کے روزے کے برابر ہوگا، جس نے سات روزے رکھے اس کیلئے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے جس نے آٹھ روزے رکھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جو دس دن کے روزے رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگے گا وہ اسے عطا فرمائے گا اور جو پندرہ دن کے روزے رکھے گا تو آسمان سے ندا دینے والا ندا دے گا کہ تیرے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے لہٰذا نئے عمل کر اور تیری غلطیوں کو نیکیوں میں بدل دیا گیا ہے رجب میں نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے خود روزہ رکھا اور ساتھیوں کو روزے کا حکم کیا، وہ چھ ماہ تک چلتی رہی اور دس محرم کو کنارے لگی۔

ابو قلابہ یقول: فی الجنة قصر لصوام رجب۔

ابوقلابہ کہتے ہیں: جنت میں ایک محل رجب میں کثرت سے روزے رکھنے والوں کے لیے ہے۔ (شعب الایمان ج ۸ ص ۳۱۸، کنز العمال ج ۸ ص ۶۵۳)

عن انس بن مالك یقول: فی الجنة القصر لایدخله الاصوام رجب۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں: جنت میں ایک محل ہے، جس میں رجب کے کثرت سے روزے رکھنے والے داخل ہوں گے۔

(کنز العمال ج ۸ ص ۶۵۳)

⑧ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے:

من صام یوما من رجب عدل صیام شهر ومن صام منه سبعة ایام

غلقت عنه ابوب الجحیم السبعة ومن صام منه ثمانية ايام فتحت له ابواب الجنة الثمانية ومن صام منه عشرة ايام بدل الله سياته حسنات ومن صام منه ثمانية عشر يومًا نادى مناد ان قد غفر لك ما مضى فاستأنف العمل۔

(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۴ اذ کر من اسمہ خلف)

جس نے رجب کے ایک دن کا روزہ رکھا وہ ایک مہینے کے روزے کے برابر ہوگا اور جس نے سات دنوں کے روزے رکھے تو اس کیلئے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ دنوں کے روزے رکھے تو اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے دس دنوں کے روزے رکھے تو اس کی غلطیاں، نیکیوں میں بدل دی جائیں گی اور جس نے اٹھارہ دنوں کے روزے رکھے تو آسمان سے پکارنے والا پکارے گا، اللہ تعالیٰ نے تیرے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے ہیں لہذا نئے عمل شروع کر۔

⑨...... حضرت انس رضی اللہ عنہ مرفوع روایت میں ہے رجب کی ستائیسویں رات اور ستائیسویں دن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فی رجب يوم و ليلة من صام ذلك اليوم وقام تلك الليلة كان كمن صام من الدهر مأة سنة وقام مأ ئة سنة وهو لثلاث بقين من رجب وفيه بعث الله تعالىٰ محمدا صلى الله عليه وسلم۔

(شعب الایمان ج ۸ ص ۳۲۷، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۳۷۴، مسند فردوس، کنز العمال ج ۱۲ ص ۳۱۲)

ماہِ رجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ

رکھا اور اس رات کا قیام کیا گویا اس نے ایک سو سال کا روزہ رکھا اور ایک سو سال کا قیام کیا اور وہ دن رجب کا ستائیسواں دن ہے اور رات رجب کی ستائیسویں رات ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی ﷺ کو (معراج کیلئے) روانہ فرمایا۔

❁...... امام ابوداؤد نے "باب فی صوم رجب" کے عنوان سے رجب کے روزوں کی ترغیب دی ہے (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۰)

❁...... امام نووی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ (نووی بر مسلم ج ۱ ص ۳۶۵)

نوٹ: مذکورہ روایات میں رجب کے روزوں کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ان کی وجہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس قسم کی تمام روایات جن میں سارے گناہوں کی معافی کا ذکر ہو اس سے مراد انسان کے صغیرہ گناہ ہوتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے نہیں بخشے جاتے۔

ضروری وضاحت:

ان روایات پر محدثین کی طرف سے جرح بھی کی گئی ہے، لیکن جمہور محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف روایت فضائل اعمال کیلئے کافی ہوتی ہے اور بالخصوص جب کسی عمل کی فضیلت متعدد ضعیف احادیث سے ثابت ہو جائے تو تعدد طریق کی وجہ سے وہ روایت قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ رجب کے روزوں کے متعلق بھی متعدد روایات ہیں، جن کی بناء پر ماہِ رجب کے روزوں کی فضیلت ثابت اور معتبر ہے۔ لہٰذا دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کا ان کے خلاف آستین چڑھانا باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

شعبان کے روزے:

ماہِ شعبان المعظم بھی بڑی برکت وفضیلت کا حامل ہے، حضور اکرم ﷺ اس میں بڑے اہتمام سے روزے رکھا کرتے تھے اور آپ نے امت کو بھی اسکی ترغیب دی ہے۔ چند روایات ملاحظہ ہوں!

①...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لم یکن النبی صلی اللہ علیه وسلم یصوم من شھر اکثر من شعبان فانه کان یصوم شعبان کله۔

(بخاری ج۱ص۲۶۴ واللفظ لہٗ، مسلم ج۱ص۳۶۵، موطا امام مالک ج۱ص ۲۵۳، ترمذی ج۱ص۹۲، نسائی ج۱ص۳۲۱، ابوداؤد ج۱ص۳۳۱، مشکوٰۃ ص۱۷۸)

نبی کریم ﷺ ماہِ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے شعبان میں آپ (چند دنوں کے علاوہ) پورے ماہ کے روزے رکھتے۔

②...... حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قلت یا رسول اللہ لم اراك تصوم شھرا من الشھور ما تصوم من شعبان قال ذلك شھر یغفل الناس عنه بین رجب ورمضان وھو شھر ترفع فیه الاعمال الی رب العالمین فاحب ان یرفع عملی وانا صائم (نسائی ج۱ص۳۲۱)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شعبان کے علاوہ میں نے آپ کو اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا یہ وہ مہینہ ہے جس سے عام لوگ غافل ہیں، یہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے، اس میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے

جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل روزے کی حالت میں پیش کیے جائیں۔

۞...... شعبان المعظم کے دیگر روزوں کے علاوہ پندرہ شعبان (شب براۃ) کا روزہ بھی مسنون و مستحب ہے۔

④...... حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها۔ (ابن ماجہ ص ۱۰۰، مشکوۃ ص ۱۱۵، شعب الایمان ج ۲ ص ۳۷۸، کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۱۴، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس میں قیام کرو اور صبح کو روزہ رکھو۔

پندرہ شعبان کی فضیلت درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے حضرت ابوبکر، حضرت عائشہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابو موسی اشعری، حضرت عوف بن مالک، حضرت عثمان بن ابوالعاص، حضرت ابوھریرہ، حضرت ابوثعلبہ، حضرت ابوامامہ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت انس بن مالک، حضرت امام حسن، حضرت کعب، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔

تفصیل کیلئے دیکھیے:

① ۔تحقیقی محاسبہ......اور محققانہ فیصلہ......از غلام مرتضٰی ساقی مجدی

② ۔فضیلت شب برات......از مولانا محمد کاشف اقبال مدنی

③ ۔فضائل شب برات ولیلۃ القدر......از امام ملا علی قاری علیہ الرحمۃ

مترجم مولانا محمد عباس رضوی

ان کتب میں مخالفین کے اعتراضات کا بھی قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

ہفتہ اور اتوار کا روزہ:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصوم یوم السبت ویوم الاحد اکثر مایصوم من الایام ویقول انهما یوما عید للمشرکین فانا احب ان اخالفهم ۔ (مسند احمد ص مشکوۃ ص ۱۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دنوں سے زیادہ ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ (ہفتہ اور اتوار) دونوں مشرکین کی عید کے دن ہیں، میں ان کی مخالفت کرنا پسند کرتا ہوں۔

❁...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصوم من الشهر السبت والاحد والاثنین الخ۔ (ترمذی ج ا ص ۹۳، مشکوۃ ص ۱۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے میں ہفتے اور اتوار اور سوموار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

سوموار اور جمعرات کا روزہ:

۱...... ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصوم الاثنین والخمیس ۔

(ترمذی ج ا ص ۹۳، نسائی ج ا ص ۳۲۸، مشکوۃ ص ۱۷۹ واللفظ لہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

﴿۲﴾...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۳، مشکوۃ ص ۱۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں میں پسند کرتا ہوں میرے اعمال اس حالت میں پیش کیے جائیں کہ میں روزے سے ہوں۔

﴿۳﴾...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنی ان اصوم ثلثۃ ایام من کل شہر اولہا الاثنین والخمیس۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱، نسائی ج ۱ ص ۳۲۸، مشکوۃ ص ۱۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہر ماہ تین روزے رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے جن میں پہلا روزہ سوموار کا (یا) جمعرات کا ہو۔

﴿۴﴾...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم الاثنین والخمیس فقیل یا رسول اللہ انک تصوم یوم الاثنین والخمیس فقال ان یوم الاثنین والخمیس یغفر اللہ فیہما لکل مسلم الا ذاھاجرین یقول دعہما حتی یصطلحا۔ (مسند احمد ص، ابن ماجہ ص ۱۲۵، مشکوۃ ص ۱۸۰ واللفظ لہ)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے آپ سے عرض کیا گیا: (یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے

فرمایا سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان (کے صغیرہ گناہوں) کو بخش دیتا ہے سوائے ان لوگوں کے جو (دنیوی امور کی وجہ سے) ایک دوسرے سے ناراض ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہیں چھوڑ دو جب تک یہ آپس میں صلح نہ کرلیں۔

﴿۵﴾...... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صوم الاثنين فقال فيه ولدت وفيه انزل علي۔

(مسلم ج ا ص ۳٦۸، مشکوٰۃ ص ۱۷۹ و اللفظ لہ، ابوداؤد ج ا ص ۳۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کے متعلق پوچھا گیا (کہ آپ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہیں؟) تو آپ نے فرمایا اس دن میرا میلاد ہوا تھا اور اسی دن مجھ پر وحی اتاری گئی (میں ان دونوں نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھتا ہوں)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کا روزہ رکھ کر اپنا میلاد خود بھی منایا ہے عام طور پر وھابی، دیوبندی جو چیلنج کرتے پھرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا میلاد منایا ہے تو ثابت کروان کا یہ چیلنج جہالت یا قلت تدبر وعدم مطالعہ پر مبنی ہے جلسہ اور محفل کے انداز میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ذکر میلاد ثابت ہے۔ جس کی تفصیل ہماری کتاب جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا، آؤ میلاد منائیں۔ میں ملاحظہ فرمائیں!

۞...... جاہل لوگ عوام الناس کو ورغلانے کیلئے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کی کوئی فضیلت بیان نہیں ہوئی، اگر یہ دن اتنا ہی عظمت والا

ہوتا تو اسکے متعلق کوئی روایت تو موجود ہوتی اگر ان میں انصاف ودیانت کی کوئی رمق موجود ہو تو وہ دیکھ لیں کہ ان احادیث مبارکہ میں کھلے لفظوں میں ''یوم میلاد'' یعنی سوموار کی عظمت وفضیلت کو بیان کیا گیا ہے، عقیدت ومحبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اگر مزید تلاش کیا جائے تو متعدد روایات اور بھی مل سکتی ہیں۔ لیکن

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

چند مزید دلائل ہم نے ''آؤ میلاد منائیں'' میں بھی نقل کر دیئے ہیں۔

صوم داؤدی کی فضیلت:

احادیثِ مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے، امت مسلمہ کو اس کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو!۔

۲...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ ...... صم افضل الصوم صوم داؤد صیام یوم وافطار یوم۔

(بخاری ج ا ص ۲۶۵، مسلم ج ا ص ۳۶۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا اے عبداللہ! افضل روزہ رکھو جو داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، ایک دن روزہ رکھنا اور دن افطار کرنا۔

۳...... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ...... کیف من یصوم

یوماً ویفطر یوماً قال ذلك صوم داؤد۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۶۷، مشکوۃ ص ۱۷۹)

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ وہ آدمی کیسا ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے آپ نے فرمایا (بہت اچھا ہے) کیونکہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔

مخلوق کی طرف نسبت:

فائدہ: ان دونوں احادیث مبارکہ میں صوم داؤد، (داؤد علیہ السلام کا روزہ) کہہ کر روزے پر حضرت داؤد علیہ السلام کا نام بولا گیا ہے۔ حالانکہ روزہ ان کیلئے نہیں خداعزوجل کیلئے ہوتا ہے۔ چونکہ یہ روزہ ان کا معمول تھا اس لیے اس نسبت کی وجہ سے اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کا نام لے دیا گیا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کا معمول ہے کہ کسی خصوصی نسبت کی وجہ سے کسی چیز پر کسی بزرگ کا نام لیا جاتا ہے، تو اہل بدعت ومنکرین کی طرف سے فوراً فتوی آجاتا ہے کہ چونکہ اس پر غیراللہ کا نام آگیا ہے لہٰذا یہ چیز حرام ہے۔ معاذ اللہ۔

۔ حالانکہ یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے کیونکہ محض کسی چیز پر غیراللہ (مخلوق کا) نام آنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ورنہ دنیا کی کوئی چیز بھی حلال نہ رہے گی دینی اشیاء پر بھی (مخلوق کا) نام آتا ہے مثلاً مساجد ومداراس، کتب احادیث اور دیگر مقتدر امور پر مخلوق کا نام آتا ہے لہٰذا مخالفین ہمت کر کے ان کی حرمت کا فتویٰ بھی صادر کرنے کی جسارت کریں ورنہ اپنے باطل فتووں سے گریز کریں۔

وما علینا الا البلاغ

ممنوع روزوں کا ذکر

ہر چند کہ روزہ خدا کا محبوب و پسندیدہ عمل ہے، لیکن کچھ ایسے ایام بھی ہیں جن میں روزہ رکھنا شرعاً منع ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال بھر روزہ رکھنا:

①...... حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فقال عمر یا رسول اللہ کیف من یصوم الدھر کلہ قال لاصام ولا افطر الخ۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۶۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ آدمی کیسا ہے جو پورا سال روزہ رکھے آپ نے فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا اور اس نے افطار کیا۔

②...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاصام من صام الدھر۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۵، مسلم ج ۱ ص ۳۶۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

اسکا کوئی روزہ نہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔

صوم وصال کے روزے:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الوصال قالوا انك تواصل

قال فانی لست مثلکم انی اطعم واسقٰی۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۳)

رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا، تو صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

عیدین کا روزہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر۔
(بخاری ج ا ص ۲۶۷، مسلم ج ا ص ۳۶۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید قربان کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

❁...... انہی سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصوم فی یومین الفطر والاضحی۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۸، مسلم ج ا ص ۳۶۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:...... عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں روزہ نہیں ہے۔

ایام تشریق کے روزے:

9 ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ کے پانچ دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں، 9 ذوالحجہ کے روزے کی فضیلت پر مستقل حدیث صحیح موجود جبکہ باقی ایام تشریق کے روزے نہیں رکھنے چاہئیں۔

❁...... حضرت نبیشہ ھذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایام التشریق ایام اکل وشرب وذکر الله۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۶۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۹، ترمذی ج ۱ ص ۹۶، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۸، ۳۲۹، نسائی ج ۲ ص ۴۳، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۷، ابن ماجہ ص ۱۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۷۴، ۲۸۷، ۲۸۸، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۹۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۹۸)

ایام تشریق کھانے، پینے اور ذکر خداوندی کے دن ہیں۔ (ان میں روزہ نہیں رکھنا چاہیئے)

میدان عرفہ میں یوم عرفہ کا روزہ:

حاجیوں کیلئے میدان عرفات میں یوم عرفہ (9 ذوالحجہ) کا روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن صوم یوم عرفة بعرفة۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱ مشکوٰۃ ص ۱۷۹ واللفظ لہ، نسائی ج ۲ ص ۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفہ میں عرفہ (9 ذوالحجہ) کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا انتصف شعبان فلا تصوموا۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۹، ترمذی ص ۹۲، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان ہو جائے تو پھر روزہ نہ رکھو۔

یادر ہے بعض جاہلین زمانہ اس حدیث کو پندرہ شعبان کے روزہ کی نفی میں پیش کرتے ہیں جو کہ باطل ہے کیونکہ حدیث پاک میں پندرہ کے بعد کی نفی ہے......اور پندرہ شعبان کے روزے پر متعدد احادیث پر گذر چکی ہیں۔

استقبال رمضان کا روزہ:

رمضان المبارک کے استقبال اور پیشوائی کے طور پر روزہ رکھنا بھی ممنوع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يتقد من احد كم رمضان بصوم يوم اويو مين الاان يكون رجل كان يصوم صومًا فليصم ذلك اليوم۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۶، مسلم ج ۱ ص ۳۴۸، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے کوئی شخص صرف رمضان المبارک کا استقبال کرتے ہوئے ایک دن قبل یا دو دن قبل روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اگر کوئی آدمی ہمیشہ ان دنوں کا روزہ رکھتا ہو تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔

یعنی اگر کسی آدمی کا معمول تھا کہ وہ ہر سوموار کا روزہ رکھتا ہے اور اتفاق سے شعبان کے آخری دنوں میں سوموار کا دن آ رہا ہے تو وہ اپنے معمول کے مطابق سوموار کا روزہ رکھ سکتا ہے، صرف رمضان کے استقبال کے طور پر ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے۔

یوم شک کا روزہ:

شعبان کی تیسویں رات کو خیال ہوتا ہے کہ شاید آج رمضان کا چاند نکل آئے، اگر کوئی حتمی صورت سامنے نہ آسکے تو اگلے روز کو "یوم شک" کہتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

من صام الیوم الذی تشك فیه فقد عصی ابا القاسم صلی الله علیه وسلم۔ (ابوداؤد ج۱ص ۳۱۹، ترمذی ج۱ص ۸۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ لہٰذا یوم شک کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

صرف جمعۃ المبارک کا روزہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یصوم احد کم یوم الجمعة الا ان یصوم قبله او یصوم بعده۔ (بخاری ج۱ص ۲۶۶، مسلم ج۱ص ۳۶۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۹ واللفظ لہ، ابوداؤد ج۱ص ۳۲۹)

تم میں سے کوئی بھی صرف جمعہ کا روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اس سے ایک دن قبل یا ایک دن بعد (بھی) روزہ رکھے۔

❁...... انہی سے روایت ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام الاان یکون فی صوم یصومه احد کم۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۶۱، مشکوۃ ص ۱۷۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دنوں میں جمعہ کے دن کو روزے کیلئے خاص نہ کرلو مگر یہ کہ کوئی مسلسل اس تاریخ کا روزہ رکھتا ہو تو جمعہ کے دن کا روزہ رکھ لے۔

صرف ہفتہ کا روزہ:

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ اپنی ہمشیرہ حضرت صماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تصوموا يوم السبت الا فيما افترض عليكم فان لم يجد احدكم الا لحاء عنبة اوعود شجرة فليمضغه۔

(مسند احمد، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۹، ترمذی ج ۱ ص ۹۳، ابن ماجہ ص ۱۵، مشکوۃ ص ۱۸۰)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرضی روزہ کے علاوہ ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھ اگر تم میں کوئی آدمی انگور کی بیل یا درخت کی ٹہنی کے علاوہ کچھ نہ پائے تو اسے ہی چبالے۔

علامہ ملا علی قاری کی وضاحت:

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مذکورہ احادیث (جن میں جمعہ اور ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قالوا النهى عن الافراد كما فى الجمعة والمقصود مخالفة اليهود فيهما والنهى فيهما للتنزيه عند الجمهور وما افترض يتناول المكتوب والنذر وقضاء الفائت وصوم الكفارة وفى معناه ما وافق سنة مؤكدة كعرفة ويوم

عاشوراء اووافق وردا او عشر ذی الحجة والمنهی عنه شدة الاهتمام والعنایة

به حتی کانه یراه واجبا کما تفعلهٗ الیهود قلت فعلیٰ هذا یکون النهی للتحریم

واما علی غیر هذا الوجه فهو للتنزیه۔ (مرقات برحاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۸۰)

یعنی محدثین نے بیان کیا ہے کہ صرف ہفتہ اور جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کرنے کا مقصد یہودیوں کی مخالفت ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک یہ ممانعت تنزیہی (خلاف اولیٰ کے درجے میں) ہے۔ اور ان دنوں میں جو فرض روزہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے اس سے مراد فرض، نذر، قضا شدہ، کفارہ کا روزہ اور دیگر وہ روزے آتے ہیں جو کہ سنت مؤکدہ ہیں مثلاً عرفہ (9 ذوالحجہ) اور دس محرم کا روزہ یا جو معمول میں ہو یا عشرہ ذوالحجہ کے روزے اور ورد کا روزہ، اس لیئے کہا گیا ہے کہ آدمی ان کا شدت سے اہتمام وانتظام نہ کرے گویا کہ انہیں واجب کا درجہ دے دے، جیسے یہود کا طریقہ تھا میں کہتا ہوں کہ ایسی صورت میں ممانعت تحریمی ہوگی اور باقی وجوہات میں تنزیہی ہوگی۔

یعنی اگر کوئی ہفتہ اور جمعہ کو روزہ رکھنا لازمی خیال کرے تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ خلاف اولیٰ ہے۔

مرد کا نفلی روزہ:

عورت کے حقوق اور ازدواجی تقاضوں کو غصب کرتے ہوئے مرد کو نفلی روزہ رکھنا منع ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عبد الله الم اخبر انك تصوم النهار وتقوم اللیل فقلت بلیٰ یارسول الله قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان بجسدك علیك حقا وان لعینیك علیك حقاً وان لزوجك

علیك حقا وان لزورك علیك حقاً الخ۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۵، مسلم ج ۱ ص ۳۶۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا، مجھے بتایا گیا ہے کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن بھر روزے سے رہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو، کیونکہ تمہارے جسم، تمہاری آنکھوں، تمہاری بیوی اور تمہارے دوستوں کا تم پر حق ہے۔

عورت کا نفلی روزہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لا تصوم المرأة وبعلها شاهد الا باذنه۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۸۲)

عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔

صیام وصال کی ممانعت:

صوم وصال کا مطلب ہے، سحری وافطاری کیئے بغیر مسلسل روزے سے رہنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الوصال رحمة لهم فقالوا انك تواصل قال انى لست كهيئتكم انى يطعمنى ربى و يسقينى۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۳، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر شفقت کے باعث انہیں وصال کے روزے

رکھنے سے منع فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہرگز تم جیسا نہیں ہوں، مجھے تو میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نھٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الوصال، قالوا: انك تواصل، قال: انی لست مثلکم، انی أطعم وأسقٰی۔

(بخاری ج۱ص۲۶۳، صحیح مسلم ج۱ص۳۵۱، مسند احمد ج۲ص۱۰۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال (یعنی سحری وافطاری کے بغیر مسلسل روزے رکھنے) سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہرگز تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا، پلایا جاتا ہے۔

◇......◇......◇......◇......◇

◇......◇......◇

◇......◇......◇......◇......◇

اعتکاف کی فضیلت

اعتکاف کا معنی ومفہوم:

علامہ راغب اصفہانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

عکوف کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور تعظیم کی نیت سے کسی چیز کے پاس ٹھہرنا اور شریعت میں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

قرآن مجید ہے: سوآء ن العاکف فیہ والباد (الحج:۲۵)

برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا۔

نیز فرمایا: والعاکفین نظل لھا عاکفین یعکفون علی اصنام لھم (الاعراف:۱۳۸)

اور اعتکاف کرنے والے، ہم ان پر مسلسل جھکنے میں، بنی اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے گرد تعظیم سے بیٹھے ہوئے تھے۔

(ان آیتوں میں اعتکاف کا لغوی معنی مستعمل ہے) اور قرآن مجید میں ہے:

وانتم عاکفون فی المساجد (البقرۃ:۱۸۷)

اور اپنی بیویوں سے مباشرت (جنسی تقرب اور ازدواجی تلذذ حاصل) نہ کرو، جب تم اعتکاف میں ہو اس آیت میں اعتکاف کا شرعی معنی مراد ہے۔

(المفردات ۳۴۳)

...... امام نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

الاعتکاف ھوفی اللغۃ الحبس والمکث واللزوم وفی الشرع المکث فی المسجد من شخص مخصوص بصفۃ مخصوصۃ۔ (نووی بر مسلم ج ۱ص ۳۷۱)

لغت میں اعتکاف کا معنی بند ہونا، ٹھہرنا اور لازم ہونا ہے اور شریعت میں کسی مخصوص شخص کا مخصوص طریقہ کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف کہلاتا ہے۔

...... علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

الاعتکاف فی اللغۃ الحبس والمکث واللزوم والاقبال علی شئی وفی الشرع عبارۃ عن المکث فی المسجد ولزومہ علی وجہ مخصوص ۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ)

لغت میں اعتکاف بند ہونے، ٹھہرنے، لازم ہونے اور کسی چیز پر متوجہ ہونے کو کہتے ہیں، جبکہ شریعت میں اعتکاف مسجد میں ٹھہرنے اور اسے مخصوص طریقہ پر لازم کر لینے سے عبارت ہے۔

...... امام ابوبکر جصاص علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اعتکاف کا لغوی معنی ہے ٹھہرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے مسجد میں رہنا، روزہ سے رہنا، جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ عزوجل سے توبہ کی نیت کرنا اور جب تک یہ معانی نہ پائے جائیں شرعاً اعتکاف متحقق نہیں ہوگا، لیکن مسجد میں رہنے کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے عورتوں کیلئے یہ شرط نہیں ہے، ہر مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ص ۱۰۵)

اعتکاف کی حکمت:

اعتکاف میں بندہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا مجاور بن کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے ،دنیا کی مصروفیات اور آسائشوں سے کنارہ کش ہوتا ہے اور دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر عبادت کی مشقتوں کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت طلب کرنے کیلئے اس کے گھر میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔

…… حضرت عطا خراسانی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

اعتکاف کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو کسی سخی داتا سے بھیک لینے کیلئے اس کے دروازے پر دھرنا دیکر بیٹھ جائے کہ جب تک داتا مجھے بھیک نہیں دے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا، اسی طرح جو شخص مسجد میں اعتکاف کرتا ہے گویا کہ وہ شخص اللہ کے گھر کی چوکھٹ تھام کر بیٹھ گیا اور کہتا ہے کہ جب تک تو مجھے بخش نہیں دے گا میں تیرے دروازے سے نہیں اٹھوں گا۔

جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اعتکاف میں بندہ ان نسبتوں کی تعظیم کرتا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہوسکتی تو جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے بندہ ان جگہوں پر آسن جما کر بیٹھ جاتا ہے اور دن رات اس کے نام کی مالا جپتا رہتا ہے۔ اعتکاف کے ذریعہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت، ذوق وشوق اور اس کی عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔

ایسے ہی اعتکاف کی یہ بھی بنیادی حکمت ہے کہ بندہ اپنی تمام تر دنیوی مشغولیات ترک کر کے خدا کی عبادت سے اپنی لو لگاتا ہے، تو دن رات کی محنتوں، مشقتوں، عبادتوں، ریاضتوں اور مجاہدوں سے انسان کو تزکیۂ نفس، تصفیۂ باطن، سکون

قلب اور روحانی سرور کی دولت باسانی میسر آجاتی ہے۔

دس دن کا مجاہدہ اور مراقبہ انسان پر اپنے گہرے نقوش مرتب کرتا ہے، جن کی بدولت انسان کا قلبی میلان اور ذہنی رجحان عبادت وریاضت کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ یوں انسان حضور مع اللہ علی الدوام کے مرتبہ کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔

اعتکاف کی اقسام:

علماء نے اعتکاف کی تین قسمیں بیان کی ہیں، نفلی، مسنون، واجب۔

نفلی اعتکاف:

نفلی اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان کسی مسجد میں داخل ہو تو وہ جتنی دیر مسجد میں ٹھہرنا چاہے اتنی دیر کیلئے اعتکاف کا ارادہ کرلے۔ اس اعتکاف کے لیے کسی وقت کی تعیین نہیں اور نہ ہی روزہ رکھنا شرط ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب تک مسجد میں رہے اس کو اعتکاف کا اجر وثواب ملتا رہے گا۔

نفلی اعتکاف کرنے والا جب چاہے مسجد سے باہر جاسکتا ہے، اس پر کوئی پابندی نہیں، نماز جنازہ کیلئے جاسکتا ہے، مریض کی عیادت کیلئے نکل سکتا ہے، بلا ضرورت شرعی غسل کرسکتا ہے۔ جونہی وہ مسجد سے نکلے گا اسکا اعتکاف پورا ہو جائے گا۔ اب اگر دوبارہ مسجد میں آئے تو دوبارہ اعتکاف کا ارادہ کرلے۔ ایسے ہی وہ جب چاہے، اور جتنی دیر چاہے اعتکاف کی نیت کرکے اسکا اجر وثواب کما سکتا ہے اور یہ اعتکاف ایک منٹ سے لے کر ایک مہینہ تک کا بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے بیس دنوں کا نفلی اعتکاف فرمایا تھا۔ حدیث الفاظ یہ ہیں:

اعتکف عشرین من شوال۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔

(ابوداؤد ج۱ ص۳۳۴، سنن دارمی ج۲ ص۴۳، ترمذی ج۱ ص۹۹، ابن ماجہ ص۱۲۷، مسند احمد ج۲ ص۲۸۱، ۳۳۶، ۳۵۵، ۴۰۱)

نوٹ: یاد رہے کہ اگر پورے دن کے اعتکاف کا ارادہ ہو تو پھر روزہ بھی رکھے۔

احادیث مبارکہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا اعتکاف الا بصوم۔

روزے کے بغیر اعتکاف نہیں۔

(ابوداؤد ج۱ ص۳۳۵، المستدرک ج۱ ص۵۴۷، درمنثور ج۱ ص۲۵۱، نصب الرایۃ ج۲ ص۵۱۳)

دارقطنی بیہقی روزے کے بغیر اعتکاف نہیں۔

❁...... یہی مضمون حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۲۹۹)

اعتکاف کرنے والا روزہ رکھے۔

❁...... متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔ (ترمذی ج۱ ص۱۸۶)

❁...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں ہوتا۔

(در منثور ج ۱ ص ۴۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۹۹)

۞...... اور حضرت ابن عمر کا مقولہ:

لا اعتکاف الا بصیام ۔ (موطا امام مالک ص ۲۶۵)

اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہے۔

اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔

ایک دن اعتکاف کرنے کی فضیلت:

درج ذیل حدیث سے ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔

۞...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اعتکف یوما ابتغاء وجه الله تعالٰی جعل الله بینهٗ وبین النار ثلاث خنادق ابعد مابین الخافقین۔

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۲۸، شعب الایمان ج ۳ ص ۴۲۵، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۰)

جو اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا تو اللہ تعالٰی اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دے گا۔ جو زمین و آسمان سے زیادہ چوڑی ہوں گی۔

اگر ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس دن یا زیادہ دنوں کے

اعتکاف کی فضیلت کیا ہوگی۔

مسنون اعتکاف:

رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کا (راتوں سمیت) اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر علاقے بھر سے چند افراد یہ اعتکاف کر لیں تو سب کی جانب سے ادا ہو گیا، ورنہ تمام اہل علاقہ گنہگار ہوں گے۔

اسکا وقت رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو، غروب آفتاب کے قبل سے عید الفطر کے چاند طلوع ہو جانے تک ہے۔ اگر کوئی اعتکاف کرنے والا بیس رمضان المبارک کو سورج غروب ہونے سے قبل مسجد میں نہ پہنچ سکے تو اسکا اعتکاف نہ ہوگا۔ اب اگر وہ نفلی اعتکاف کرنا چاہے تو کر سکتا ہے کیونکہ وہ کسی وقت بھی ہو سکتا ہے۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فرمایا ہے۔

﴿۱﴾...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ۔

(بخاری ج۱ ص ۲۷۱، مسلم ج۱ ص ۳۷۱، مشکوۃ ص ۱۸۳، ابوداود ج۱ ص ۳۳۴)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے (آخری دس دنوں) کا اعتکاف فرماتے تھے حتی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی۔

﴿۲﴾...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من

رمضان۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۱، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۴، ابن ماجہ ص ۱۲۸)

بے شک نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے۔

فائدہ:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھائی، جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرماتے۔ (مسلم ج ۱ ۳۷۱، ابن ماجہ ص ۱۲۸)

③...... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۴، ابن ماجہ ص ۱۲۷)

بے شک نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

④...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف کل رمضان عشرة ایام۔

(ابوداود ج ۱ ص ۳۳۴، ابن ماجہ ص ۱۲۷)

نبی کریم ﷺ ہر رمضان کے (آخری) دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے۔

❁...... یہی بات حضرت ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۷۱)

⑤...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من

رمضان۔(ترمذی ج ۱ ص ۹۹، مشکوۃ ص ۱۸۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

﴿۶﴾...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لیے یہ انکشاف ہوا ہے کہ آخری عشرے میں اعتکاف کروں، اس لیے جتنے لوگ میرے ساتھ اعتکاف میں ہیں وہ اعتکاف ہی میں رہیں۔(بخاری ج ۱ ص ۲۷۰، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۳۱۹)

معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے رہے ہیں۔

اس اعتکاف کے مسائل کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

واجب اعتکاف:

اگر کوئی آدمی یہ نذر مان لے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یا فلاں فلاں دن کا اعتکاف کروں گا۔جب اسکا کام پورا ہو گا تو اس پر ان مخصوص دنوں کا اعتکاف کرنا واجب ہو گا۔کیونکہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولیوفوا نذورھم۔(الحج:۲۹)

اور چاہیے کہ وہ اپنی نذروں کو پورا کریں۔

۞...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ!(صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے زمانۂ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی

نذر پوری کرو۔ (بخاری ج ا ص ۲۷۴، مسلم ج ا ص ۵۰، ترمذی ج ا ص ۱۸۶)

فضائل اعتکاف:

سطور ذیل میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کے فضائل و برکات پیش خدمت ہیں۔

اس اعتکاف کی سب سے بڑی فضیلت تو یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشہ عمل فرمایا اور عمر بھر اسے بغیر عذر ترک نہیں فرمایا۔ لہٰذا اس اعتکاف کا سنت ہونا ہی اس کی فضیلت کیلئے کافی ہے۔ جبکہ احادیث مبارکہ میں اس کے متعلق مزید فضائل وارد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

❶...... حضرت علی بن حسین اپنے والد حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اعتکف عشرا فی رمضان کان کحجتین وعمرتین۔

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۲۸ برقم: ۲۸۸۸، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۴۹، شعب الایمان ج ۷ ص ۵۲۵، رقم الحدیث: ۳۶۸۰، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۳)

جس نے رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا اسے دو حج اور دو عمروں کا اجر ملے گا۔

❷...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المعتکف وھو یعتکف الذنوب ویجزیٰ لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا۔

(ابن ماجہ ص ۱۲۸، مشکوٰۃ ص ۱۸۳، شعب الایمان ج ۷ ص ۵۲۳)

بے شک رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ گناہوں سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اسے تمام نیکیوں کا اجر و ثواب اسی طرح دیا جاتا ہے، جیسے نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے۔

یعنی اگر کسی شخص کی عادت تھی کہ وہ غریبوں کو نوازتا تھا، یتیموں کے سروں پر دستِ شفقت رکھتا تھا، سوالیوں کو دیتا تھا، بے آسراؤں کا آسرا اور بے نواؤں کا ہمنوا بنتا تھا، مسلمانوں کے جنازوں میں شمولیت کرتا تھا، مریضوں کی بیمار پرسی کرتا تھا اور علاوہ ازیں جتنے بھی وہ خیر و برکت اور فلاح و بھلائی کے کام سرانجام دیتا تھا، جسے اعتکاف کرنے کی بناء پر انجام نہیں دے سکتا، تو اسے مژدہ ہو! ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اعتکاف کی حالت میں ان امورِ خیر کا ثواب بالکل ایسے ہی عطا فرماتا ہے جیسے وہ ان امور کو سرانجام دے رہا ہو اور اس کے اجر و ثواب میں ذرہ بھر کمی نہیں ہوتی۔

۳...... حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول المسجد بیت کل تقی، وتکفل الله لمن کان المسجد بیته بالروح والرحمة والجواز علی الصراط علی رضوان الله الی الجنة۔ (المعجم الکبیر ج ۶ ص ۶۷، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲، کنز العمال ج ۷ ص ۵۸۰، ج ۱۶ ص ۲۲۰)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں: مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور جس نے مسجد کو اپنا ٹھکانہ بنالیا (اس میں اعتکاف کیا) تو اللہ تعالیٰ اسے سکون قلب، رحمت اور پل صراط سے گذر کر جنت میں داخل ہونے کی خوشنودی عطا فرماتا ہے۔

اجتماعی اعتکاف:

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام سے اجتماعی اعتکاف بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو!

١...... حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے دوست تھے، میں نے ان سے سوال کیا، تو انھوں نے بتایا کہ

اعتکفنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشر الاوسط من رمضان فخرج صبیحۃ صبیحۃ عشرین قال فخطنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبیحۃ عشرین قال انی اریت لیلۃ القدر ثم انسیتھا او نسیتھا فالتمسوھا فی العشر الاواخر فی الوتر فانی رایت انی اسجد فی ماء وطین فمن کان اعتکف مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیرجع فرجعنا۔

(بخاری ج۱ص۲۷، مسلم ج۱ص۳۷۰، مشکوٰۃ ص۱۸۳، سنن کبریٰ ج۴ص۳۱۹)

ہم نے نبی کریم ﷺ کیساتھ رمضان المبارک کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا۔ آپ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ کی صبح کو باہر تشریف لائے اور ہمیں مخاطب فرمایا کہ مجھے شب قدر دکھلائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی یا میں بھول گیا، تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کرتا ہوں لہٰذا جس نے رسول اللہ ﷺ کیساتھ اعتکاف کیا تھا وہ واپس لوٹ آئے تو ہم واپس آگئے۔

٢...... دوسری روایت میں ہے، کہ

رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے درمیانی دس دنوں کا اعتکاف فرماتے

تھے جب بیسویں رات گذر جاتی تو آپ اکیسویں رات کو اپنے گھر واپس تشریف لے آتے اور جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی گھروں کو لوٹ جاتے، ایک سال رمضان کی رات کو آپ اعتکاف کی جگہ وہاں تشریف فرما رہے، جہاں واپس تشریف لاتے تھے، آپ نے لوگوں کو خطاب فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ حکم فرمایا اور فرمایا کہ میں اس درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔

تم بدالی اجاور هذه العشر الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیثبت فی معتکفه۔ (بخاری ج اص ۲۷۰، مسلم ج اص ۳۷۰، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۳۱۹)

پھر میرے لیے ظاہر ہوا کہ میں اس آخری عشرے میں اعتکاف کروں، پس جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا وہ اپنے اعتکاف کی جگہ پر ٹھہرا رہے۔

اجتماعی اعتکاف کے فوائد:

اجتماعی اعتکاف کے کثیر فوائد ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔

① ...... اجتماعی اعتکاف میں اجتماعی عبادت وریاضت، ذکر وفکر کا موقع ملتا ہے اور اجتماعی عبادت شرعاً مطلوب ومحمود ہے۔

② ...... باہمی مل کر دعا و پکار ہوتی ہے جو کہ مقبول ومنظور ہے۔

③ ...... ایک دوسرے کو سیکھنے سکھانے کا موقع ملتا ہے، جس کی فضیلت اپنی جگہ مسلّم ہے۔

④ ...... جو لوگ ناواقف اور ناآشنا ہوتے ہیں دوسروں کی دیکھا دیکھی انہیں بھی واقفیت وآشنائی اور آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔

⑤ ...... دور حاضر میں عام طور پر قلوب واذہان عبادت سے دور یا کم از کم معمولی توجہ

کے حامل ہوتے ہیں۔ اجتماعی اعتکاف کی برکت سے جب دوسرے لوگ عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتے ہیں تو جو لوگ سستی اور کاہلی کا شکار ہوں وہ بھی چاروناچار عبادت کی طرف راغب ہو ہی جاتے ہیں۔

مقصد اعتکاف:

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کے دیگر مقاصد میں ایک عظیم اور مرکزی مقصد لیلۃ القدر کی تلاش ہے۔ درج ذیل احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔

۱...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اعتکف رسول الله صلی الله علیه وسلم العشر الاوسط من رمضان یلتمس لیلة القدر الحدیث۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۷۰، مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا آپ لیلۃ القدر کو تلاش کرتے تھے،

یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب آپ کیلئے ابھی اسے ظاہر نہ کیا گیا، جب وہ دن گذرے تو آپ نے خیموں کو اکھاڑنے کا حکم فرمایا، پس انہیں اکھیڑ دیا گیا، پھر جب آپ کیلئے واضح کر دیا گیا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے، تو آپ نے خیمے لگانے کا حکم دیا، تو دوبارہ خیمے لگائے گئے پھر آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے، تو فرمایا: اے لوگو! بے شک میرے لیے لیلۃ القدر کو ظاہر کر دیا گیا تھا اور میں اس لیے باہر آیا کہ تمہیں اس کی خبر دوں تو دو آدمی آئے جو ایک دوسرے سے حق طلبی کر رہے تھے اور ان دونوں کے ساتھ شیطان تھا (یعنی وہ نہایت ناپسندیدہ انداز میں جھگڑ رہے تھے) تو

(ان کی سزا کے طور پر) میں اسے بھول گیا ہوں، لہٰذا تم اسے آخری عشرے میں تلاش کرو، اور اسے ۲۹ ویں، ۲۷ ویں اور ۲۵ ویں میں ڈھونڈو۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۷۲)

۲...... دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتكف العشر الاول من رمضان ثم اعتكف العشر الاوسط في قبة تركية على سدتها حصير قال فاخذ الحصير بيده فنحاها في ناحية القبة ثم اطلع رأسه فتكلم الناس فدنوا منه فقال انى اعتكف العشر الاول التمس هذه الليلة ثم اعتكف العشر الاوسط ثم اتيت فقيل لي انها في العشر الاواخر فمن احب منكم ان يعتكف فليعتكف فاعتكف الناس معه قال واني اريتها ليلة وتر الحديث۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۷۰، مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرے کا اور پھر دوسرے عشرے کا چھوٹے چمڑے کے خیمے میں اعتکاف کیا آپ نے چٹائی پکڑ کر قبہ کی ایک طرف رکھی پھر سر مبارک نکال کر لوگوں سے کلام کیا وہ آپ کے قریب ہوئے آپ نے فرمایا میں نے پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف اس رات کو پانے کیلئے کیا تھا، پھر مجھے بتایا گیا کہ وہ آخری عشرے میں ہے لہٰذا جو اعتکاف پسند کرے وہ اعتکاف کرلے اور مجھے دکھایا گیا کہ وہ طاق راتوں میں ہے۔

دس سے زائد دنوں کا اعتکاف:

رمضان المبارک میں آخری عشرے کا اعتکاف مسنون ہے اگر کوئی شخص اس میں زائد دنوں کا اعتکاف کرنا چاہے تو اس کیلئے اس کی گنجائش موجود ہے۔

افضل اعتکاف:

جواز کی حد تک تو ہر مسجد میں اعتکاف کرنا درست ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانتم عاکفون فی المساجد۔ (البقرہ:۱۸۷)

جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرتے ہو۔

لیکن مساجد کی فضیلت میں تفاوت سے اعتکاف کی فضیلت بھی مختلف ہوگی۔ لہٰذا سب سے افضل اعتکاف وہ ہے جو مسجد حرام میں کیا جائے، پھر وہ جو مسجد نبوی میں ہو پھر وہ اعتکاف جو بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) میں ہے، پھر وہ مساجد ہیں جو مرکزی اور جامع ہوں، جہاں باقاعدہ اذان، جماعت اور خطبہ وغیرہ کا اہتمام ہوتا ہو۔ مساجد کی یہ متفاوت فضیلت درج ذیل حدیث نبوی میں ہے۔

آدمی کیلئے اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے ایک نماز کا ثواب ہے، قبیلے کی مسجد میں ۲۵ نمازوں کے برابر، جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو وہاں پچاس کے برابر، مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار کے برابر، میری مسجد نبوی میں پچاس ہزار کے برابر اور مسجد حرام (بیت اللہ) میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے

(ابن ماجہ ص ۱۰۳، مشکوٰۃ ص ۷۲)

اعتکاف کی شرائط:

اعتکاف کیلئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے اگر وہ شرائط نہ پائی جائیں تو اعتکاف درست نہ ہوگا۔ مثلاً

① ۔اعتکاف کی نیت ہو۔

② ۔واجب اور مسنون اعتکاف میں روزہ بھی رکھے۔اور اگر نفلی اعتکاف پورے دن کا ہے تو اس میں بھی روزہ رکھے۔

③ ۔مسلمان ہو۔

④ ۔عاقل ہو۔

⑤ ۔مرد جنابت (ناپاکی، غسل کے لازم ہونے) سے اور عورت حیض اور نفاس سے پاک ہو۔

⑥ ۔بیوی سے مباشرت، اسے چھونا اور بوسہ لینا ترک کرنا بھی شرط ہے۔

نوٹ: بالغ ہونا اور مرد ہونا اعتکاف کیلئے شرط نہیں۔اس لیے باشعور اور سمجھ دار نابالغ بچہ بھی اعتکاف کرسکتا اور عورت بھی اعتکاف کرسکتی ہے۔ایسے ہی اگر عورت حیض نفاس سے تو پاک ہے لیکن اسے استحاضہ (بیماری کا خون) آتا ہو تو وہ بھی اعتکاف کرسکتی ہے۔کیونکہ یہ خون عبادت سے نہیں روکتا بلکہ ایسی عورت پر نماز، روزہ بھی عام عورتوں کی طرح فرض ہوتا ہے۔

❁...... ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا تھا۔

(بخاری ج ا ص ۲۷۳)

مسائل اعتکاف:

اعتکاف ایک مسنون عمل ہے، اس کو اپناتے ہوئے سنت طریقہ کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے، یہ بطور رسم اور عادت کے نہیں، بلکہ بطور سنت اور عبادت کے سرانجام دینا

چاہیے۔ سطور ذیل میں اس کے چند مسائل پیش خدمت ہیں۔

مسجد میں خیمہ لگانا:

① ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان فکنت اضرب له خِباءً فیصلیّ الصبح ثم یدخله۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۷۲، مسلم ج ۱ ص ۳۷۱، ابن ماجہ ص ۱۲۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے، میں آپ کیلئے خیمہ لگا دیتی، آپ (اکیس رمضان کی) صبح کی نماز ادا فرماتے اور اس میں چلے جاتے۔

یعنی بیس رمضان المبارک بعد نماز مغرب سے نماز فجر تک خیمے سے باہر مسجد میں عبادت میں مصروف رہتے اور اکیس رمضان کی صبح نماز فجر پڑھ کر خیمے میں تشریف لے جاتے۔

② حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة ترکیة علی سدّتها حصیر الحدیث۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۷۲۔ مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر آپ نے ایک ترکی خیمے میں درمیانی عشرے کا اعتکاف فرمایا، جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔

۳ دوسری روایت میں ہے:

اعتکف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشر الاوسط من رمضان یلتمس لیلۃ القدر قبل ان تبان لہ قال فلما انقضین امر بالبنآء فقوض ثم ابینت انھا فی العشر الاخر فامر بالبنآء فاعید الحدیث۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۷۲)

رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا، جس میں آپ لیلۃ القدر کا علم دیئے جانے سے پہلے اس کو تلاش کرتے رہے۔ جب درمیانی عشرہ مکمل ہوگیا تو آپ نے خیمہ کھولنے کا حکم دیا۔ پھر آپ کو علم دیا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے، آپ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا اور دوبارہ اسمیں تشریف لائے۔

ان روایات سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کیلئے خیمہ لگوایا کرتے تھے۔

اعتکاف گاہ میں چارپائی رکھنا:

اگر معتکف ضرورت محسوس کرے تو جائے اعتکاف میں چارپائی بھی رکھ سکتا ہے۔

✿...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا اعتکف طرح لہٗ فراشہٗ اویوضع لہ سریرہ وراء اسطوانۃ التوبۃ۔ (ابن ماجہ ص ۱۲۸ مشکوۃ ص ۱۸۳)

نبی کریم ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپ کیلئے بستر یا چارپائی بچھائی جاتی، ستون توبہ کے پیچھے۔

جگہ مخصوص کرنا:

ویسے تو مسجد میں جس مقام پر بھی جگہ مل جائے، وہاں اعتکاف کرنا درست

ہے، لیکن اگر بغیر کسی اختلاف اور فتنہ کے کسی جگہ کو اپنے لیے خاص کر لیا جائے تو بھی درست ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے استن توبہ کے پاس اعتکاف کی جگہ مخصوص تھی

...... اور دوسری روایت میں حضرت نافع بیان کرتے ہیں:

ارانی عبد الله المکان الذی کا ن ا یعتکف فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم من المسجد۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۷۱، ابن ماجہ ص ۱۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ مخصوص جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ اعتکاف فرماتے تھے۔

خیمے میں کب داخل ہو؟:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اراد ان یعتکف صلی الفجر ثم دخل معتکفهٗ۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۷۱، واللفظ لہٗ، ابن ماجہ ص ۱۲۸، مشکوۃ ص ۱۸۳)

رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے۔

...... دوسری روایت میں آپ نے بیان کیا ہے:

میں آپ کیلئے خیمہ لگاتی تو (مغرب سے فجر تک مسجد میں رہتے) فجر پڑھ کر اسمیں داخل ہو جاتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۷۲)

معتکف کونسے اعمال نہیں کرسکتا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تباشروهن وانتم عاكفون فی المساجد۔(البقرہ:۱۸۷)

جب تم اعتکاف کی حالت میں ہوتو اپنی بیویوں سے (رات کے وقت) بھی جماع نہ کرو۔

❁...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

السنة على المعتكف ان لا يعود مريضاً ولا يشهد جنازه ولا يمس المرأة ولايبا شرها ولا يخرج لحاجة الالما لا بدمنه۔

(ابوداؤدج اص ۳۳۵، شعب الایمان ج ۷ص ۵۲۱، برقم:۳۶۷۶، مشکوۃ ص ۱۸۳)

سنت یہ ہے کہ معتکف (مسجد سے نکل کر) مریض کی عیادت نہ کرے، جنازہ نہ پڑھے، عورت کو (شہوت کیساتھ) نہ چھوئے، نہ اس سے جماع کرے اور کسی ضروری حاجت (یعنی بدل وبراز وغسل جنابت) کے علاوہ مسجد سے باہر نہ نکلے۔

❁...... آپ مزید فرماتی ہیں:

كان النبی صلى الله عليه وسلم يعود المريض وهو معتكف فيمر كماهو فلا يعّرج يسأل عنه۔

(ابوداؤدج اص ۳۳۵، مشکوۃ ص ۱۸۳، سنن کبریٰ بیہقی ج ۴ص ۳۲۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے (تو اگر قضائے حاجت کے لئے نکلتے) تو مریض کی عیادت کرتے، لیکن اپنی حالت پر رہتے، راستے سے ہٹ کر اس سے نہ پوچھتے۔

یعنی دوران راہ اگر کوئی بیار مل جاتا تو راستے سے ہٹے بغیر چلتے چلتے اس سے حال دریافت کر لیتے۔

⚘...... مزید فرماتی ہیں:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لایدخل البیت الا لحاجه اذا کانوا معتکفین۔ (بخاری ج ۲ص ۲۷۲، مسلم ج اص ۱۴۲، ابن ماجہ ص ۱۲۹)

رسول اللہ ﷺ حاجت کے علاوہ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے جب وہ اعتکاف کرتے۔

حاجت سے مراد بول و براز اور غسل جنابت یا کھانا لینے جانا ہے۔

⚘...... دوسری روایت میں ہے:

کان لا یدخل البیت الالحاجة الانسان۔

(مسلم ج اص ۱۴۲، مؤطا امام مالک ص ۲۶۳، ترمذی ج اص ۹۹)

کہ آپ اعتکاف کی حالت میں حاجت انسانی کے علاوہ گھر میں نہ آتے۔

کنگھی کرنا:

معتکف حالت اعتکاف میں سر میں کنگھی بھی کر سکتا ہے۔

⚘...... ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان النبی صلی الله علیه وسلم یصغی الی راسه وهو مجاور فی المسجد فارجله وانا حائض۔ (بخاری ج اص ۲۷۱)

نبی کریم ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے آپ اپنا سر انور میری طرف جھکاتے اور

میں حالت حیض میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی۔

﴿﴾...... دوسری روایت میں ہے:

وان کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لیدخل علی راسه وهو فی المسجد فارجله۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۷۲)

رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک میرے کمرے میں داخل کرتے اور میں آپ کو کنگھی کرتی آپ مسجد میں ہی ہوتے۔

سر دھلانا:

اعتکاف کے دوران مسجد میں رہتے ہوئے اگر معتکف اپنا سر دھونا چاہے تو بھی جائز ہے اگر وہ مسجد سے نکل گیا تو اسکا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

﴿﴾...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان النبی صلی الله علیه وسلم یخرج رأسه من المسجد وهو معتکف فاغسله وانا حائض ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۷۲)

نبی کریم ﷺ مسجد سے اعتکاف کے دوران اپنا سر انور میری طرف کرتے میں حالت حیض میں ہی آپ کا سر دھوتی تھی۔

مسئلہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر معتکف کے جسم کا کچھ حصہ مسجد سے باہر ہو جائے تو اسکا اعتکاف نہیں ٹوٹتا، جب تک پورا جسم باہر نہ ہو۔

ضرورت کے وقت مسجد کے دروزے تک آنا:

اگر کسی مسجد کا دروازہ حدود مسجد سے باہر ہو تو وہاں جانے سے اعتکاف ٹوٹ

جاتا ہے۔ہاں اگر دروازہ مسجد سے متصل ،مسجد کی حدود میں ہو،تو بوقت ضرورت معتکف دروازے تک جاسکتا ہے، بلکہ باہر والے شخص سے کلام بھی کرسکتا ہے۔ اگر اس پر کوئی الزام واعتراض ہو، اور وہ اپنی صفائی دینا چاہے تو دروازے کے پاس جاکر دے سکتا ہے۔

۞...... حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ) نے مجھے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے آپ کے اعتکاف کے دوران مسجد میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں آئیں۔ کچھ دیر آپ کے پاس گفتگو کی، پھر اٹھیں تا کہ واپس جائیں تو نبی کریم بھی ان کیساتھ کھڑے ہو گئے تا کہ انہیں واپس چھوڑ آئیں حتی کہ جب وہ مسجد کے دروازے "باب ام سلمہ" کے پاس پہنچیں تو انصار قبیلہ کے دو مرد (اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر) وہاں سے گذرے، ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ذرا ٹھہرو! یہ (تمہاری روحانی ماں) صفیہ بنت حیی ہے۔انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ! یا رسول اللہ! اور اسے بڑا دشوار جانا، وہ یہ سمجھے کہ آپ نے خیال کیا ہے کہ شاید ہم بدگمانی کریں گے،آپ نے فرمایا بے شک شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے اور مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بری چیز نہ ڈال دے۔ (بخاری ج اص ۲۷۲)

اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے قریب آکر حضرت ام المومنین کو الوداع کیا اور صحابہ کرام کے سامنے وضاحت کرتے ہوئے ان سے گفتگو بھی فرمائی۔

معتکف کا اپنی زوجہ سے ملاقات کرنا:

اعتکاف کے دوران اگر معتکف کی زوجہ اس سے ملنے آئے تو اس سے ملاقات کرنا درست ہے، ہاں اسے شہوت کیساتھ چھونا نہیں چاہیے۔ مذکورہ بالا حدیث پاک سے واضح ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وملاقات کیلئے حاضر ہوئیں اور آپ نے ان سے ملاقات بھی فرمائی اور دروازے تک الوداع بھی کیا۔

دوسری روایت میں یہ جملے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد وعندہ ازواجہ فرحن۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۷۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف کی حالت میں تھے اور آپ کے پاس آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ملنے آئیں، پھر چلی گئیں۔

گرمی کی وجہ سے غسل کا حکم:

دوران اعتکاف آدمی کیلئے، غسل جنابت (احتلام کے بعد کا غسل) کے علاوہ محض اپنے جسم کو ٹھنڈک پہنچانے، گرمی کم کرنے اور پسینے کی بدبو دور کرنے کیلئے باہر جا کر غسل کرنا درست نہیں ہے۔

اگر وہ اس غرض سے مسجد سے باہر جائیگا تو اسکا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ ہاں اگر اپنے سر کو حدود مسجد سے باہر نکال دے اور خود مسجد میں ہی رہے تو کوئی دوسرا اسکا سر دھو ڈالے تو درست ہے۔ ایسا ہی اگر مسجد میں پانی گرائے بغیر حدود مسجد میں غسل کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔

بعض دیگر مسائل:

معتکف بالکل خاموش نہ رہے، بلکہ جب بات کرے تو بھلائی کی بات کرے، عبادت کی نیت سے چپ رہنا گناہ ہے، لیکن بری گفتگو سے خاموشی بہتر ہے۔

◇...... اگر جان بوجھ کر یا بھول کر جماع کر بیٹھا، شہوت سے اپنی بیوی کو چھولیا یا مسجد سے باہر نکل آیا، تو، اعتکاف ٹوٹ جائیگا۔

◇...... اگر ضرورت ہو تو وہ کھانا لانے کیلئے گھر جا سکتا ہے۔

◇...... اگر جان بوجھ کر کھا پی لیا تو اعتکاف فاسد ہو گیا، بھول کر کھایا تو باقی رہے گا۔

◇...... اعتکاف شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مسنون ہو یا نفل دونوں کو توڑ دینے سے اسکی قضاء لازم ہے۔

◇...... اگر اعتکاف کی نذر مانی تو جتنے دن کا کہا اسمیں اتنی راتیں بھی شامل ہوں گی۔

◇...... ہاں اگر صرف ایک دن کا اعتکاف نذر مانا تو اس میں رات شامل نہ ہوگی۔

◇...... اگر اعتکاف فاسد ہو گیا تو جتنے دن کا فاسد ہوا اتنے دن کی قضاء کرے گا۔ مثلاً اگر ایک دن کا فاسد ہوا تو ایک دن کی قضا ہوگی اور اگر زیادہ دنوں کا اعتکاف فاسد ہوا تو زیادہ کی قضا کرے۔

◇...... جن علاقوں میں کرایہ پر جگہ لے کر یا مدرسہ کو مسجد کے امور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے وہ شرعاً مسجد نہیں ہیں وہاں اعتکاف کرنا درست نہیں ہے۔

◇...... اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو جمعہ کیلئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے۔

◇...... اگر مسجد میں قضائے حاجت کیلئے جگہ نہیں ہے تو جہاں میسر ہو جا سکتا ہے۔ خواہ قریب یا دور، لیکن فارغ ہوتے ہی واپس لوٹ آئے بلا وجہ ٹھہرا تو اعتکاف ٹوٹ گیا۔

◇...... دوران اعتکاف منہ کو چھپانا ضروری نہیں، اگر معتکف چاہے تو خیمہ سے باہر نکل کر لوگوں سے جائز گفتگو بھی کر سکتا ہے، وعظ و نصیحت اور درس و تدریس و امامت اور خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے سکتا ہے۔

◇...... معتکف خوشبو، تیل، سرمہ لگا سکتا ہے، حجامت بنوا سکتا ہے، بشرطیکہ مسجد سے باہر نہ جائے اور مسجد بھی آلودہ نہ ہو۔

◇...... خیمہ لگانا ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی اعتکاف درست ہے، صحن مسجد میں سو بھی سکتا ہے۔

◇...... اگر دوران اعتکاف احتلام ہو تو کچھ حرج نہیں، فوراً غسل کر کے لباس بدل لے یا دھو کر وہی پہن لے۔

◇...... اعتکاف کے دوران سگریٹ، یا حقہ نوشی درست نہیں، کیونکہ اس سے بدبو پھیلتی ہے اور اگر حدود مسجد سے نکل کر یہ کام کرے گا، تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

خواتین کا اعتکاف:

اگر خواتین بھی اعتکاف کرنا چاہیں، تو کر سکتی ہیں۔

۞...... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہٗ من بعدہٖ۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۷۱، مسلم ج ۱ ص ۳۷۱، مشکوٰۃ ص ۱۸۳)

بے شک نبی کریم ﷺ وفات تک رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے ہیں، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔

اس سے معلوم ہوا کے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اعتکاف کیا ہے۔

......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اعتکفت مع رسول الله ﷺ امرأة من ازواجه مستحاضة ...... الحديث

(بخاری ج۱ ص۲۷۳)

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ کی ایک زوجہ نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا۔

صرف ایک زوجۂ رسول نے آپ کی ظاہری زندگی میں اعتکاف کیا تھا، باقی ازواج نے آپ کے وصال کے بعد اعتکاف کیا، یہی وجہ ہے کہ پہلی روایت میں بعد کا ذکر ہے اور اس روایت میں ظاہری زندگی کا بیان ہے، بعض حضرات جنہیں یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہم صرف قرآن وسنت پر چلتے ہیں، ہمارے لیئے کسی امتی کی بات حجت و دلیل نہیں، وہ محض الفاظ کی کھینچا تانی سے خواتین کے مسجد میں اعتکاف کرنے پر استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں، جسکا معنیٰ ''مسجد میں اعتکاف کرنا'' ہو، جسے یہ دعویٰ ہو، وہ اپنے دعویٰ کو صریح روایت سے ثابت کرے، صرف ''مع'' کے لفظ سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اسمیں متعدد معانی کا احتمال ہوتا ہے۔

رسول اللہ کا خواتین کے مسجد میں اعتکاف پر ناراض ہونا:

احادیث مبارکہ میں متعدد اسناد کیساتھ، صحیح روایات سے ثابت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے لگائے ہوئے خیموں کو ناراضگی اور ناپسندیدگی سے نہ صرف اکھڑوا دیا، بلکہ آپ نے اپنا اعتکاف بھی ترک فرما دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

فلما انصرف رسول الله صلی الله علیه وسلم من الغداة ابصر قباب فقال ماهذا فاخبر خبر هن فقال ماحملهن علی هذا البر انزعو ها فلا اراها فنزعت فلم یعتکف فی رمضان حتی اعتکف فی آخر العشر من شوال۔

(بخاری ج۱ص۲۷۴،۲۷۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت واپس (خیمے والی جگہ پر) آئے، اور آپنے چار خیمے (حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہن اور اپنا خیمہ) دیکھے تو فرمایا: انہیں کس نے اس چیز پر ابھارا ہے؟ کیا یہ (ان کا مسجد میں بیٹھنا) نیکی ہے؟ (صحابہ!) ان کے خیمے اتار دو، میں اسے درست نہیں سمجھتا، چنانچہ خیمے اتار دیئے گیئے اور آپ نے اعتکاف نہ کیا، پھر شوال کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا۔

اس روایت میں کھلے لفظوں میں مسجد میں اعتکاف کرنے پر رسول اللہ کی اس حد تک ناراضگی موجود ہے، کہ خیموں اکھیڑ دیئے، فرمایا کیا یہ نیکی ہے؟ اور خود بھی اعتکاف چھوڑ دیا۔

❁...... مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

فقال البر یردن فامر بخبائه فقوض وترك الاعتکافه...... الحدیث

(مسلم ج۱ص۳۷۱)

آپنے (ازواج کے خیموں کو دیکھ کر) فرمایا کیا یہ نیکی کا ارادہ رکھتی ہیں؟ (یہ

کوئی نیکی نہیں) پھر آپ نے خیموں کو اتار دینے کا حکم فرمایا، تو انہیں اتار دیا گیا اور آپ نے بھی (احتجاجاً) اعتکاف ترک کر دیا۔

معلوم ہوا نیکی کا ارادہ کر کے مسجد میں اعتکاف کیلئے خیمے لگانے والیوں کے خیموں کو اتروا دینا سنت ہے، جس پر وہابی لوگ عمل نہیں کرتے۔

......اس کے تحت امام نووی لکھتے ہیں:

قال القاضی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا الکلام انکار الفعلهن وقد کان صلی الله علیه وسلم اذن لبعضهن فی ذلک کما رواه البخاری۔ (نووی ج ا ص ۳۷۲)

حضرت قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلام ان کے عمل کا انکار کرنے کیلئے فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ نے اس سے قبل ایک زوجہ کو اجازت دی تھی، جیسا کہ بخاری نے روایت کیا ہے۔

اجازت دے کر بعد میں انکار فرما دیا، جس سے واضح ہے کہ آپ نے اپنے حکم اور اجازت کو خود منسوخ اور ممنوع قرار دے دیا۔

اسی حدیث کے فوائد میں محدثین نے صراحت کی ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات کے اس عمل کو ناگوار کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں عام مسلمان، دیہاتی اور منافقین ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اور ازواج (یا اعتکاف والی خواتین) کو اپنی طبعی حاجات کی وجہ سے بار بار مسجد میں آنا جانا پڑتا ہے اور ہر قسم کے لوگوں کے سامنے ان کا آنا جانا ہوتا اس لیئے آپ نے ان کے خیمے اکھڑوا دیئے۔ ملاحظہ ہو! نووی وغیرہ۔

عورتوں کو مسجدوں میں اعتکاف بٹھانے پر زور دینے والوں کیلئے دعوت فکر

ہے کہ اگر بقول ان کے رسول اللہ ﷺ نے ازواج کو اجازت دی تھی، تو پھر آپکا خیموں کو اکھیڑنا، اسے نیکی سمجھنے پر ڈانٹنا اور اتنی ناراضگی کا اظہار فرمانا کہ اپنا اعتکاف بھی چھوڑ دینا، کیا سب مسئلہ کی حقیقت کو کھول کر نہیں رکھ دیتا؟

مخالفن کا عمل:

وہابی حضرات جب دلائل دیتے ہیں تو اسمیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کیساتھ ازواج نے اعتکاف کیا، اور جب عمل کرتے ہیں، تو اپنے دلائل کو بھی رد کر دیتے ہیں ان سے پوچھیئے کہ

- کیا انہوں نے اپنی بیوی کا خیمہ اپنے خیمے کیساتھ لگا کر کبھی اعتکاف کیا؟
- کیا دیگر خواتین کے خیمے مردوں کیساتھ لگاتے ہیں؟
- کیا خون استحاضہ والی بیوی کو اعتکاف کرایا؟
- اگر تم اپنے عمل پر بضد ہو تو ایک ایسی صحیح، صریح، مرفوع روایت دکھا دو جسمیں تمہارا عمل مذکور ہو، کہ

عورتیں چھت پر اعتکاف کریں اور مرد نیچے
عورتوں کے خیمے الگ ہوں اور مردوں کے الگ

یا ان روایات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زوجہ وغیرہ کو ساتھ لے کر ایک ہی جگہ اعتکاف کر کے اس سنت کو زندہ کرو، ورنہ اس کا نام لینا چھوڑ دو۔

اعتراف حقیقت:

مقام مسرت ہے کہ گو ہمارے کہنے پر نہیں، بلکہ اپنے اعمال کا خمیازہ بھگت کر

اور خواتین کو مساجد میں اعتکاف کرانے کے برے نتائج دیکھ کر اب تو مخالفین کے ایوانوں میں بھی اہلسنت کی آواز گونجنے لگی ہے اور انہوں نے بھی چارو ناچار کہہ ہی دیا ہے کہ عورتیں گھروں میں اعتکاف کریں۔ ملاحظہ ہو!

1. تجلیات رمضان ص ۱۲۵ پر لکھا ہے:

نوٹ: عورتیں بدستور گھروں میں اعتکاف کریں۔

2. ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم برطانیہ جلد ۱۳ شمارہ ۴ ص ۲۳ پر موجود ہے

عورتوں کیلئے گھروں میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔

3. عبدالغفور اثری نے تسلیم کیا ہے کہ

"بعض اہل حدیث علماء نے بھی عورتوں کو اپنے گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت دے رکھی ہے" (تحفہ رمضان ۸۷)

نوٹ: مذکورہ دونوں حوالے بھی اسی تحفۂ رمضان سے ماخوذ ہیں...... جو مخالفین کے لیے "سرمۂ بصیرت" ہیں۔

قارئین کرام! یہ ان لوگوں کے فتوے ہیں جن کا نعرہ ہے کہ ہماری آواز صرف قرآن وحدیث ہے، اگر یہ بات درست ہے تو مان جائیں، کہ احناف کا موقف درست ہے۔ ورنہ غیر مقلدین نے اپنے دعوے پر نظر ثانی کریں۔

مسائل برائے خواتین:

عورت نے اپنے گھر میں جہاں نماز کیلئے جگہ مخصوص کر رکھی ہے، وہاں اعتکاف کرے، اگر کوئی جگہ خاص نہیں کی تو اسے خاص کر لے، اعتکاف کیلئے شوہر سے

اجازت لے، قضائے حاجت اور کھانے کے علاوہ اس جگہ سے باہر نہ نکلے، اگر اسی دوران حیض یا نفاس آ گیا تو اعتکاف ٹوٹ گیا، جتنے دن باقی رہ گئے تھے، اتنے دنوں کی قضا کرے، قضائے حاجت سے فارغ ہو کر فوراً اپنی جگہ پر آ جائے۔

مسائل کی تفصیل کیلئے بہار شریعت جلد اول حصہ ۵ کا مطالعہ کریں۔

آخری عشرہ کے فضائل

یوں تو پورا رمضان المبارک ہی انوار و برکات کا حامل ہے، اسکا ہر لمحہ اور ہر گھڑی بے مثال ہے، لیکن رمضان المبارک کے آخری عشرے کو جو انفرادیت اور ممتاز حیثیت حاصل ہے، وہ اپنی جگہ مسلّم ہے جو محتاج بیان نہیں۔ یہ عشرہ اپنے خصوصی انعامات و تجلیات کی وجہ سے ممتاز اور لاجواب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں اس عشرے کے انفرادی امور، امتیازی فضائل اور جداگانہ مسائل موجود ہیں...... جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

جہنم سے آزادی کا عشرہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة وآخره عتق من النار۔

(مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

اور وہ (رمضان المبارک) ایسا مہینہ ہے کہ اسکا پہلا عشرہ رحمت کا، دوسرا عشرہ

مغفرت و بخشش کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے۔

اس حدیث پاک میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کو دوزخ سے آزادی اور جہنم سے رستگاری کا عشرہ قرار دیا گیا ہے۔

کثرت عبادت کا عشرہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر گھڑی ہر لمحہ اور ہر ساعت یاد خداوندی میں بسر فرماتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔

(بخاری ج۱ ص۴۴، مسلم ج۱ ص۱۶۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوقات اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

اس کے ضمن میں امام نووی لکھتے ہیں۔

یکون معظم المقصود انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یذکر اللہ تعالیٰ متطہرا اومحدثا وجنبا وقائماً وقاعداً ومضطجعاً وماشیاً واللہ اعلم۔

(نووی بر مسلم ج۱ ص۱۶۰)

اس قول کا بنیادی مقصد یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے اور وضو کے بغیر، جنابت کی حالت میں، کھڑے، بیٹھے، لیٹے اور چلتے ذکر خدا کرتے تھے۔

لیکن رمضان المبارک میں اس کا خصوصی اہتمام ہوتا، اور آخری عشرے میں تو مزید بڑھ جاتا۔

۱..... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذادخل العشر احیی اللیل

وایقظ اهله وجد و شد المئزر۔

(مسلم ج۱ ص۳۷۲، واللفظ لہ، بخاری ج۱ ص۲۷۱، مشکوٰۃ ص۱۸۲)

جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ راتوں کو بیدار رہتے، اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے، خوب محنت کرتے اور کمر ہمت باندھ لیتے، (ازواج سے جدا ہو جاتے)

۲...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوقظ اهله فی العشر الاواخر من رمضان۔ (ترمذی ج۱ ص۹۸)

نبی کریم ﷺ آخری عشرے میں اپنے اہل خانہ کو (بھی) بیدار کرتے تھے۔

۳...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتهد فی العشر الاواخر مالا یجتهد فی غیرہ۔ (ترمذی ج۱ ص۹۸، مسلم ج۱ ص۳۷۲، مشکوٰۃ ص۱۸۲)

رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں عبادت میں پہلے سے زیادہ اہتمام فرماتے۔

۞...... امام نووی لکھتے ہیں:

ففی هذا الحدیث انه یستحب ان یزداد من العبادات فی العشر الاواخر من رمضان واستحباب احیاء لیاله بالعبادات (نووی بر مسلم ج۱ ص۳۷۲)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب بیداری کرتے ہوئے عبادات بجالانا مستحب جانتے۔

وھابیوں اور دیوبندیوں کی حدیث میں شرمناک تحریف لفظی:

امام الوہابیہ نواب صدیق حسن خان نے حدیث یوں لکھی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ۔(الانتقاد الرجیع ص ۶۱)

اور مفتی ملت دیوبندیہ، رشید احمد کراچوی نے بھی اس حدیث کو یونہی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو! احسن الفتاویٰ جلد نمبر ۳۔

جبکہ یہ ان دونوں چچیرے بھائیوں کی حدیث مذکور میں زبردست تحریف اور شرمناک ردوبدل ہے...... کیونکہ حدیث بالا میں ''فی رمضان'' کا جملہ نہیں ہے......

مغفرت کا عشرہ:

اس عشرے کی آخری رات کو روزے داروں کو مغفرت و بخشش کی نوید سنا دی جاتی ہے لہٰذا یہ مغفرت و بخشش کا بھی عشرہ ہے۔

۱...... حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی چیزیں ملی ہیں، جو کسی نبی کو بھی مجھ سے قبل نہیں ملیں۔ ان پانچوں میں سے آخری بات کا بیان کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

واما الخامسۃ فانہ اذا کان اٰخر لیلۃ غفرلھم جمیعاً فقال رجل من القوم اھی لیلۃ القدر فقال لا الم ترالی العمال یعملون فاذا فرغو من اعمالھم وفوا اجورھم۔(شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۲)

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ جب رمضان المبارک کی آخری رات آتی ہے تو ان تمام (روزہ داروں) کو بخش دیا جاتا ہے، ایک آدمی نے عرض کیا: حضور کیا یہ کام لیلۃ القدر کو ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ مزدور اپنا کام کرتے ہیں پس جب وہ اپنے کاموں سے فارغ ہوتے ہیں تو انہیں ان کا پورا بدلہ دے دیا جاتا ہے۔

﴿۲﴾...... اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ملاحظہ ہو! مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۲، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۰۔

ان روایات سے واضح ہے کہ روزے داروں کو ان کا اجر و ثواب آخری عشرے کی آخری رات کو عطا فرما دیا جاتا ہے۔

﴿۳﴾...... ایک روایت میں ہے:

جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندے کی طرف نظر رحمت فرما لیتا ہے تو اسے عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیس رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے ہوتے ہیں ان کے مجموعہ کے برابر اس ایک رات میں آزاد فرماتا ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۸)

اعتکاف کا عشرہ:

رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف کے دن ہیں، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ اس عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ

﴿۱﴾...... حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يعتكف في العشر الاواخر من

رمضان فلم یعتکف عاما فلما کان فی العام المقبل اعتکف عشرین۔

(ترمذی ج۱ ص۹۹، مشکوٰۃ ص۱۸۲)

نبی کریم ﷺ آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے، آپ نے ایک سال اعتکاف نہ کیا جب اگلا سال آیا تو بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔

﴿۲﴾...... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان فسافر عاماً فلما کان من العام المقبل اعتکف عشرین یومًا۔

(ابن ماجہ ص۱۲۷، ابوداؤد ج۱ ص۲۳۴، مشکوٰۃ ص۱۸۲)

بے شک نبی ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے تھے آپ نے ایک سال سفر اختیار کیا (جسکی وجہ سے اعتکاف نہ کیا) تو آئندہ سال بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔

اس حوالے سے متعدد روایات گذر چکی ہیں۔

لیلۃ القدر کا عشرہ:

اس عشرے کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس میں وہ عظیم وجلیل رات ہے جسے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس عشرے کا اعتکاف بھی لیلۃ القدر کو پانے کیلئے کیا جاتا ہے اور اسی عشرے میں اسے تلاش کرنے کا حکم ہے جیسا کہ

﴿۱﴾...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تحروالیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان۔ (بخاری ج۱ ص۲۷۰، ترمذی ص۹۸)

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

التمسوھا فی العشر الاواخر فی الوتر۔ (بخاری ج۱ص۲۷۰)

(آپ نے فرمایا) اُسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(۳)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

شب قدر کو آخری عشرے میں تلاش کرو اگر کوئی کمزور ہو یا مجبور ہو جائے تو آخری ہفتہ (عشرہ) میں اس پر (نیند کی وجہ سے) غلبہ نہیں ہونا چاہیے۔

(تفسیر مظہری ج۱۰ص۳۱۴)

طاق راتوں سے مراد رمضان المبارک کی اکیسویں (۲۱)، تیئسویں (۲۳) پچیسویں (۲۵)، ستائیسویں (۲۷)، اور انتیسویں (۲۹) راتیں ہیں۔

(۴)...... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیلۃ القدر فی العشر البواقی من قامھن ابتغآء حسبتھنّ فان اللہ تبارک وتعالیٰ یغفرلہ ماتقدم من ذنبہ وما تأخر ...... الحدیث۔ (مسند احمد ج۵ص۳۲۴، مجمع الزوائد ج۳ص۱۷۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ہے جو ان میں قیام کرے، ثواب کے ارادہ سے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

ان روایات میں لیلۃ القدر کیلئے کسی ایک رات کو خاص نہیں گیا تا کہ مسلمان

لیلۃ القدر کے فیوض و برکات کے حصول کیلئے جدوجہد کریں، رمضان المبارک کی زیادہ راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کریں اور اپنی محنت و لگن کا بدلہ پا کر اللہ تعالیٰ کی نوازشات سے بہرہ ور ہو سکیں۔

نزول قرآن:

رمضان المبارک کے اسی آخری عشرے کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کی ایک رات "لیلۃ القدر" میں قرآن مقدس جیسی عظیم نعمت کا نزول بھی ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ انا انزلنا ہ فی لیلۃ القدر (القدر:۱)

بے شک ہم نے لیلۃ القدر میں اس (قرآن) کو اتارا ہے۔

اختتام نزول قرآن:

لطف یہ ہے کہ اسی عشرے کو لیلۃ القدر میں مسلمانوں کو قرآن جیسی لازوال دولت نصیب ہوئی۔ غار حرا کی خلوتوں میں جب خدا کا محبوب محوِ عبادت تھا، تو قرآن مجید کی پہلی وحی (سورہ علق کی ابتدائی آیات) سے نزول قرآن کا آغاز کیا گیا۔ اور تیئس سال کے طویل عرصے میں موقع بموقع، لحہ بہ لحہ، ضرورت کے مطابق قرآن نازل ہوتا رہا، جب اس ضابطہ حیات کی تکمیل اور واتمام واکمال کا وقت آیا تو وہ بھی رمضان المبارک کے اسی آخری عشرے کی لیلۃ القدر کا بابرکت موقع تھا۔ گویا نزول قرآن کا آغاز اور تکمیل قرآن دونوں آخری عشرے کے مبارک لمحات میں ہوئے۔

یوم قیام پاکستان:

پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے جو کہ بے شمار قربانیوں کے بعد حاصل ہوا، یہ

عظیم ملک، مقدس خطہ اور مبارک قطعہ بھی ہمیں رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ستائیسویں تاریخ کو حاصل ہوا تھا۔ آج ہم خود کو پاکستان کے باشندے قرار دیتے ہوئے ''جشن آزادئ پاکستان'' تو بڑے جوش وخروش سے مناتے ہیں۔ لیکن افسوس! کہ ہم مغربی تہذیب اور انگریزی تاریخ کے اس قدر دلدادہ ہو چکے ہیں کہ ہم نے ۱۴ اگست کو ہی اس کام کیلئے مختص کر رکھا ہے، ہمارے اکثر لوگوں کو اتنا بھی یاد نہیں کہ اسلامی کیلنڈر کے مطابق قیام پاکستان کا مہینہ کونسا ہے۔ خدا کرے کہ ہم حقیقت شناس بنیں اور قیام پاکستان کے مقصد ''نفاذ اسلام'' کی اہمیت کا احساس کر سکیں اور ملک کو اسلامی اسٹیٹ بنا سکیں۔

جمعۃ الوداع:

جمعہ سال کے کسی بھی مہینے کا ہو، اس کی خیر و برکت کے کیا کہنے، لیکن رمضان المبارک کا جمعہ اور وہ بھی جمعۃ الوداع، یعنی بالکل آخری جمعہ...... جو کہ نور علی نور ہے...... اس کی فضیلت کو جاننے کیلئے درج ذیل روایت پر غور فرمائیں......

❁...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

......اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر رات افطاری کے وقت ساٹھ ہزار گنہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے اور عید کے دن اللہ تعالیٰ سارے مہینے کے برابر تیس مرتبہ ساٹھ ساٹھ لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۴، درمنثور ج ۱ ص ۴۱۱)

❁...... حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ جملہ ہے:

رمضان کی آخری رات اللہ تعالیٰ تمام مہینے کے برابر لوگوں کو دوزخ سے

آزاد فرماتا ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۴)

⊛...... امام ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں ہر روز افطار کے وقت دس لاکھ ایسے دوزخیوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے، جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہو، جمعرات اور دن کو ہر گھڑی دس لاکھ جہنمی آزاد کیئے جاتے ہیں اور جمعۃ الوداع کے موقع پر جتنے دوزخی یکم رمضان سے اب تک آزاد کیے جاچکے تھے ان تمام کی گنتی کے برابر دوزخی آزاد کیے جاتے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

گنہگارو! خطا کارو، سیاہ کارو، مبارک ہو، اٹھو، کمر ہمت باندھو، رمضان المبارک کا آخری عشرہ...... اعتکاف کا حسین لمحہ...... لیلۃ القدر کا پر نور موقعہ ...... اسکا آخری جمعہ اور رمضان کی آخری ساعت تمہاری مغفرت، بخشش، معافی، دوزخ سے آزادی اور جہنم سے رستگاری کیلئے موجود ہے اسے ضائع مت کرو، اسے گنوانہ لو، ورنہ پچھتاتے رہو گے، دیکھو باران رحمت و کرم کتنا موسلا دھار ہو کر نازل ہو رہی ہے، اے مسلمان! ہمت نہ ہار بلکہ

اٹھ باندھ کمر! کیا ڈرتا ہے

پھر دیکھ! خدا کیا کرتا ہے

فضیلت لیلۃ القدر:

یوں تو پورا رمضان المبارک ہی برکتوں اور سعادتوں کا مہینہ ہے، لیکن اس کی ایک رات جسے لیلۃ القدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کی عظمت کا اندازہ اس امر سے کرلیا جائے کہ صرف اسی ایک رات کی قدر و منزلت بیان کرنے کیلئے قرآن مجید میں

پوری سورت القدر نازل ہوئی اسی رات میں قرآن مجید نازل ہوا، اس رات میں فرشتوں اور جبرئیل امین کا نزول ہوتا ہے، اس ایک رات کو ہزار مہینوں (تراسی سال اور چار ماہ) سے بہتر قرار دیا گیا ہے اور یہ امت محمدیہ کیلئے خصوصی عطیہ ہے۔

لیلۃ القدر صرف امت محمدیہ کو عطا ہوئی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وھب لا متی لیلۃ القدر لم یعطھا من کان قبلھم۔ (تفسیر در منثور ج۸ ص۵۲۲، دوسرا نسخہ ج۶ ص۳۷۱، کنز العمال ج۸ ص۵۳۶، مسند الفردوس: ۶۴۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میری امت کو عطا فرمائی ہے ان سے پہلے لوگوں کو عطا نہیں فرمائی۔

شان نزول:

لیلۃ القدر کیوں نازل ہوئی، اس کے متعلق اہل علم نے متعدد اور مختلف واقعات ذکر کیے ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

①...... امام مالک علیہ الرحمۃ نقل کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُری اعمار الناس قبلہ اوماشاء اللہ من ذالک فکانہ تقاصر اعمار امتہ عن ان لّا یبلغوا من العمل مثل الذی بلغ غیر ھم فی طول العمر فاعطاہ اللہ لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔

(موطا امام مالک ص۲۶۰، تفسیر کبیر ج۳۲ ص۳۱، شعب الایمان ج۸ ص

۱۷۹، درمنثور ج ۸ ص ۵۲۰، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۵۰۱)

بے شک رسول اللہ ﷺ کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھائیں گئیں، جو خدا نے چاہا تو آپ نے اپنی امت کی عمر کو کم سمجھا، کہ میری امت کے لوگ (اپنی تھوڑی عمر میں) ان لوگوں کے برابر عمل نہیں کر سکیں گے، جو وہ اپنی طویل عمر میں کریں گے۔ تو اللہ نے آپ کو ہزار مہینوں سے بہتر لیلۃ القدر عطا فرمائی۔

②...... حضرت مجاہد علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں۔

کان فی بنی اسرائیل رجل یقوم اللیل حتی یصبح ثم یجاهد العدو بالنهار حتی یمسی ففعل ذالك الف شهر فانزل الله هذه الآیة "لیلة القدر خیر من الف شهر" قیام تلك اللیة خیر من عمل ذالك الرجل۔

(تفسیر ابن جریر ج ۲۴ ص ۵۳۳، تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۴۹۹، درمنثور ج ۸ ص ۵۲۰)

بنی اسرائیل میں ایک ایسا آدمی تھا جو رات کو قیام کرتا حتی کہ صبح ہو جاتی، پھر دن کے وقت دشمن کے ساتھ جہاد کرتا حتی کہ رات ہو جاتی، اس نے یہ عمل ہزار ماہ تک جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے تو اس ایک رات کا قیام اس آدمی کے عمل (عبادت) سے بہتر ہے۔

③...... حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

ان النبی صلی الله علیه وسلم ذکر رجلاً من بنی اسرائیل لبس السلاح فی سبیل الله الف شهر فعجب المسلمون من ذالك فانزل الله عزوجل انا انزلناه فی لیلة الی قوله خیر من الف شهر التی لبس ذالك الرجل السلاح فی سبیل الله الف شهر۔

(سنن کبریٰ ج ۴ ص ۳۰۶ تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۳۰، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۴۹۹، درمنثور ج ۸ ص ۵۲۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا جس نے ایک ہزار ماہ خدا کے راستے میں ہتھیار پہنے رکھا اور (اور جہاد کرتا رہا) تو مسلمانوں کو اس کے اس عمل پر بڑا تعجب ہوا، پس اللہ تعالیٰ نے انا انزلنا فی لیلۃ القدر کو خیر من الف شہر تک نازل فرما کر بتا دیا کہ اس میں عبادت کرنا اس آدمی سے بہتر ہے جس نے ہزار ماہ جہاد کیلئے ہتھیار پہنا تھا۔

❁...... یہی روایت حضرت یحیٰ بن نجیح رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(تفسیر قرطبی ص ۱۳۲، جلد ۱۰، جز ۲، تفسیر عزیزی پارہ: ۳۰، سورۃ القدر)

لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے:

لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے کسی اور ماہ میں نہیں۔

اس پر قرآن وحدیث کی واضح تصریحات موجود ہیں۔

❁...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انا انزلنا فی لیلۃ القدر۔ (القدر: ۱)

ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔

❁...... دوسرے مقام پر فرمایا:

شہر رمضان الذی انزل فیه القرآن۔ (البقرہ: ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

دونوں آیتوں کو ملانے سے واضح ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں

ہے، جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔

...... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا:

فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸)

تو آپ نے فرمایا: وہ رمضان میں ہے۔

...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا اسمع عن لیلة القدر فقال هی فی کل رمضان۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۷، مشکوۃ ص ۱۸۲، درمنثور ج ۸ ص ۵۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق پوچھا گیا میں سن رہا تھا آپ نے فرمایا: وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔

...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہر رمضان میں لیلۃ القدر کو بیان کرتے ہیں۔

(درمنثور ج ۸ ص ۵۲۲)

...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی بیان کرتے ہیں۔ (درمنثور ج ۸ ص ۵۲۲)

...... حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

اخبرنی عن لیلة القدر یا ابا المنذر فان صاحبنا سئل عنها فقال من یقم الحول یصبها فقال رحم الله ابا عبد الرحمان والله لقد علم انها فی رمضان۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۸۲)

اے ابومنذر! مجھے لیلۃ القدر کے متعلق خبر دیجئے! کیونکہ ہمارے دوست

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں جو پورا سال قیام کرے وہ اسے پالے گا (یعنی ان کے خیال میں لیلۃ القدر پورے سال میں ہے) تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے، خدا کی قسم! وہ جانتے ہیں کہ بے شک وہ رمضان میں ہے۔

۞...... یہ روایت مسلم جلد اصفحہ ۳۷۰، اور ترمذی جلد اصفحہ ۹۸ پر بھی ہے۔

لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں:

لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گنہگاروں پر مزید کرم فرماتے ہوئے اسکا تعین بھی فرما دیا ہے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔

①...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ان رجالا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اروالیلۃ القدر فی المنام فی السبع الاواخر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اریٰ رویٰاکم قدطواطأت فی السبع الاواخر فمن کان متحریھا فلیتحرھافی السبع الاواخر۔ (مسلم ج۱ص ۳۶۹، بخاری ج۱ص ۲۷۰، مشکوٰۃ ۱۸۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کو (رمضان کے) آخری ہفتہ میں لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے موافق ہے۔ پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے، وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

②...... ایک روایت میں ہے۔

رای رجل ان لیلة القدر لیلة سبع وعشرین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اری رویا کم فی العشر الاواخر فاطلبو ھا فی الوتر منھا۔

(مسلم ج۱ص۳۶۹)

ایک شخص نے رمضان کی ستائیسویں رات میں لیلۃ القدر کوخواب میں دیکھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری دس دنوں میں واقع ہوا ہے، پس لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

③...... ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول للیلة القدر ان ناسًا منکم قداروا انھا فی السبع الاول واری ناس منکم انھا فی السبع الغوابر فالتمسو ھا فی العشر الغوابر۔(مسلم ج۱ص۳۶۹)

میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگوں نے شب قدر کو (رمضان المبارک کے) ابتدائی سات دنوں میں دیکھا اور کچھ لوگوں نے آخری سات دنوں میں دیکھا، تم اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

④...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اریت لیلة القدر ثم ایقظنی بعض اھلی فانسیتھافالتمسوھا فی العشر الغوابر۔(مسلم۱/۳۶۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے خواب میں شب قدر دکھائی گئی پھر مجھے گھر کے کسی فرد نے جگایا اور میں بھولا دیا گیا، اب اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

⑤...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔ پھر جب بیس راتیں گذر جاتیں اور اکیسویں شب کی آمد ہوتی تو آپ گھر جاتے اور آپ کے ساتھ جو صحابہ اعتکاف کرتے وہ بھی گھر جاتے پھر ایک ماہ آپ نے اسی رات میں اعتکاف کیا جس شب میں آپ پہلے گھر چلے جاتے تھے (یعنی اکیسویں رات میں اعتکاف فرمایا) آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ احکام آپ نے لوگوں کو بیان کیے، پھر آپ نے فرمایا پہلے میں اس (درمیانی) عشرے میں اعتکاف کرتا تھا پھر مجھ پر ظاہر ہوا کہ میں اس آخری عشرے کی جگہ میں اعتکاف کروں جو شخص میرے ساتھ بیٹھا ہے وہ اپنی اعتکاف کی جگہ میں رات بسر کرے، مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی،

فالتمسوھا فی العشر الاواخر فی کل وتر۔

(مسلم ج ا ص ۳۶۹، ابوداؤد ج ا ص ۱۹۶)

تم اسے رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ہر طاق رات میں تلاش کرو۔

⑥...... ایک روایت میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا، پھر ایک ترکی خیمہ میں رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا، جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی اور خیمہ کے ایک کونے میں کر دی، پھر خیمہ سے سر باہر نکالا اور لوگوں سے مخاطب ہوئے لوگ آپ کے قریب ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: میں اس رات کی تلاش میں پہلے عشرے میں اعتکاف کرتا تھا،

پھر میں درمیانی عشرہ میں بیٹھا، پھر میرے پاس کوئی (فرشتہ) آیا میری طرف وحی کی گئی کہ یہ آخری عشرے میں ہے تم میں سے جس شخص کو پسند ہو تو وہ اعتکاف کرے، لوگوں نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا آپ نے فرمایا میں نے شب قدر کو طاق راتوں میں دیکھا ہے۔ (مسلم ج ا ص ۳۷۰، مشکوٰۃ ص ۱۸۱، بخاری ج ا ص ۲۷۲)

⑦...... ایک روایت میں یوں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا جس میں آپ لیلۃ القدر کا علم دیئے جانے سے پہلے اس کو تلاش کرتے تھے۔ جب درمیانی عشرہ مکمل ہو گیا تو آپ نے خیمہ کو کھولنے کا حکم دیا پھر آپ کو علم دیا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے، آپ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا، پھر آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا، پھر دو شخص لڑتے ہوئے آئے جن کے ساتھ شیطان تھا پھر میں اس کو بھول گیا، اب یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی نویں، ساتویں، اور پانچویں رات میں ڈھونڈو۔

(مسلم ج ا ص ۳۷۰، ابوداؤد ج ا ص ۱۹۶)

⑧...... ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تحروا ليلة القدر في العشر الاواخر من رمضان۔

(مسلم ج ا ص ۳۷۰، بخاری ص ا ج ۲۷۰، ۲۷۲، مشکوٰۃ ص ۱۸۱، ترمذی ج ا ص ۹۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

⑨...... حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التمسو ھا فی العشر الاواخر من رمضان فی تاسعۃ تبقی وفی سابعۃ تبقی وفی خامسۃ تبقی۔

(ابوداود ج ا ص ۱۹۶، بخاری ص ا ص ۲۷۱، مشکوٰۃ ص ۱۸۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی جب نو (9) راتیں باقی رہ جائیں (اکیسویں رات میں) اور سات راتیں باقی رہ جائیں (ستائیسویں رات میں) اور جب پانچ راتیں باقی رہ جائیں تو (پچیسویں رات میں) تلاش کرو۔

⑩...... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول التمسوھا یعنی لیلۃ القدر فی تسع یبقین وفی سبع یبقین او فی خمس یبقین اوثلث او اٰخر لیلۃ ۔

(ترمذی ج ا ص ۹۸، مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لیلۃ القدر کو (رمضان المبارک کے آخری عشرے کی) نویں رات، ساتویں رات، پانچویں رات، تیسری رات یا آخری رات میں تلاش کرو۔

یعنی 21ویں 23ویں 25ویں 27ویں اور 29ویں رات میں۔

⑪...... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر فتلاخی رجلان من المسلمین فقال خرجت لاخبر کم لیلۃ القدر فتلاخی فلا ن وفلان فرفعت وعسی ان یکون خیر الکم فالتمسوھا فی التاسعۃ والسابعۃ والخامسۃ۔

(بخاری ج ا ص ا۲۷، مشکوٰۃ ۱۸۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دیں تو دو مسلمان لڑ رہے تھے تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا جبکہ فلاں اور فلاں جھگڑ رہے تھے اس لیے اسکا تعین اٹھا لیا گیا ہے لہٰذا تم اسے (آخری عشرے کی) نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

⑫...... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ليلة القدر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فالتمسوها في العشر الاواخر فانها في وتر في احدى وعشرين اوثلاث وعشرين اوخمس و عشرين اوسبع وعشرين اوتسع وعشرين اوفي آخر ليلة۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۷، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۵۰۵، درمنثور ج ۸ ص ۵۲۳)

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ رمضان میں ہے، تم اسے رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو، ۲۱ ویں ۲۳ ویں ۲۷ ویں، ۲۹ ویں یا آخری رات میں ڈھونڈو۔

ان روایات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ہی آخری دس طاق راتوں میں ہے۔

ستائیسویں رات کے لیلۃ القدر ہونے پر قرائن:

لیلۃ القدر رمضان المبارک کی کونسی رات ہے اسکے متعلق اہل علم کے اقوال

کافی مختلف ہیں تاہم جمہور امت کا رجحان ستائیسویں رات کی طرف ہے۔

۞...... حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اکیسواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے، یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی نظریہ ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۶ ملخصاً)

①...... حضرت زر بن حبیش تابعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سالت ابی ابن کعب فقلت ان اخاک ابن مسعود یقول من یقم الحول یصب لیلة القدر فقال رحمه الله اراد ان لایتکل الناس اما انه قد علم انها فی رمضان وانها فی العشر الاواخر وانها لیلة سبع وعشرین ثم حلف لا یستثنی انها لیلة سبع وعشرین الحدیث۔

(مسلم ج ۱ ص ۲۷۰، ترمذی ج ۱ ص ۹۸، ج ۲ ص ۱۷۱ سورة القدر، ابو داؤد ص ۱۹۵، مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

میں نے حضرت ابی بن کعب سے عرض کیا آپ کے (دینی) بھائی حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جو آدمی پورے سال میں رات کو قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا (یعنی لیلۃ القدر پورے سال کی کوئی ایک رات ہے) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، انکا ارادہ تھا کہ کہیں لوگ (صرف رمضان المبارک کی راتوں پر ہی) اکتفا نہ کرلیں (اور قیام چھوڑ دیں) ورنہ وہ جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے اور اس کے آخری عشرے میں ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے، پھر حضرت ابی

بن کعب نے مضبوط قسم اٹھائی کہ وہ یقیناً رمضان المبارک کی 27 ویں رات ہے۔

②...... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حلفاً بیان فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔ (مسلم ج ا ص ۲۷۰)

③...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ القدر قال لیلۃ القدر لیلۃ سبع وعشرین۔

(ابوداؤد ج ا ص ۱۹۷، ۲۰۴ کتاب الصلوٰۃ مکتبہ امدادیہ، ایچ، ایم سعید کمپنی، صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۴۴۷، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۳۱۲، معجم کبیر ج ۱۹ ص ۳۰۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔

④...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اس وقت دیگر صحابہ کرام بھی انکے ہاں موجود تھے آپ نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تلاش کرو، تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے کہ وہ کونسی رات ہوسکتی ہے؟ بعض نے کہا کہ وہ اکیسویں رات ہے، بعض نے تیئسویں رات، بعض نے پچیسویں اور بعض نے ستائیسویں رات کے متعلق اظہار خیال کیا، میں خاموش بیٹھا رہا، حضرت عمر نے فرمایا کیا وجہ ہے آپ کیوں نہیں بولتے؟ میں نے عرض کیا: آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب وہ بات مکمل نہ کرلیں، تم نہ بولنا، آپ نے فرمایا! میں نے آپ کو اسی لیے پیغام بھیجا تھا کہ آپ بھی کچھ بولیں، تب حضرت ابن عباس نے کہا:

انی سمعت اللہ یذکر السبع فذکر: (سبع سموٰت ومن الارض

مثلهن، وخلق الانسان من سبع، ونبت الارض سبع، فقال عمر! هذا: اخبر تنی ماأعلم، ارأیت مالا اعلم قولك: نبت الارض سبع، قال: قلت قال الله عزوجل: "ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیهاحبا وعنبا وقضبا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاكهة وابا"، قال: فا الحدائق غلبا الحیطان من النخل والشجر، وفاكهة وابافالأب، ماانبتت الارض مما یاكله الدواب والانعام، ولایاكله الناس، فقال عمر الأصحابه: اعجزتم أن تقولوا كما قال هذا الغلام الذی لم یجتمع شؤون رأسه، والله انی لأرى القول كما قلت۔

(شعب الایمان ج۳ص۳۳۰، درمنثور ج۸ص۵۲۷،۵۲۸)

میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساتھ کا ذکر فرمایا ہے (گویا سات کا عدد اسکا پسندیدہ ہے) چنانچہ اس نے سات آسمانوں اور سات زمینوں کا ذکر فرمایا اور انسان کو سات درجات میں پیدا فرمایا اور زمین کی جڑی بوٹیاں سات ہیں (لہٰذا شب قدر بھی آخری عشرے کے ساتویں عدد یعنی ستائیسویں رات کو ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو چیزیں آپ نے ذکر کی ہیں ان کا تو ہمیں علم ہے، میرے علم میں آپ کی یہ بات نہیں آئی کہ زمین کی جڑی بوٹیاں بھی سات ہیں۔ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے زمین کو پھاڑا، تو ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون، اور کھجور اور گنجان باغ، اور میوے اور چارہ پیدا کیا، میں نے کہا، حدائق سے مراد کھجوروں، درختوں اور میوؤں کے گنجان باغات ہیں۔ اور ابٌ سے مراد زمین سے نکلنے والا چارہ ہے، جسے جانور کھاتے ہیں، اور انسان نہیں کھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جو بات اس بچے نے کی ہے، جس کے سر پر بال بھی مکمل نہیں ہو پائے، تم وہ بات کہنے سے عاجز

رہے اور (اے ابن عباس!) بخدا میرا بھی یہی خیال ہے جو تم نے کہا ہے۔

⑤...... حضرت عمر، حضرت حذیفہ اور دیگر اصحاب کرام ستائیسویں رات کے لیلۃ القدر ہونے میں شک نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۸۷)

⑥...... حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں، سات آسمان (ہفتہ کے) سات دن بنائے۔ زمانہ بھی سات کے عدد میں گھومتا ہے انسان کی تخلیق بھی سات درجات میں فرمائی۔ انسان سات (زمینی) چیزیں کھاتا ہے، سات اعضاء پر سجدہ کرتا ہے، طواف میں سات چکر ہیں اور شیاطین کو سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

(فضائل الاوقات للبیہقی ۲۴۳، دوسرا نسخہ ص ۱۱۲، درمنثور ج ۸ ص ۵۲۸)

⑦...... اور دوسری روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سبع مثانی (سورہ فاتحہ کی سات آیتیں) عطا فرمائی، جن عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے نکاح حرام کیا وہ بھی سات قسم پر ہیں، قرآن مجید میں سات قسم کے لوگوں کے حصے بیان فرمائے ہیں اور صفا و مروہ کے بھی چکر سات ہی ہیں۔

(درمنثور ج ۸ ص ۵۲۹)

⑧...... امام رازی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر کے حرف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر کیا گیا ہے جن کا حاصلِ ضرب ستائیس ہے، اس لیے یہ رات ستائیسویں شب ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۳۰)

⑨...... حضرت عبدہ بن ابی لبابہ تابعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو سمندر کا پانی چکھا تو وہ نہایت شریں تھا۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۳۲، درمنثور ج ۸ ص ۵۳۳، فضائل الاوقات ص ۱۱۵)

⑩...... امام رازی لکھتے ہیں:

حضرت عثمان ابن ابوالعاص کا ایک غلام تھا جو سال ہا سال سے جہازوں کی ملاحی کرتا تھا ایک دن اسے کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات میں ایک چیز میرے تجربے میں آئی ہے کہ میری عقل حیران ہے کہ دریائے شور کا پانی سال میں ایک رات میٹھا ہو جاتا ہے، حضرت عثمان نے فرمایا کہ جب وہ رات آئے تو مجھے بتانا، تاکہ میں معلوم کروں کہ وہ کونسی رات ہے اور اسکی عظمت کیا ہے اس نے رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کے متعلق کہا کہ یہ وہی رات ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۳۰)

⑪...... یہ واقعہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں بھی درج کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح روایات میں آیا ہے کہ یحییٰ بن ابی میسرہ بیان کرتے ہیں:

میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو بیت اللہ کا طواف کیا مجھے دکھائی دیا کہ فرشتے فضا میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں یعنی یہی لیلۃ القدر ہے کیونکہ اسی رات فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ (درمنثور ج ۸ ص ۵۳۳، شعب الایمان ج ۳ ص ۳۳۴، فضائل الاوقات ص ۱۱۶)

⑫...... ابوعثمان الزاہد کہتے ہیں:

میں نے ابو محمد مصری کو مکہ مکرمہ میں بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں مصر کی ایک مسجد میں معتکف تھا میرے پاس ابو علی اللعکی تشریف لائے تھے، مجھے نیند آگئی

میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور فرشتے تکبیر وتہلیل کرتے ہوئے اتر رہے ہوں چنانچہ میں بیدار ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ آج کی رات ضرور لیلۃ القدر محسوس ہوتی ہے یہ ستائیسویں رات کی بات ہے۔

(فضائل الاوقات ص ۲۴۹، دوسرا نسخہ ص ۱۱۶)

⑭...... امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی سورۃ القدر میں ہی حتی مطلع الفجر میں ھی ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس سورت کا ستائیسواں کلمہ ہے اس اشارے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۳۰)

شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمت:

اگر شب قدر کو مخفی بھی مان لیا جائے تو اس کی متعدد وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنی حکمتوں کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

◇...... اللہ تعالیٰ بندے پر کس عبادت سے راضی ہوا اسے مخفی رکھا، کس گناہ سے ناراض ہوا اسے مخفی رکھا، تاکہ بندہ ہر عبادت میں کوشش کرے اور ہر گناہ سے بچے۔

◇...... اپنے ولی کو مخفی رکھا تاکہ انسان ہر نیکوکار کی تعظیم کرے۔

◇...... قبولیت توبہ کو پوشیدہ رکھا تاکہ بندہ توبہ کی تمام اقسام پر قائم رہے۔

◇...... اسم اعظم کو پوشیدہ رکھا تاکہ تمام اسماء کی تعظیم کی جائے۔

◇...... صلوٰۃ وسطیٰ کو پوشیدہ رکھا تاکہ تمام نمازوں کی حفاظت کی جائے۔

◇...... موت کے وقت کو چھپائے رکھا تا کہ بندہ ہر گھڑی گناہوں سے باز رہے اور نیکی کی کوشش کرے۔

اور اسی طرح لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی یہ حکمت ہے کہ لوگ رمضان المبارک کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر اس کی تعظیم کریں اور اس کی ہر رات میں جاگ جاگ کر عبادت کریں (تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۲۸)

شب قدر کے فضائل:

شب قدر کی فضیلت واہمیت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ القدر کو نازل فرمایا......ارشاد باری تعالیٰ ہے

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر o وما ادراک مالیلۃ القدر o لیلۃ القدر خیر من الف شهر o تنزل الملائکۃ والروح فیها باذن ربهم من کل امر o سلام هی حتی مطلع الفجر۔ o

ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح (جبرائیل) اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں، سراسر سلامتی والی ہے، وہ فجر کے طلوع ہونے تک ہے۔

احادیث مبارکہ:

①۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ایماناً واحتسابا

غفرله ماتقدم من ذنبه و من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبہ۔(بخاری ج اص ۲۷۰، مسلم ج اص ۲۵۹ مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جس نے لیلۃ القدر میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اسکے گذشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۲۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ نے فرمایا: فمن قامھا ابتغآء ھا ایمانا واحتسابا ثم وفقت له غفرله ماتقدم من ذنبہ وما تاخر۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵)

جس نے شب قدر کو تلاش کرتے ہوئے ایمان اور ثواب کی نیت سے اس میں قیام کیا پھر وہ اسے دی بھی گئی، تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں

۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شھر فیه لیلة خیر من الف شھر ...... الحدیث۔

(مشکوٰۃ ص ۱۷۴، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۶)

اس ماہ میں ایک ایسی رات (لیلۃ القدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۴۔ ایک روایت میں ہے:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لیلة القدر فی العشر البواقی من قامھن ابتغآء حسبتھن فان الله تبارك وتعالٰی یغفرله ماتقدم من ذنبہ وما

تاخر ...... الحدیث۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے جو ان میں ثواب کی نیت سے قیام کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔

نزولِ ملائکہ:

اس رات میں فرشتے اور حضرت جرائیل امین علیہ السلام کا خصوصی نزول ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تنزل الملائكة والروح فيها باذن ربهم من كل أمر سلام ...... الآية۔

(القدر:۴)

یعنی اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے اذن سے ہر کام کی سلامتی لے کر اترتے ہیں۔

① ...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان ليلة القدر نزل جبريل عليه السلام في كبكبة من الملائكة يصلون على كل عبد قائم اوقاعد يذكر الله عزوجل۔ (الحديث) (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۴۳، مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جرائیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں اترتے ہیں اور ہر اس بندے پر رحمت کی دعا کرتے ہیں، جو کھڑے یا بیٹھے خدا کا ذکر کرتا ہے۔

② ...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا کانت لیلة القدر یا مر اللہ عزوجل جبریل علیه السلام فیھبط فی کبکبة من الملائکة ومعھم لواء اخضر فیر کزوا اللوا علی ظھر الکعبة وله مائة جناح منھا جناحان لاینشرھما الافی تلك اللیة فینشرھما فی تلك اللیة فیجاوزان المشرق الی المغرب فیحث جبریل علیه السلام الملائکة فی ھذہ اللیلة فیسلمون علی کل قائم وقاعد ومصل وذاکر ویصافحو لھم فیؤ مون علی دعائھم حتی یطلع الفجر فاذ اطلع الفجر ینادی جبرائیل علیه السلام معاشر الملائکة الرحیل الرحیل فیقولون یا جبریل فماصنع اللہ فی حوائج المومنین من امت محمد صلی اللہ علیه وسلم؟ فیقول نظر اللہ الیھم فی ھذہ اللیلة فعفا عنھم وغفر لھم الا اربعة فقلنا یا رسول اللہ من ھم قال مدمن خمرو عاق والدیه وقاطع رحم ومشاحن قلنا وما المشاحن قال ھو المصارم۔

(فضائل الاوقات ص ۲۵۱، الترغیب والترھیب ج ۲ص ۱۰۰، ۱۰۱، مشکوٰۃ ص ۱۸۲، مختصراً عن انس رضی اللہ عنہ)

جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے، تو وہ فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین کی طرف نزول فرماتے ہیں، اس کے پاس سبز جھنڈا ہوتا ہے، جسے وہ کعبہ کی چھت پر نصب کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل کے سو پر ہیں، جن میں دو پر ایسے ہیں، جنہیں وہ صرف اس رات میں کھولتے ہیں تو وہ مشرق سے مغرب تک دراز ہو جاتے ہیں، پھر جبرئیل اس رات فرشتوں کو ابھارتے ہیں کہ وہ ہر کھڑے بیٹھے، نماز پڑھنے والے اور ذکر کرنے والے پر سلامتی کی دعا کریں اور ان سے مصافحہ

کریں، تو وہ ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، فجر طلوع ہونے تک، پس جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو جبرئیل پکارتے ہیں، اے فرشتو! کوچ کرو، کوچ کرو، تو وہ پوچھتے ہیں: اے جبرئیل! اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی حاجات کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ جبرئیل کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس رات میں انہیں نظر رحمت سے دیکھا ہے اور انہیں معاف کر دیا اور بخش دیا ہے، سوائے چار افراد کو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ چار افراد کونسے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: شراب کا عادی، والدین کا نافرمان، رشتے توڑنے والا اور مشاحن ہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! مشاحن کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا مصارم یعنی کینہ پرور۔

۳ ...... ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام اس رات عبادت کرنے والے ایمانداروں سے مصافحہ بھی کرتے، جسکی نشانی یہ ہے کہ دل نرم پڑ جاتے ہیں، آنکھیں بہہ نکلتی ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں (تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۵۰۷، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۵۳۵)

۴ ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت کا ترجمہ درج ذیل ہے:

جب لیلۃ القدر آتی ہے اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے ساکنوں کو اپنے ساتھ لے کر زمین کی طرف چلے جاؤ، چنانچہ وہ سات ہزار فرشتے نور کے نیزے لے کر زمین پر نازل ہوتے ہیں تو حضرت جبرئیل اپنا جھنڈا زمین پر گاڑ دیتے ہیں اور فرشتے چار مقامات پر اپنے نیزے نصب کرتے ہیں، کعبہ کے قریب، روضہ نبوی کے قریب، مسجد اقصیٰ کے قریب اور مسجد طور سینا کے قریب پھر حضرت جبرئیل فرشتوں سے فرماتے ہیں: بکھر جاؤ، وہ پھیل جاتے ہیں اور کوئی مکان

کوئی حجرہ، کوئی گھر اور کوئی کشتی ایسی نہیں چھوڑتے جس میں کوئی مومن مرد یا عورت ہو مگر اس تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہاں جس گھر میں کتا، سور، شرابی زانی یا تصویر ہو وہاں نہیں جاتے۔ وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تقدیس اور تکبیر کرتے رہتے ہے اور امت محمدیہ کیلئے دعائے بخشش۔ جب فجر کا وقت ہوتا ہے تمام فرشتے آسمان طرف چلتے ہین آسمان دنیا (پہلے آسمان) کے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ضروریات کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بخش دیا ہے اور ان کی شفاعت سے گناہگاروں کو معاف فرمانے کا وعدہ کیا ہے یہ سن کر آسمان دنیا کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا بلند آواز سے کرتے ہیں اور اس امت کو جو بخشش اور رضا مندی نصیب ہوتی ہے اس پر اسکا شکر ادا کرتے ہیں پھر وہ اگلے آسمان والے فرشتون کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کا استقبال کرتے ہیں اسی طرح ساتوں آسمانوں پر استقبال ہوتا ہے اور نعمت خداوندی کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔

بعد ازیں حضرت جبرئیل فرماتے ہیں تمام فرشتے اپنی اپنی جگہوں پر چلے جاؤ چنانچہ وہ اپنے اپنے مقامات پر چلے جاتے ہیں اور سدرۃ المنتہی کے فرشتے بھی اپنی جگہ چلے جاتے ہیں، سدرہ المنتہیٰ کے فرشتے دریافت کرتے ہیں تم کہاں تھے؟ وہ پہلے آسمان والے فرشتوں کی طرح کا جواب دیتے ہیں تو وہ بھی خدا کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء میں اپنی زبانیں حرکت میں لاتے ہیں اور بلند آواز سے یہ عمل بجالاتے ہیں، ان کی آوازوں کو جنت الماویٰ کے فرشتے سن لیتے ہیں، پھر جنت نعیم، جنت عدن، جنت فردوس اور پھر عرش الہٰی ان کی آوازیں سنتا ہے اور اللہ کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء میں اپنی آواز بلند

کرتا ہے اور نعمت خداوندی پر شکر بجالاتا ہے، اللہ تعالیٰ خوب جاننے کے باوجود فرماتا ہے، اے میرے عرش! تو اپنی آواز کو کیوں بلند کرتا ہے؟ وہ عرض کرتا ہے مولا! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو نے امت محمدیہ کے عبادت گذاروں کو بخش دیا ہے، اور ان کی شفاعت کو گناہگاروں کے حق میں قبول فرمالیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے عرش تو نے سچ کہا، امت محمدیہ کیلئے میرے پاس نوازش اور انعام واکرام کی اس قدر کثیر چیزیں ہیں، جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گذرا۔

(تفسیر مجمع البیان ج ۱۰ ص ۵۲۰، روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۴، تفسیر قرطبی ص ۱۳۷ جلد ۱۰ جزء ۲۰)

شب قدر کی خصوصی دعا:

لیلۃ القدر کی اصل عبادت ''قیام'' یعنی نماز ہے، اس لیئے اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے اور توبہ واستغفار میں کوشش کرنی چاہیئے، بعض صالحین نے اس رات کی عبادت کے مخصوص طریقے بتائے ہیں، مختلف نوافل ذکر کیئے ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں، تو کونسی دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا یہ دعا مانگنا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸، المستدرک ج ۲ ص ۸۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۵۳۰، ترمذی ج ۲ ص ۱۹۱، ابن ماجہ ص ۲۸۲، شعب الایمان ج ۳ ص ۳۳۹، مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

اے اللہ! تو معاف فرمانے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، تو مجھے بھی معاف فرما!

شب قدر کی علامت:

بعض روایات میں شب قدر کی علامات بیان کی گئی ہیں۔

① ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

یہ ایک نرم، چمکدار رات ہے نہ گرم نہ سرد، اسکی صبح کو سورج کمزور اور سرخ طلوع ہوتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۴۰، ابن خزیمہ ج ۳ ص ۳۳۱)

② ۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

وہ چمکدار کھلی ہوتی ہے، صاف وشفاف اور معتدل، نہ گرم نہ سرد گویا اس میں چاند کھلا ہوا ہے اور اس کے بعد کی صبح کو سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے بالکل برابر، ٹکیہ کی طرح، جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، شیطان اس دن کے سورج کیساتھ نہیں نکل سکتا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵)

③ ۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے:

اسکی صبح کو سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۷، ابوداؤد ص ۱۹۵، ترمذی ص ۹۸)

شب قدر سے محروم لوگ:

لیلۃ القدر خدا کا عظیم انعام ہے، اسے پانے کی کوشش کرنی چاہیے، اس سے محرومی بہت بڑی بے برکتی ہے۔

۞...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے من حرمھا فقد حرم الخیر کلہ ولا یحرم خیرھا الا کل محروم۔

(ابن ماجہ ص ۱۲۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

جو اس رات سے محروم ہو گیا وہ ہر طرح کی بھلائی سے محروم ہوا اور اس کی بھلائی سے جو بالکل بے نصیب ہو وہی محروم ہوتا ہے۔

روایات میں موجود ہے کہ عادی شراب خور، والدین کا نافرمان، رشتے ناطے توڑنے والا اور کینہ پرور اس سے محروم رہتا ہے۔

نوید جانفزا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے سارے رمضان میں عشاء باجماعت پڑھی اس نے لیلۃ القدر کو پالیا۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۴۰)

❁...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جس نے پورے رمضان میں عشاء باجماعت پڑھی اسنے لیلۃ القدر کا وافر حصہ پالیا۔ (ایضاً)

❁...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے پورا رمضان نماز عشاء جماعت سے پڑھی اسنے شب قدر کا قیام (کرنے کی فضیلت کو پایا) کرلیا۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۴۰)

❁...... حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جو شخص شب قدر کو عشاء کی نماز باجماعت پڑھے اس نے اسکا ثواب حاصل

کرلیا۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۴۰، موطا امام مالک ۲۶۰)

جب رمضان مکمل ہوتا ہے:

ماہ رمضان المبارک جب آتا ہے تو رحمتوں کا انعام، برکتوں کا پیغام، افطاری، سحری اور تراویح کا پروگرام لاتا ہے، اس کی نوازشوں اور عنایتوں کا کیا کہنا، ارشاد نبوی ہے:

لویعلم العباد مافی رمضان لَتَمَنَّتْ امتی ان یکون رمضان السنة کلها ۔

(مسند ابی یعلی برقم: ۶۷۰ ۱۸ مسند عبداللہ بن مسعود، کنز العمال ج ۸ ص ۴۷۸، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۱)

اگر بندوں کو معلوم ہو جائے کہ ماہ رمضان میں کیا برکات ہیں تو میری امت یہ تمنا کرتی کہ سارا سال ہی رمضان رہے۔

ماہ رمضان المبارک خالق کائنات کا عظیم تحفہ اور بلند ترین عطیہ ہے، جس کی کماحقہٗ قدر کرنی چاہیئے اور اس خدائی مہمان کی پوری پوری عزت کرنی چاہیئے۔

دل بینا اور صاحب بصیرت ہی اس حقیقت کا ادراک واحساس کرتا ہے کہ جب یہ عظیم المرتبت ماہ آتا ہے تو کس قدر خیر و برکت لاتا ہے اور جب وہ ہم سے رخصت ہو جاتا ہے تو اہل ایمان کس قدر عظیم دولت اور بیش بہا نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ہمیں اس کی جدائی کو کتنی سنجیدگی سے محسوس کرنا چاہیے، اور اس پر کتنا زیادہ مغموم ہونا چاہیے، خدا جانے آئندہ سال یہ سنہری لمحات کسے نصیب ہوتے ہے، کون اگلے سال اسکا استقبال کر سکے گا، یہ سنہری موقع دوبارہ کس خوش نصیب کو میسر آتا ہے، کون خوش بخت اس کی خیرات، برکات اور انوار و تجلیات سے پھر سے شادکام ہوتا ہے۔

آخر رمضان المبارک کے چلے جانے پر غم کیوں نہ ہو؟ افسردگی کیوں نہ چھائے؟ وہ ہمارے لیے کرم کا بادل بن کر آیا، رحم کا ساگر بن کر آیا، اس نے ہمارے لیے عظمت کے دیپ جلائے، بھولے بسرے راہ راست پہ لگائے، لوگوں کو حقیقت آشنا بنایا، بندوں کو معرفت خداوندی کا جام پلایا، غافلوں کو بیدار کیا، بیدار بختوں کو صاحب اسرار کیا۔

بے نمازیوں کو مسجدوں میں بلایا، نمازیوں کو مست وخود بنایا،
سینما گھروں کو برباد کیا، مسجدوں کو آباد کیا،
دلوں کو تازگی ملی، روحوں کو بالیدگی ملی
اس کی سہانی گھڑیوں میں، اہل ایمان تراویح میں قرآن سنتے رہے،
نماز تسبیح میں ذوق عرفان لیتے رہے، شیطانوں کو طوق ڈال دیئے گئے، سرکش جنوں کو زنجیریں پہنادی گئیں۔

محبت الوہیت کے حسین جذبات تھے، عشق رسالت کے بلند ترین احساسات تھے، ماحول پر نور تھا، ہر صاحب ایمان خوش وخرم اور مسرور تھا، جنت کے دروازے کھلے تھے، جہنم کے دروازے بند تھے۔

نفل کا ثواب فرض کے برابر تھا، فرض کا درجہ ستر فرضوں کی مثل تھا بخششوں کی بارشیں تھیں، مغفرتوں کی نوازشیں تھیں، چہروں پر نور تھا، دلوں میں سرور تھا، شیطانی وسوسہ مقہور ومجبور تھا، ایمانی جذبہ مضبوط ومعمور تھا روزہ دار گناہوں اور خدا کی نافرمانیوں سے دور تھا، کیونکہ خدا اور رسول کی طرف سے اس کیلئے یہی دستور ومنشور تھا۔

اس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے، جس کے استقبال کیلئے پورا سال

جنت کو آراستہ، پیراستہ، مزین، اور مزید خوبصورت بنا کر سجا دیا جاتا ہے۔

ہم مادیت کا شکار ہو چکے ہیں، ہماری سوچوں، فکروں اور ذہنوں پر بھی مادیت اور دنیویت کا تسلط وغلبہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہم اپنا اسلامی شعور کھو بیٹھے، دینی جذبہ سرد پڑ گیا ہے، حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے، کثیر المنافع شئے کھو کر بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کھویا۔

اور کچھ کج فہم، تو مسرت وشادمانی میں محض اس وجہ سے ڈوبے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ شکر ہے جان چھوٹی، چھپ چھپ کر کھانے سے خلاصی ہوئی، اور فاقہ و بھوک کا دور ختم ہوا، معاذ اللہ انہیں صرف اس بات پر خوشی ہے کہ پابندیاں ختم ہو گئیں، قیدیں ٹوٹ گئیں اور رسیاں دراز ہو گئی ہیں، اب پیٹ بھر کے کھائیں گے، بلکہ جھوم جھوم کے گھوم گھوم کے کھائیں گے۔

اگر ہم خود کو اسلام کا پابند سمجھتے، خود کو مسلمان خیال کرتے تو کیا ایسی غیر مقلدین، باتیں ہمارے ذہنوں میں جنم لیتیں! ہرگز ہرگز نہیں۔

آخر وجہ کیا ہے؟ یہی ناں! کہ ہم حقیقت کھو بیٹھے ہیں، دینوی دھندوں سے دل بہلا بیٹھے ہیں، اور اس لہو ولعب کو ہی سب کچھ خیال کر لیا ہے۔

ورنہ اگر ہمیں اسلامی ذہن اور دینی سوچ حاصل ہوتی تو ہم ماہ رمضان المبارک جیسی، لاثانی، نعمت کی اہمیت کو سمجھتے، اس کی بے مثال رحمتوں اور بخششوں کی انفرادیت کو جانتے، اس کے جانے پر نڈھال ہوتے صدمے اور غم کا اظہار کرتے۔

لیکن آہ! آج جونہی ماہ رمضان المبارک جدا ہوتا ہے، تو پتہ چلتا ہے کہ واقعی شیطان آزاد ہو چکا ہے، کیونکہ چند لمحے جو افراد خدا اور رسول کی عائد کردہ پابندیوں کے

ماتحت دکھائی دے رہے تھے اب وہی لوگ اپنے کردار سے سرکش وباغی دکھائی دیتے ہیں، یوں لگتا ہے جیسے انھوں نے بادل نخواستہ ان پابندیوں کو قبول کر رکھا تھا، دلی ارادہ یہی تھا کہ کب رمضان کی گنتی پوری ہوتی ہے، اور ہمیں آزادی ملتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ

عیدالفطر کا چاند نظر آتے ہیں، وہی عیش وطرب، وہی لہو ولعب، وہی عریانی، فحاشی، وہی بداخلاقی وبدعملی، سرکشی وطغیانی اس میں کچھ فرق نہیں آیا، نفس کے تقاضے اور خواہشات نفسانی میں ذرا خلل واقع نہیں آیا، یادِ خدا سے غافل فکر آخرت سے عاری، شرم نبی سے تہی دامن، قبر کی تنگ وتاریک کوٹھری سے بے خوف، خدا کے عذاب وغضب سے پرامن۔ میلوں، جھمیلوں، اور مخلوط تفریح گاہوں وسیر گاہوں میں شور شغب اور گلچھڑے اڑاتے ہیں، احکام خداوندی کو پامال اور طریقہ نبوی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ عیش وطرب میں اپنے انجام اور مآل کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔

قرآن نے روزوں کی فرضیت کی علت غائی اور مقصد حقیقی تقویٰ وپرہیز گاری بتلایا تھا، آخر ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہتے کہ پورا رمضان بھوک، پیاس اور نفس کے تقاضوں کو ترک کر کے کیا ہم نے روزے کے مقصد کو حاصل کیا؟ کیا ہم خود کو متقی، پرہیز گار، کہہ سکتے ہیں؟، کیا تقویٰ کا کوئی معمولی حصہ اور درجہ بھی ہمیں نصیب ہوا؟...... کیا پورے ماہ کی پریکٹس، ٹریننگ اور جدوجہد ومحنت ومشقت کے باوجود ہماری ارواح،...... اجسام...... افکار...... گفتار...... کردار...... رفتار اور خیالات وتصورات میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی؟۔

اگر نہیں...... تو پھر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم نے پورا ماہ محنت کر کے کیا کمایا؟

کیا حاصل کیا؟......کیا پایا؟......کس قدر رمضان المبارک سے مستفید و مستفیض ہوئے ہیں......اور ہمیں رمضان میں رکھے گئے اپنے روزوں کے متعلق کیا رائے قائم کرنی چاہیے؟ جبکہ اہل دل تو یوں صدا کر رہے ہیں......

ے ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

صدقہ فطر کی اہمیت:

رمضان المبارک کی تکمیل پر عید الفطر سے قبل جو خیرات کی جاتی ہے، اسے "صدقہ الفطر" "زکوٰۃ الفطر" کہا جاتا ہے......

صدقہ کا معنیٰ خیرات......اور فطر، کا معنیٰ چھوڑ دینا، ترک کر دینا

کیونکہ روزوں کی تعداد پوری ہو جانے پر انہیں ترک کر دیا جاتا ہے اور انہیں چھوڑ دینے پر یہ صدقہ، ادا کیا جاتا ہے۔

صدقہ، فطر کا لزوم:

صدقہ فطر ہر اس فرد پر لازم ہے جو عید کے دن صاحب نصاب ہو، اس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔

صدقہ فطر کا لزوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے...... چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

1۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکوۃ الفطر من رمضان علی الناس صاعاً من تمر او صاعا من شعیر علی کل حر او عبد ذکر ا او انثی من المسلمین۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۱۷، بخاری ج ۱ ص ۲۰۴، مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے سبب سے ہر مسلمان خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت پر ایک صاع (ساڑھے چار سیر) کھجور یا ایک صاع جو صدقۂ فطر مقرر فرمایا۔

۲۔ ایک روایت میں ہے:

فرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ رمضان علی الحرّوا لعبد والذکرو الانثٰی (الحدیث)۔ (مسلم ج ا ص ۳۱۷)

نبی کریم ﷺ نے ہر آزاد اور غلام اور ہر مرد اور عورت پر رمضان کا صدقہ مقرر فرمایا ہے۔

نوٹ: بعض لوگوں کا فرض اور زکوٰۃ کے لفظوں سے اس کی فرضیت کا دعویٰ کرنا محض جہالت ہے، کیونکہ ان سے فرض کا ثبوت قطعی نہیں ہے، لفظ فرض، محض ثبوت وتقرر کیلئے بھی شائع وذائع ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رمضان کے آخری دن فرمایا:

اخرجوا صدقة صومکم فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الصدقة الحدیث۔ (ابوداؤد ج ا ص ۲۲۷، نسائی ج ا ص ۳۴۷، مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

اپنے روزوں کا صدقہ ادا کرو، یہ صدقہ رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے۔

۴۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث منادیا فی فجاج مکة الاان صدقة الفطر واجبة علی کل مسلم ذکر اوانثٰی ...... الحدیث۔

(ترمذی ج ا ص ۸۵، مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو مکہ کی گلیوں میں یہ اعلان کرنے کیلئے بھیجا کہ آگاہ ہو جاؤ! بے شک صدقۂ فطر ہر مرد و عورت مسلمان پر واجب ہے۔

فرض اور زکوٰۃ کے لفظوں سے ''فرضیت'' کشید کرنے والوں کو اس روایت کے ''صدقہ'' اور ''واجبۃ'' کے الفاظ سے چشم پوشی کر کے اپنے کمزور مسلک کو ناقص سہارا دینے کی مذموم کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

روزے لٹکے رہتے ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صوم شهر رمضان معلّق بین السمآء والارض ولا یرفع الابز کوٰة الفطر۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماہ رمضان المبارک کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان لٹکے رہتے ہیں، اور صدقہ فطر کے بغیر درجہ قبولیت حاصل نہیں کرتے۔

یعنی جب صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے تب روزے مقبول ہوتے ہیں۔

صدقۂ فطر کا سبب:

امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک صدقہ فطر کے وجوب کا سبب رمضان ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کے وجوب کا سبب عید کا دن ہے، حتیٰ کہ جو بچہ عید کی صبح کو پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے، جیسا کہ درج ذیل روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں:

فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم زکوٰة الفطر صاعاً من تمرا و

صاعاً من شعیر علی کل عبد او حر، صغیر او کبیر۔

(مسلم ج ا ص ۳۱۷، بخاری ج ا ص ۲۰۴، مشکوٰۃ صفحہ ص ۱۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر فرمایا ہے، خواہ آزاد ہو یا غلام، بچہ ہو یا بڑا۔

چنانچہ بعض الناس کا یہ کہنا کہ چونکہ روزے میں کچھ کمی رہ جاتی ہے اور علی وجہ الکمال روزہ نہیں رکھا جا سکتا اس لیئے اس کی تلافی کیلئے صدقہ فطر لازم ہے۔ صحیح نہیں، اے یہ وجہ اور علت جامع اور کامل نہیں، کیونکہ صدقہ فطر بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنا ضروری ہے، حالانکہ وہ روزے کے مکلف نہیں اور مسلمانوں کے تمام بچے روزے رکھتے بھی نہیں ہیں، تو ان کیلئے یہ وجہ اور سبب معتبر و متحقق نہیں ہوتا لہٰذا یہ موقف درست نہیں، تو ثابت ہوا کہ صدقہ فطر کے وجوب کا سبب روزے نہیں، عید ہے۔

صدقہ فطر کے فوائد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طھرۃ للصیام من اللغو والرفث وطعمۃً للمساکین۔

(ابوداؤد ج ا ص ۲۲۷، مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو اس فائدے کیلئے مقرر کیا کہ روزے بے ھودگی اور بدکاری کی آمیزش سے پاک ہو جائیں اور مسکینوں کیلئے کھانے کا انتظام ہو۔

یعنی روز صدقہ فطر کے دو بڑے فوائد ہیں:

①۔ روزے کی حالت میں روزے دار سے لہو ولعب، بے ہودگی وفحش گوئی اور روزے کے تقاضوں کے برعکس جو افعال صادر ہوئے ہوں، صدقہ فطر کی وجہ سے روزے ان کی آمیزش سے پاک ہو جاتے ہیں۔

②۔ عید الفطر ایک ملی تہوار اور مذہبی خوشی کا دن ہے، اس میں ہر مسلمان کو پورا پورا شریک ہونا چاہیئے، امت کے افراد میں غریب ومسکین حضرات بھی موجود ہیں، اگر وہ اپنی مفلسی اور غربت وناداری کی حالت میں ہی رہیں تو ان کا اس اجتماعی خوشی میں شامل ہونا ممکن نہیں، لہٰذا مسلمان اپنے ان غریب اور تنگ دست بھائیوں کی امداد کریں، صدقہ فطر ان تک پہنچا دیں، تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شامل ہو سکیں، تو صدقہ فطر مستحقین تک پہنچا دینے سے وہ لوگ بھی اپنی خوشیوں کا انتظام کرلیں گے۔

غرباء کیا کریں؟:

صدقہ فطر اس مسلمان پر لازم ہے جو صاحب نصاب ہو، اور غریب، مسکین اور مفلس ونادار پر واجب نہیں ہے، کیونکہ

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ (البقرہ:۲۸٦)

اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی وسعت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔

اور اسلام کا قانون بھی یہی ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ اغنیاء سے لے کر غرباء ومساکین کو دیئے جاتے ہیں، جیسا کہ ذیل کی روایات میں ہے۔

①...... توخذ من غنیھم فترد علی فقیر ھم۔ (بخاری ج۲ص۱۰۹٦)

یعنی زکوۃ مالداروں سے وصول کر کے غریبوں کو دی جاتی ہے۔

②...... زکوٰة الفطر طهرة للصيام من اللغو والرفث وطعمة للمساكين

(ابوداؤد ج ا ص ۲۲۷، مشکوۃ ص ۱۶۰)

یعنی صدقہ فطر روزوں کو پاک کرتا ہے اور مساکین کی خوراک ہے۔

جس سے واضح ہے کہ مسکین اور غریب لوگوں سے اس کی ادائیگی اٹھالی گئی ہے اور بجائے ادا کرنے کے وہ خود اس صدقہ کے حقدار ہیں۔

بعض لوگوں کا غرباء پر صدقہ فطر ''فرض'' قرار دینا درست نہیں، اگر بے چارے غرباء و مساکین پر بھی ادا کرنا فرض ہے، تو صدقہ فطر کے مصرف کے طور پر کوئی اور ہی مخلوق تلاش کریں، جو نہ امیر ہو اور نہ غریب۔ بات صرف یہ ہے کہ غرباء پر فرض نہیں، لیکن اگر کسی غریب کو اس قدر امداد پہنچی کہ وہ نصاب کا مالک ہو گیا تو اب وہ غریب رہا ہی نہیں، اب وہ امیر اور مالدار کے زمرے میں ہے، اب اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہوگا...... اسلیئے اسے صرف ماسبق کا اعتبار کرتے ہوئے غریب کہہ سکتے ہیں، اور اگر کوئی غریب اپنی طرف سے اس میں شمولیت کرتے ہوئے، اور صدقہ فطر کی برکات کو حاصل کرنے کی غرض سے ''فطرانہ'' ادا کرتا ہے تو اسے اس کا اختیار ہے، اور اسے فائدہ کیا ہوگا؟، حدیث نبوی میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صاع من بر اوقمح على كل اثنين صغير او كبير حر اوعبد ذكر او انثى اما غنيكم فيزكيه الله تعالىٰ واما فقيركم فيزداه الله تعالىٰ عليه اكثر مما اعطاه۔

(ابوداؤد ج ا ص ۲۲۸، مشکوۃ ص ۱۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت...... اگر تمہارا غنی (ادا کرے) تو اللہ اسے پاک کر دے گا اور اگر کم مالدار (ادا کرے) تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ واپس کر دے گا جو اس نے ادا کیا۔

اس حدیث شریف میں ''امیر'' کا لفظ زیادہ مالدار اور ''فقیر'' کا لفظ کم مالدار کیلئے مستعمل ہے۔ تفصیل کیلئے مرقاۃ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

اور اگر اسے فقیر بمعنیٰ نادار، تنگ دست اور مفلس کے معنیٰ میں لیں تو پھر وہی مطلب ہے جو اوپر گذر چکا ہے کہ اس پر فطرانہ دینا لازم نہیں لیکن اگر ادا کرے گا تو اجر پائے گا۔

مخالفین کی عجیب وغریب قیاس اور قلابازی:

وہابی حضرات اول تو غریبوں پر صدقہ فطر کو ''فرض'' ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور جب کچھ بن نہیں پڑتا، اور اپنے موقف کو کمزور ترین دیکھتے ہیں تو پھر یوں قلابازی لگاتے ہیں کہ:

صدقے کی ادائیگی ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے چاہے امیر ہو یا غریب، اس لیئے غرباء کو بھی اس فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق اور اس پر ایمان رکھتے ہوئے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیئے تاہم کوئی بالکل ہی غریب ہو اور کسی ایسی جگہ رہائش پذیر ہو کہ جہاں اسے دیگر مسلمانوں کی طرف سے تعاون نہ ملے تو اس کے لئے گنجائش نکل سکتی ہے یا پھر وہ نصف صاع ادا کر دے، شاید وہی اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔

(تحفہ رمضان ص ۱۰۴، ۱۰۵، از عبدالغفور اثری)

دیکھیئے ! وہابیوں کے نزدیک کیسا فرض ہے کہ جسمیں روزوں کی تطہیر، خدا کی رضا اور ثواب کی امید ہرگز یہ نہیں، بلکہ اس کی ادائیگی محض اس غرض سے ہے کہ مجھے مال ملے۔ان کے نزدیک اس ارادہ سے تو فطرانہ ادا کرنا فرض ہے اور اسکی گنجائش بھی ہے اور اگر کسی طرف سے تعاون ملنے کا گمان نہ ہو تو وھابی شریعت میں پھر غریب آدمی کیلئے اس کی کوئی گنجائش نہیں اور طرفہ یہ ہے کہ ایک طرف نصف صاع کی تمام روایات کو مرجوع، مردود اور درجہ اعتبار سے ساقط قرار دیا جارہا ہے۔(ص ۱۰۷)

اور دوسری طرف محض، سینہ زوری، اور شریعت میں من مانی کرتے ہوئے اس کے اثبات کے لئے غرباء کو نصف صاع کی ادائیگی کی اجازت عنایت کر رہے ہیں اور مستزاد یہ کہ کسی آیت یا روایت کی ضرورت نہیں۔بس ایک ہی کہ "مستند ہے میرا فرمایا ہوا"۔

کس جنس سے ادا کریں؟:

شریعت کی طرف سے صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ ایک صاع کھجور، منقی، جو یا نصف صاع گیہوں (گندم) میں جونسی جنس دینا چاہے، دے سکتا ہے۔اگر گندم کا آٹا دینا چاہے، تو اسی مقدار کے مطابق دے سکتا ہے، اگر قیمت دینا چاہے تو گذشتہ چاروں چیزوں میں سے جسکی قیمت چاہے دے سکتا ہے، علاوہ ازیں اگر چاول، جوار، باجرہ اور کوئی غلہ دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا۔یہاں تک کہ مذکورہ اجناس کی روٹی یا ستو دے تو بھی صاع یا نصف صاع کی قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا۔اجناس مذکورہ کا ثبوت احادیث ذیل میں ہے۔

①۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: مسلمانوں میں سے ہر (مالک نصاب)

غلام، آزاد، مرد، عورت، بچے اور بڑے پر رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر فرمایا۔ (بخاری ج ا ص ۲۰۴۔۲۰۵)

(۲)۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم عہد نبوی میں عید الفطر کے روز ایک صاع طعام، (صدقۂ فطر) ادا کرتے تھے۔ ان دنوں ہمارا طعام جو، منقی، پنیر اور کھجور ہوتا تھا۔ (بخاری ج ا ص ۲۰۶، ۲۰۵)

(۳)۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہم ایک صاع طعام، جو یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقی ادا کرتے تھے۔ (بخاری ج ا ص ۲۰۴)

گندم کا نصف صاع:

احادیث کثیرہ میں یہ تصریح ہے کہ گندم کا نصف صاع فطرانہ ادا کرے۔

❁...... امام ابو داؤد دو صحیح سندوں کیساتھ حضرت ثعلبہ یا حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

قام رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فامر بصدقۃ الفطر صاع تمرا و صاع شعیر عن کل رأس زاد علی فی حدیثہ او صاع برا وقمح بین اثنین الحدیث ۔ (ابو داؤد ج ا ص ۲۲۸)

ناصر الدین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(صحیح سنن ابی داؤد ج ا ص ۳۰۴ برقم: ۱۴۲۷)

یعنی رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپنے فی کس ایک صاع کھجور، ایک صاع جو اور ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

﷽...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں آخر رمضان میں خطبہ دیا، اور فرمایا: اپنے روزوں کا صدقہ دو، لوگ اس بات کو نہیں سمجھے، آپ نے فرمایا۔ یہاں شہر والوں میں ایک قوم ہے ان کو تعلیم دو، کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ مقرر فرمایا ہے:

صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع من قمح علی کل حر او مملوك ذکر او انثی صغیر او کبیر۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۸)

کھجور یا جو کا ایک صاع یا گندم کا نصف صاع ہر آزاد یا غلام مرد یا عورت اور چھوٹے اور بڑے پر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں اعلان کرادیا، لوگو! ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے، ہر مرد اور عورت پر، آزاد اور غلام پر، چھوٹے اور بڑے پر۔

مدان من قمح او صاع مما سواہ من الطعام (دار قطنی ج ۲ ص ۱۴۱)

دو مد (نصف صاع) گندم اور باقی چیزوں کا مکمل صاع۔

﷽...... اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں نصف صاع گندم کی تصریح ہے۔ (دار قطنی ج ۲ ص ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۷)

﷽...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصف صاع گندم کا مسئلہ بیان کیا تو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۰۴، مسلم ج ۱ ص ۳۱۷، ۳۱۸)

﷽...... علامہ عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

نصف صاع گندم ادا کرنا حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن

عباس، حضرت معاویہ، حضرت اسماء بنت صدیق (رضی اللہ عنہم) کا مذہب تھا اور تابعین میں سے سعید بن مسیب، عطا، مجاہد، سعید بن جبیر، عمر بن عبدالعزیز، طاؤس، نخعی، شعبی، علقمہ، اسود، عروہ، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، ابو قلابہ، عبدالملک بن محمد وغیرہم (علیہم الرحمۃ) کا مسلک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۱۳)

صدقہ فطر کب ادا کیا جائے:

عید کے دن صبح صادق ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے، نماز عید سے قبل جب چاہے ادا کر سکتے ہیں اگر نماز عید ادا کر لینے تک بھی ادا نہ کیا جائے تو صدقہ فطر معاف نہیں ہوتا۔ بعد میں بھی ادا کرنا ضروری ہے۔

...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ مروی ہیں:

امر بها ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوة۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے کہ صدقہ فطر نماز عید کے لئے جانے سے قبل ادا کیا جائے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۰۴، مسلم ج ۱ ص ۳۱۸، مشکوۃ ص ۱۶۰)

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا:

فکان ابن عمر یؤدیها قبل ذلك بالیوم والیومین۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۷)

حضرت ابن عمر عید سے ایک دن یا دو دن پہلے فطرانہ ادا کر دیتے تھے۔

...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

من ادا ها قبل الصلوة فهی زکوة مقبولة ومن اداها بعد الصلوة فهی

صدقة من الصدقات۔ (ابوداؤد ج ا ص ۲۲۷)

جس نے نماز سے پہلے ادا کیا تو وہ مقبول صدقہ ہوگا (جس پر پورا اجر ملے گا) اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ صرف ایک صدقہ ہوگا۔

کن لوگوں کو صدقہ دیا جائے؟:

جن حضرات کو زکوۃ دی جاتی ہے انہیں صدقہ فطر بھی دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً: غریب، مسکین، مسافر، قرض دار، دینی مدارس کے مستحق طلباء، اپنی اصل یعنی باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی کو نہیں دے سکتے اور ایسے ہی فرع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی کو بھی نہیں دیا جا سکتا۔ بہو اور داماد، سوتیلی ماں یا باپ، زوجہ کی اولاد یا شوہر کی اولاد کو دے سکتے ہیں۔

چند ضروری مسائل:

صدقۂ فطر چونکہ روزہ کی وجہ سے واجب نہیں ہوتا۔ اس لیئے اگر کسی عذر کی وجہ سے مثلاً: سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا بغیر عذر کے روزہ نہ رکھا، جب بھی واجب ہے۔

صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں، لہٰذا اگر مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ اگر وصیت کی تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا۔ جو شخص صبح صادق سے پہلے مر گیا، یا غنی تھا فقیر ہو گیا، تو معاف ہے۔ اگر صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا، بچہ پیدا ہوا، فقیر غنی ہو گیا، تو اس پر بھی واجب ہے۔ اگر بچہ مالک نصاب نہیں تو والد اپنے تمام چھوٹے بچوں کی طرف سے ادا کرے، اگر باپ نہیں تو دادا ادا کرے۔ ماں پر فطرانہ لازم نہیں۔ اپنی عورت اور عاقل و بالغ اولاد (اگر ان کا مال الگ الگ ہو تو ان) کا فطرانہ اس کے ذمے نہیں۔

ماں، باپ، دادا، دادی، نابالغ بھائی اور دیگر رشتے داروں کا فطرانہ اس کے

ذمے نہیں، ان کے حکم کے بغیر ادا کیا تو ادا نہ ہوگا، اگر ان کے اذن سے کیا تو ادا ہو گیا۔

تفصیلات کے لئے علماء اہلسنّت سے رابطہ کریں اور بہار شریعت جلد اول، حصہ ۵ کا مطالعہ کریں۔

میت کی طرف سے روزے

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ میت کی طرف سے مطلقاً روزہ نہ رکھا جائے خواہ روزہ نذر کا ہو یا غیر نذر کا۔

علامہ ابن منذر نے لکھا ہے:

حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہم) کا بھی یہی نظریہ ہے، حسن اور زہری سے بھی یہی روایت ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ جمہور کا یہی قول ہے۔

(نووی بر مسلم جلد اول ص ۳۶۲)

۞...... علامہ شمس الدین سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ (موطا امام مالک ص ۲۴۵)

دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادت کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہو سکتا، لہٰذا موت کے بعد بھی نہیں ہو سکتا، جس طرح کہ نماز میں سب کا اتفاق

ہے، کیونکہ عبادت کا مکلّف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلف کے بدن میں کوئی مشقت نہیں ہوتی۔ البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا، کیونکہ اب اس مکلف کا خود روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے، تو فدیہ اس کا قائم مقام ہو جائیگا۔ جیسا کہ شیخ فانی کے مسئلہ میں ہے اور جب اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے۔ اور اگر وصیت نہیں کی تو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً کھانا کھلانا لازم ہے خواہ وصیت کرے یا نہیں، کھانے کے فدیہ کی مقدار ہمارے نزدیک ہر مسکین کے لیئے نصف صاع (۲ء۱۲۵ کلوگرام) گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک ایک مد (۱۶۲ کلوگرام) ہے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۸۹)

احادیث مبارکہ:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کسی شخص پر روزے ہوں تو اس کا ولی، وارث اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو، تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کرنا لازم ہے۔ ورنہ مستحب ہے۔ آپ کے موقف پر چند احادیث ملاحظہ ہوں!

{1}...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات و علیہ صیام شھر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین۔

(ترمذی ج ۱ ص ۹۰، ابن ماجہ ص ۱۲۷ واللفظ لہ، شرح السنہ ج ۶ ص ۳۲۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

﴿۲﴾...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لایصلی احد عن احد ولایصوم احد عن احد ولکن یطعم عن کل یوم مدمن حنطة۔ (الجوہر النقی ج۴ص ۲۵۷)

کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ ہی کوئی کسی اور کی طرف سے روزہ رکھے لیکن اس کی طرف سے ہر روز کھانا کھلایا جائے۔

اس حدیث کو نقل کر کے امام ابن ترکمانی لکھتے ہیں:

ھذااسند صحیح علی شرط الشیخین خلا ابن عبدالاعلیٰ فانہ علی شرط مسلم۔ (الجوہر النقی ج۴ص ۲۵۷)

یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے سوا ابن عبدالاعلیٰ کے، کیونکہ وہ امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

﴿۳﴾...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع فرماتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص ۶۰)

﴿۴﴾...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لایصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد۔

(موطا امام مالک ۲۴۵، مشکوٰۃ ۱۷۸)

کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔

﴿۵﴾...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے:

لایصلین احد عن احد ولا یصومن احد عن احد ولکن ان کنت فاعلاً تصدقت عنه او اهدیت۔ (مصنف عبدالرزاق ج۹ص۶۱۸)

کوئی شخص کسی کی طرف سے ہرگز نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اور اگر تم نے اس کا کفارہ ادا کرنا ہو تو ان نمازوں یا روزوں کا فدیہ میت کے (ایصال ثواب کے) لئے صدقہ یا ہدیہ کردو۔

ان احادیث صحیحہ میں میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور جن روایات میں مرفوع کی تصریح نہیں ہے وہ بھی حکماً مرفوع ہی ہیں، کیونکہ یہ بات ان امور سے ہے جو اپنی رائے اور قیاس سے نہیں کہے جاتے۔

علامہ نووی کا تسامح:

علامہ نووی کو دریں مسئلہ تسامح لاحق ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے:

مع عدم المعارض لها۔ (نووی برمسلم ج۱ص۳۶۲)

کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے والی حدیث کا کوئی معارض نہیں ہے ان کا یہ کہنا صحیح نہیں، کیونکہ ہم نے احادیث صحیحہ پیش کردی ہیں جو ان روایات کے معارض ہیں، اور ان میں صراحت ہے کہ میت کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں۔

نوٹ: کسی محدث یا عالم سے کسی مسئلہ میں تسامح کا واقع ہونا یا کسی حدیث اور کسی مسئلہ کا از بر نہ ہونا دور کی بات نہیں۔ ایسا نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے۔ اس میں کسی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

لیکن وہابی حضرات نے یہ مکروہ دھندا شروع کر رکھا ہے کہ عوام الناس کو فقہ حنفی

سے بددل کرنے کے لئے احناف کے تسامحات دکھاتے رہتے ہیں۔اور اپنے کفریہ عقائداور شرکیہ نظریات وخودساختہ افکار سے نظریں چرالیتے ہیں۔

اگر احناف (بقول ان کے) اس لئے مطعون ہیں کہ ان سے تسامحات واقع ہوتے ہیں تو پھر کائنات میں کوئی محدث، فقیہ، اور عالم قابل اعتماد، لائق استناد اور صاحب اعتبار نہیں رہ جائیگا، کیونکہ وہم، لغزش اور تسامح سے کون محفوظ ہے۔لہٰذا غیر مقلدین ہر امام اور ہر محدث سے ہاتھ اٹھالیں۔ورنہ اپنے غیر اخلاقی رویے پر نظر ثانی کریں۔

معارض احادیث کا محمل:

جن احادیث میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ان احادیث سے منسوخ اور متروک ہیں۔

① ...... امام مالک فرماتے ہیں:

صحابہ وتابعین میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔

(نصب الرایہ ج ۳ ص ۴۶۳)

② ...... ان احادیث میں بعض اسانید کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں، یہ روایت غیر محفوظ ہے۔(کتاب الام ج ۲ ص ۱۰۵)

③ ...... ان احادیث پر عمل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میت کی طرف سے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔اس لئے قیاس (جس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے) کا تقاضہ یہ ہے کہ روزہ بھی نہ رکھا جائے۔کیونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جس شخص نے نمازوں یا روزوں کی نذر مانی پھر فوت ہوگیا تو اس کی طرف سے روزوں کا کفارہ دیا جائے گا۔ نہ روزے رکھے جائیں گے، نہ نماز پڑھی جائے گی اور نہ ہی نماز کا کفارہ ادا کیا جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ حج، نماز اور روزے میں کیا فرق ہے، کیونکہ میت کی طرف سے حج کیا جاتا ہے، روزے کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے اور نماز کا نہ کفارہ ہے اور نہ ہی نماز میت کی طرف سے ادا کی جاتی ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام میں فرق کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج بدل مشروع فرمایا اور حج کے سوا کسی اور عبادت کا بدل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری نہیں کیا اور روزے کا فدیہ اور کفارہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (اور جو شخص روزے کی قضا کرنے سے پہلے فوت ہوگیا وہ اس حکم میں داخل ہے) اور حائضہ عورت اپنے ایام میں نماز نہیں پڑھتی اور اس کی نماز کا اللہ اور اس کے رسول نے کوئی بدل مقرر نہیں کیا، نہ کوئی کفارہ اور فدیہ مشروع کیا، نماز اور روزے کے بدل نہ ہونے اور حج کے بدل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حج میں مال خرچ ہوتا ہے اس لیے میت کے مال سے حج کیا جائے گا اور نماز اور روزہ محض عبادت فرضیہ ہے اس لیے ان کا بدل نہیں مشروع کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں حضرت ابن عباس سے حدیث مروی ہے تم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ (کتاب الام ج ۲ ص ۱۰۵)

۴...... حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایات گزر چکی ہیں کہ میت

کی طرف سے روزے نہ رکھیں......تو قاعدہ یہ ہے کہ جب راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت اس راوی کے نزدیک منسوخ ہے یا پھر وہ روایت اس راوی سے ثابت نہیں۔

۵...... ایک جواب یہ بھی ہے کہ ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا ولی ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہ مفہوم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع روایت میں موجود ہے جو ایک نمبر کے تحت گزر چکی ہے۔

نماز تراویح

تراویح کی وجہ تسمیہ:

رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد وتروں سے قبل جو نماز ادا کی جاتی ہے اسے ''نماز تراویح'' کہا جاتا ہے۔ تراویح، ترویحہ کی جمع ہے، جس کا مادہ روح یا راحۃ ہے بمعنی آرام، تراویح (باب تفصیل کا مصدر ہے جس) کا معنی آرام پانا ہے اور ترویحہ کا معنی ہوا ایک بار آرام پانا۔

اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نماز میں طویل قیام کی وجہ سے ہر چار رکعتوں پر اپنے بدن کو آرام پہنچانے کیلئے کچھ دیر تک بیٹھتے تھے...... جیسا کہ زید بن وہب سے مروی ہے:

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه یروحنافی رمضان۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج۲ ص۴۹۷)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان میں (ہر چار رکعت کے بعد) آرام کا وقفہ دیتے تھے۔

بدیں وجہ اس نماز کی ہر چار رکعتوں کا نام ترویحہ ہوا۔ یعنی ایسی چار رکعتیں جن کے بعد جسم کو آرام پہنچایا جائے۔

وہابیوں نے لکھا ہے:

ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے:

"تراویح، ترا ویحہ کی جمع ہے، یہ راحۃ کا اسم مرۃ (ایک آرام کرنا یا کرنا ہے) رمضان المبارک کی راتوں کی نماز کو کہتے ہیں۔ جب قیام رمضان یا جماعت کے ساتھ پڑھنے پر متفق ہوئے اس وقت سے یہ نام جاری ہے کیونکہ ہر چار رکعت کے بعد لوگ تھوڑی دیر آرام کرلیا کرتے تھے"۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۵۳، ۵۴)

❁...... فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے:

اس نماز کا نام نماز تراویح اس لئے رکھا گیا کہ لوگ اس میں چار رکعت کے بعد استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنے ایک بار آرام کرنے کے ہیں، اور اس نماز وقت عشاء کے بعد ساری رات ہے، طلوع فجر تک، علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" ج ۲ ص ۳۱۵ میں اور علامہ قسطلانی ارشاد الساری، مطبوعہ مصر ج ۳ ص ۴۸۳ میں فرماتے ہیں:

(التراویح جمع ترویحة وهی المرة الواحدة من الراحة سمیت الصلوٰة بالجماعة فی لیالی رمضانَ التراویح لانهم اول مااجتمعوا علیها کانوا یستریحون بین کل تسلیمتین)

ترجمہ: تراویح ترویحہ کی جمع ہے، اور ترویحہ کی مرت کا صیغہ واحد ہے، راحت سے مشتق ہے، وہ نماز جو رمضان کی راتوں میں باجماعت پڑھی جاتی ہے اس کا نام تراویح رکھا گیا، اس لیے جب ابتداء میں لوگ اس نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے۔ تو ہر دو تسلیمہ کے درمیان میں استراحت کرنے لگے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۶ ص ۲۴۱)

❁...... محمد اعظم آف گوجرانوالہ نے لکھا ہے:

تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ راحت سے بنا ہے۔ بمعنیٰ آرام کے۔ صحابہؓ چار رکعت کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔ سنن الکبریٰ بیہقی میں ہے،

کانوا یتروحون بعد اربع۔ یعنی

صحابہؓ چار رکعتوں کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے اسے نماز تراویح کہا گیا۔ (فضائل رمضان ص ۳۵)

تراویح آٹھ کو نہیں کہتے:

اس لغوی اور لفظی بحث میں آٹھ رکعت کو تراویح کہنے کا کوئی تصور نہیں ابھرتا۔ کیونکہ لفظ اور عمل کی مطابقت نہیں رہتی، ہاں بیس رکعت کے لئے تراویح کا صیغہ بولنا بالکل درست ہے۔ اس کے شواہد درج ذیل ہیں۔

❁...... امام محمد بن احمد البابرتی لکھتے ہیں:

الترویحة اسم لکل اربع رکعات فانها فی الاصل ایصال الراحة وھی الجلسة سمیت اربع رکعات فی اخرها الترویحة۔

(العنایۃ علی حاشیہ الفتح ج ۱ ص ۴۰۶، الکفایہ فی ذیل الفتح ج ۱ ص ۴۰۷)

ترجمہ: ترویحہ ہر چار رکعت کو کہا جاتا ہے کیونکہ اسکا معنی ہے راحت پہنچانا اور وہ (چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر) بیٹھنا ہے پھر جن چار رکعتوں کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کیا جاتا ہے انہیں ترویحہ کہا جاتا ہے۔

❁...... عن اللیث انه قال سمیت صلوة الجماعة فی لیالی رمضان بالتراویح لانهم اول مااجتمعوا علیها کانوا یستریحون بین تسلیمتین قدر ما یصلی

الرجل کذا و کذا رکعة۔

(زرقانی شرح مؤطا امام مالک ج ا ص ۲۱۴، باب ماجاء فی قیام رمضان)

حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رمضان کی راتوں میں باجماعت نماز کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ جب لوگوں نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا شروع کی تو وہ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر آرام کرتے تھے کہ جتنی دیر میں آدمی اتنی (مزید چار) رکعتیں پڑھ سکے۔

❁...... علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

والتراویح جمع ترویحة وھی فی الاصل مصدر بمعنیٰ الاستراحة سمیت بہ لاربع رکعات المخصوصة لاستلزامھا الاستراحة بعدھا کما ھو السنة فیھا (بحرالرائق ج ۲ ص ۶۶، حاشیہ مؤطا ص ۹۷)

تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور وہ اصل میں مصدر ہے استراحت کے معنی میں چار مخصوص رکعتوں کا نام ترویحہ اس لیے رکھا گیا کہ سنت کے مطابق ان چار رکعتوں کے بعد آرام پانا لازم ہے۔

❁...... علامہ شیخ محمد رواس قلعجی اور علامہ حامد صادق قنیبی لکھتے ہیں:

التروایح مفردھا ترویحة وھی الاستراحة قیام شھر رمضان وسمی بالتراویح لانہ یعقب کل اربع رکعات منہ ترویحة (جلسة استراحة)۔

(معجم لغة الفقہاء حرف التاء، التراویح ۱۲۷، طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

تراویح اسکا واحد ترویحہ ہے جس کا معنیٰ ہے آرام پہنچانا۔ ماہِ رمضان کی مخصوص نماز کو تراویح کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ یعنی بیٹھ

کر آرام کرنے کا موقع آتا ہے۔

﴿...... علامہ ابراہیم انیس لفظ تراویح پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(التراویح) جمع ترویحة وهی فی الاصل اسم للجلسة مطلقة ثم سمیت به الجلسة اللتی بعد اربع رکعات فی لیالی رمضان لاستراحة الناس بها ثم سمیت کل اربع رکعات ترویحة مجازًا واصلها المصدر۔

(المعجم الوسیط، باب الراء، التراویح ج ۱ ص ۳۰۸، تہران)

تراویح، ترویحہ کی جمع ہے یہ اصل میں مطلقاً بیٹھنے کو کہتے ہیں پھر رمضان کی راتوں کی (مخصوص نماز) کی ہر چار رکعتوں کے بعد بیٹھنے کا نام ترویحہ رکھ دیا گیا ہے کیونکہ لوگ اس کیساتھ اپنے آپ کو راحت پہنچاتے ہیں، پھر مجازی طور پر ہر چار رکعت کو ترویحہ کہہ دیا گیا۔ ترویحہ اصل میں مصدر ہے۔

﴿...... حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

والتراویح جمع ترویحة وهی المرة الواحدة من الراحة کتسلیمة من السلام سمیت الصلوٰة فی الجماعة فی لیالی رمضان التراویح لانهم اول ما اجتمعوا علیها کانوا یستریحون بین کل تسلیمتین۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۰)

تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ ایک بار ہوتا ہے، یہ راحت سے مشتق ہے جیسے تسلیمۃ اسلام سے۔ جو نماز رمضان المبارک کی راتوں میں باجماعت پڑھی جاتی ہے اسکا نام تراویح اس لیئے رکھا گیا ہے کہ جب ابتداء میں لوگ اس نماز کو باجماعت پڑھنے لگے تو ہر دو سلاموں (چار رکعتوں) کے بعد آرام کرتے تھے۔

……علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے:

(ترجمہ) تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ ایک دفعہ آرام کرنا ہے، جیسے سلام سے تسلیمہ ایک دفعہ سلام کرنا اور ترویحہ رمضان کے مہینہ میں آرام کرنا ہے اسکا نام لوگوں کے ہر چار رکعت کے بعد آرام کرنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

(لسان العرب)

……امام بیہقی نے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربع رکعات فی اللیل ثم یتروح۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو چار رکعت پڑھ کر آرام فرماتے تھے) نقل کر کے لکھا ہے: فھذا اصل فی تروح الامام فی صلوۃ التروایح۔

یہی معمول صلوٰۃ التراویح کے دوران ہر چار رکعت کے بعد امام کے آرام کرنے کی دلیل ہے۔ (السنن الکبری ج ۲ ص ۴۹۷)

……غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۶ میں ہے:

وھی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فھی خمس ترویحات کل اربعۃ منھا ترویحۃ۔

تراویح بیس رکعت ہیں، ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے اسکے پانچ ترویحے ہیں ہر چار رکعت کا نام ایک ترویحہ ہے۔

لہٰذا پانچ ترویح بیس رکعت ہوئیں۔ علاوہ ازیں یہی مضمون

……امام شمس الدین ابن قدامہ نے "الشرح الکبیر علی متن المقنع" جلد اول ص ۷۸۱ مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔

❀...... امام ابن اثیر الجزری نے ''النھایہ'' باب الراء مع الواو، جلد ۲ ص ۲۷۴ طبع قم۔

❀...... امام محمد بن طاہر الفتنی نے ''مجمع بحار الانوار، باب الراء مع الواو جلد ۲ ص ۳۹۲ طبع دار الایمان، مدینہ المنورہ پر بھی نقل کیا ہے۔

غیر مقلد وھابیوں کی تائید:

تراویح کا معنیٰ اور اسکی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے غیر مقلد وہابیوں نے بھی یہی امور ذکر کیے ہیں۔ حوالہ جات درجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور......۳ جولائی ۱۹۸۱ء

۲۔ ہفت روزہ اہلحدیث......ص ۱۰۔ ۲۰ مارچ ۱۹۹۲ء

مضمون از محمد اعظم آف گوجرانوالہ۔

۳۔ فضائل رمضان......ص ۳۵۔

۴۔ فتاوی علمائے حدیث......ج ۲ ص ۲۳۰۔ ۲۴۱

۵۔ رسائل بہاولپوری......ص ۱۰۱۔ از عبداللہ بہاولپوری

۶۔ لغات الحدیث، ......کتاب ''باب الراء مع الواو'' ج ۲ ص ۱۴۵، طبع میر محمد، کراچی، از وحید الزمان حیدر آبادی۔

تراویح کی شرعی حیثیت:

نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

❀...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شهر جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۷، درمنثور ج ۱ ص ۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۹۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۴، کنز العمال برقم: ۲۳۷۱۴)

ماہ رمضان ایسا مہینہ ہے کہ جس کے روزے اللہ نے فرض کیئے اور راتوں کا قیام اضافی عبادت قرار دیا۔

❁...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان اللہ تبارك وتعالٰی فرض صیام رمضان علیکم وسنت لکم قیامہ۔

(نسائی ج ۱ ص ۳۰۸، ابن ماجہ ۹۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۵، مختصر قیام اللیل ۱۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۱۵)

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے اور میں نے اسکا قیام سنت بنادیا ہے۔

❁...... عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُرغّب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمۃ۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۹، مسلم ج ۱ ص ۲۵۹، ترمذی ج ۱ ص ۱۰۰، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱، نسائی ج ۱ ص ۳۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے لیکن اسے لازم (فرض یا واجب) نہیں فرماتے تھے۔

❁...... وفی الباب عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۰)

اور یہ مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

۞...... حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک کی آمد پر خطبہ ارشاد فرمایا:

ان هذا الشهر المبارك الذی فرض الله صیامه ولم یفرض قیامه (وفی لفظ) کتب الله علیکم صیامه ولم یکتب علیکم قیامه۔

(قیام اللیل ص ۱۵۴، مطبوعہ رحیم یار خان)

بے شک یہ مہینہ برکت والا ہے، جس کے روزے اللہ نے فرض کیے اور قیام فرض نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے اس کے روزے اللہ نے فرض کیے ہیں قیام فرض نہیں فرمایا۔

۞...... رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ رمضان المبارک کی آمد کا اعلان فرمایا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

نادفی الناس لوگوں میں ندا کردو، فنادیٰ فی الناس ان یقوموا وان یصوموا تو انہوں نے اعلان کیا کہ لوگ رمضان کا قیام بھی کریں اور روزے بھی رکھیں

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۵۹، نشر السنہ لاہور)

۞...... حضرت عمر بن العزیز رحمہ اللہ نے عید الفطر کے روز خطبہ دیا، حمد وثنا کے بعد فرمایا:

ان هذا شهر فرض الله صیامه وسن رسول الله صلی الله علیه وسلم قیامه۔ الحدیث۔ (قیام اللیل ص ۱۵۲)

بے شک یہ مہینہ وہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کیے اور اسکا قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت بنایا۔

ان تمام روایات میں قیام رمضان، سے مراد نماز تراویح ہے اور بر چند واضح ہے کہ وہ فرض یا واجب نہیں بلکہ مسنون عمل ہے۔

نماز تراویح کی مختصر تاریخ:

احادیث مبارکہ کی روشنی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی میں صرف تین راتیں جماعت کیساتھ نماز تراویح ادا فرمائی ہے، پھر ارشاد فرمایا اگر ہم باقاعدہ مسجد میں با جماعت تراویح پڑھتے رہیں گے تو خدشہ ہے کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ لہٰذا تم اسے اپنے گھروں میں اسے پڑھ لیا کرو۔ اس وقت سے لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع زمانے تک لوگ اسی طرح متفرق طور پر ہی نماز ادا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب اس نماز کے فرض ہو جانے کا ڈر ختم ہو گیا ہے، لہٰذا آپ نے نماز تراویح کو با جماعت ادا کرنے کا انتظام فرمایا، اس وقت سے لے کر آج تک تمام مسلمان پورے اتفاق سے اس نماز کو با جماعت ادا کر رہے ہیں، یوں انہیں سنت نبوی اور سنت فاروقی پر عمل کرنے کا دوہرا ثواب حاصل ہو رہا ہے۔ اس بارے چند روایات ملاحظہ ہوں!

❁...... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

صمنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم رمضان فلم يقم بنا شيئاً من الشهر حتى بقي سبع فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة لم يقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل ...... فلما كانت الرابعة لم يقم فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه والنّاس فقام بنا حتى

خشينا ان يفوتنا الفلاح قال قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم يقم بنا بقية الشهر۔

(ابو داؤد ج ا ص ۱۹۵ واللفظ لہٗ، نسائی ج ا ص ۲۳۸، ابن ماجہ ص ۹۵، ترمذی ج ا ص ۱۹۹، مشکوٰۃ ص ۱۱۴)

یعنی ہم نے ماہ رمضان کے روزے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھے لیکن آپ نے ہمیں نماز (تراویح) نہ پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو اس (تیئسویں کی) رات آپ نے ہمیں نماز (تراویح) اتنی دیر تک پڑھائی کہ رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا پھر اگلی رات آپ نے ہمیں تراویح نہ پڑھائی پھر اگلی (پچیسویں) رات اتنی دیر تک نماز تراویح پڑھائی کہ آدھی رات گزر گئی، اس کے بعد ایک رات نماز (تراویح) نہ پڑھائی۔ اگلی (ستائیسویں) رات نماز (تراویح) پڑھائی اور اتنی طویل کی کہ ہم ڈر گئے کہ کہیں فلاح فوت نہ ہو جائے میں نے پوچھا فلاح کیا ہے؟ کہا سحری کا وقت پھر (باقی دنوں میں) آپ نے ہمیں نماز (تراویح) نہ پڑھائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے سات روز باقی رہتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین راتیں (درمیان میں ایک ایک رات چھوڑ کر) نماز باجماعت پڑھائی۔ یعنی آپ نے تیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں رات کو جماعت سے نماز تراویح ادا فرمائی۔

❁...... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی فیھا لیالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قد نام

فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج اليهم فقال مازال بكم الذى رأيت من صنيعكم حتى خشيت ان يكتب عليكم ولو كتب عليكم ماقمتم به فصلوا ايها الناس فى بيوتكم۔

(بخاری ج ا ص ۱۰۱، مسلم ج ا ص ۲۶۶،۱۲۶، مشکوۃ ص ۱۱۴ واللفظ لہ)

یعنی نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے (ماہ رمضان میں) مسجد میں کھجور کی چٹائی سے ایک حجرہ بنالیا اس حجرے میں آپ نے (اعتکاف کے دوران) چند راتیں (تین راتیں) لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز تراویح ادا فرمائی پھر اس کے بعد لوگوں نے آپ کی آواز نہ سنی، انہوں نے خیال کیا کہ شاید آپ سو گئے ہیں تو بعض حضرات نے کھنکارنا شروع کیا، تاکہ آپ ان کے پاس (باہر) تشریف لے آئیں، آپ نے ارشاد فرمایا: (نماز تراویح کے شوق میں) دیر سے جو کچھ تم کر رہے ہو میں نے سب کچھ دیکھا ہے، مجھے اس بات کا خوف تھا کہ (باقاعدہ نماز ادا کرنے سے) کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے اور اگر تم پر نماز (تراویح) فرض کر دی گئی تو تم اسے نبھا نہ سکو گے، تو اے لوگو! اب تم اس نماز کو اپنے گھروں میں پڑھو۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے تین رات تک باجماعت نماز ادا فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ اب تم یہ نماز اپنے گھروں میں ہی پڑھ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے اور تم اسے نبھا نہ سکو۔

❁...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فتوفى رسول الله صلى الله عليه وسلم والامر على ذالك ثم كان الامر على ذالك فى خلافة ابى بكرو صدرا من خلافة عمر على ذلك۔

(مسلم ج۱ص۲۵۹، بخاری ج۱ص۲۶۹، مشکوٰۃ ص۱۱۴، موطا امام مالک ص۹۷)

رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت نماز کا معاملہ یوں ہی تھا (کہ لوگ بغیر جماعت کے الگ الگ مسجد میں یا اپنے گھروں میں نماز پڑھتے تھے) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی معاملہ یوں ہی رہا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے شروع میں بھی یہی طریقہ کار تھا۔

پھر کیا ہوا؟

❁...... حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں:

خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد فاذ الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلوته الرهط فقال عمر انی ارٰی لوجمعت هٰؤلآء علی قارئ واحد لکان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب ثم خرجت معه لیلة اخرٰی والناس یصلون بصلوٰة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه الحدیث۔

(بخاری ج۱ص۲۶۹ واللفظ لہ، السنن الکبریٰ ج۲ص۴۹۳، موطا امام مالک ص۹۷، شرح السنہ ج۲ص۵۱۰، مشکوٰۃ ص۱۱۵، مصنف عبدالرزاق ج۴ص۲۵۹، معرفۃ السنن والآثار ج۴ص۲۰۶، کنز العمال ج۸ص۴۰۸)

میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو لوگوں کو الگ الگ انداز میں نماز پڑھتے دیکھا، کوئی تو تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ چند اور لوگ بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر میں ان کو ایک قاری پر جمع کر دوں تو بہت مثالی کام ہوگا۔ پھر آپ نے اس

کا پختہ ارادہ کرلیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر اکٹھا کر دیا پھر ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیساتھ مسجد کی طرف آیا تو دیکھا کہ لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت (نئی چیز) ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا ہر نئی چیز بدعت بمعنیٰ گمراہی نہیں ہوتی بلکہ وہ نئے امور جو اصول دین سے ٹکراتے ہوں وہ بدعت سیہ اور گمراہی ہیں۔

مذکورہ بالا روایات سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات نماز تراویح باجماعت ادا فرما کر صرف اس خدشہ سے ترک فرمائی تھی کہ مبادا آپ کی امت پر فرض نہ ہو جائے اور دور فاروقی میں چونکہ وہ خدشہ ختم ہو چکا تھا اس لیے آپ نے ایک امام کی اقتداء میں تمام مسلمانوں کو جمع فرما کر باجماعت نماز تراویح کو جاری فرما دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اظہار مسرت:

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے اس عمل کا خیر مقدم کرتے ہوئے مسرت کا اظہار فرمایا۔ اصل مضمون درج ذیل ہے:

قال علی حین رای الناس یصلونھا فی المساجد بعد ما امر عمر بذلك نور الله مضجع عمر کما نور مساجد الله۔ (حاشیہ بخاری ص ۱۲۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو دیکھا کہ وہ مساجد میں (باجماعت) نماز ادا کر رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس بات کے حکم دینے کے بعد، تو آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ عمر کی قبر کو منور کردے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو منور کیا ہے۔

❁...... ایک روایت میں ہے:

حضرت علی رمضان کی پہلی رات میں باہر نکلے جبکہ مساجد میں قندیلیں روشن تھیں اور اللہ کی کتاب کی تلاوت کی جارہی تھی تو آپ نے بلند آواز سے کہا:

نور اللہ لك یا ابن الخطاب فی قبرك كما نورت مساجد اللہ بالقرآن۔

(قیام رمضان لمحمد بن نصر المروزی ص ۲۰، کنز العمال ج ۸ ص ۲۱۰ صلوٰۃ التراویح، فضائل رمضان لابن ابی الدنیا ص ۳۳، المغنی والشرح الکبیر ج ۱ ص ۸۰۰، الریاض النضرہ ج ۱ ص ۲۶۶)

اے عمر بن خطاب! اللہ تیری قبر کو روشن کرے جس طرح تو نے اللہ کی مساجد کو قرآن سے روشن کردیا ہے۔

❁...... اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

نور اللہ علی عمر فی قبرہ کما نور علینا مساجدنا۔

(تاریخ دمشق ج ۴۴ ص ۲۸۰، مختصر تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۵، الریاض النضرہ ج ۱ ص ۲۶۶، تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷، سمط النجوم العوالی فی دانباء العوائل والتوالی ص ا، عقیدۃ اہل السنہ والجماعۃ فی صحابۃ الکرام لناصر بن علی عائض حسن النجدی ج ۳ ص ۱۰۱۷)

ترجمہ: اللہ حضرت عمر کی قبر نور داخل کرے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو منور کیا۔

اعتراف حقیقت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل مذکور کا ذکر شیعہ حضرات کی ہاں بھی موجود ہے، ملاحظہ ہو!

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں گھر سے نکلے مسجد میں لوگوں کو جمع ہو کر تراویح پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اے اللہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر انور کو منور فرما جس طرح انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا'' (ملخصا)۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی حدید ج ۳ ص ۹۸)

تراویح کے لیے جماعت شرط نہیں:

نماز تراویح کو با جماعت ادا کرنا شرط نہیں بلکہ افضل واولیٰ ہے۔ اگر جماعت شرط ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رات نماز ادا فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گھروں میں نماز ادا کرنے کا حکم نہ دیتے اور دور صدیقی اور خلافت فاروقی کے ابتدائی ایام میں یہ نماز عمومی طور پر بغیر جماعت کے نہ پڑھی جاتی۔

❁...... علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وقال عیسیٰ بن ابان وبکار بن قتیبه والمزنی من اصحاب الشافعی واحمد بن عمران رحهم الله تعالیٰ الجماعة احب وافضل هو المشهور عن عامة العلماء رحهم الله تعالیٰ وهوا لا صحّ والا وثق۔

عیسیٰ بن ابان، بکار بن قتیبہ اور مزنی نے کہا جو کہ اصحاب شافعی سے ہیں اور احمد بن عمران کا بھی یہی قول ہے کہ تراویح میں جماعت احب (زیادہ پسندیدہ) اور

افضل ہے (شرط نہیں) اور عام علماء سے بھی یہی مشہور ہے اور یہی زیادہ درست اور زیادہ پختہ ہے۔

البتہ تراویح با جماعت پڑھنے کی فضیلت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ با جماعت تراویح پڑھنے سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی چاہت کی تکمیل ہوتی ہے، وہاں سنت فاروقی کی بھی تعمیل ہو جاتی ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا:

علیکم بسنتی وسنة الخلفآء الراشدین المهدیّین۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، ابن ماجہ ص ۵، ترمذی ج ۲ ص ۹۲، مشکوٰۃ ص ۳۰، ۳۱)

یعنی تم پر میری سنت اور میری خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے۔

❀...... امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیلة الحدیث۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵ واللفظ لہٗ، ابن ماجہ ص ۹۵، ترمذی ج ۱ ص ۱۹۹، مشکوٰۃ ص ۱۱۴، شرح السنہ ج ۱ ص ۵۱، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶)

بے شک آدمی جب امام کے ساتھ نماز (قیام رمضان) سے فارغ ہوتا ہے تو اسے پوری رات قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

❀...... تراویح با جماعت ادا کرنے سے پورا قرآن مجید سننے کی سعادت ملتی ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من استمع الی اٰیة من کتاب اللہ تعالیٰ کتب له حسنة مضاعفة ومن

تلاھا کانت لہ نورًا یوم القیامۃ۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۱۶۴، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۱، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۱، ج ۳ ص ۲۶۲، در منثور ج ۳ ص ۵۷۵)

جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت کو سنا اسے دوگنا ثواب ملتا ہے اور جو قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگی۔

معلوم ہوا قرآن سننے والے کو دوہرا ثواب ملتا ہے، عام طور پر ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵، مشکوۃ ص ۱۸۶)

تو رمضان المبارک میں قرآن سننے والوں کو دوگنا ثواب ملتا ہے یعنی بیس نیکیاں ملتی ہیں، یوں تراویح میں قرآن سننے والے ثواب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ حاصل کر لیتے ہیں۔

❁...... تراویح باجماعت ادا کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عوام الناس رجحان اور توجہ سے اسے برموقع ادا کر لیتے ہیں ورنہ گھریلو معاملات اور خانگی امور میں الجھنے کی بناء پر اسکے قضا ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

نماز تراویح کی فضیلت:

نماز نماز تراویح ادا کرنے والوں کو کس قدر فضیلت، ثواب اور درجات ملتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

❁...... گذشتہ دلائل سے واضح ہے کہ نماز تراویح، سنت نبوی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة۔

(مشکوٰۃ ص ۳۰)

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

نماز تراویح سے محبت رکھنے والوں کو جنت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت حاصل ہوگی۔

❁...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا: شهر جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا من تقرّب فيه بخصلة من الخير كان كمن ادّى فريضة فيما سواه۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۲۱۷، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۹۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

اس (رمضان کے) مہینے کے روزے اللہ نے فرض کیے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے، اس ماہ میں جو شخص ایک نیک خصلت (نفلی عبادت) کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اسے دیگر ایام میں فرض ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔

معلوم ہوا کہ نماز تراویح ادا کرنے والوں کو ایک تراویح کے بدلے ایک فرض ادا کرنے کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔

❁...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ ﷺ بڑے اہتمام سے رمضان میں تراویح ادا کرنے کا شوق دلایا

کرتے تھے، لیکن اسے فرض نہیں فرماتے تھے، پھر آپ فرماتے:

من قام رمضان ایمانًا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۹، مسلم ج ۱ ص ۲۵۹، ترمذی ج ۱ ص ۱۰۰، مشکوٰۃ ص ۱۱۵)

جو آدمی ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نماز تراویح ادا کرے اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

❁...... حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

ان شهدت ان لا اله الا الله وانك رسول الله وصليت الصلوات الخمس واديت الزكوٰة وصمت رمضان وقمته فممن انا؟ قال من الصديقين والشهداء۔

(ابن خزیمہ ج ۳ ص ۳۴۰، ابن حبان ج ۲ ص ۱۸۴، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۶، در منثور ج ۲ ص ۵۵۱، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۱، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۶، شعب الایمان ج ۸ ص ۱۲۹)

اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچ وقت نمازیں پڑھوں، زکوٰۃ ادا کروں، رمضان المبارک کے روزے رکھوں اور رمضان کا قیام کروں (نماز تراویح پڑھوں) تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: تب تو صدیقوں اور شہیدوں میں سے ہوگا۔

❁...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے

ہیں اور میں نے تمہارے لئے اس کے قیام (نماز تراویح) کو سنت مقرر کیا ہے۔

فمن صامه وقامه ایمانا واحتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه۔

جس نے اس روزے رکھے اور قیام کیا۔ ایمان اور ثواب کی نیت کیساتھ وہ اس دن کی طرح پاک ہو جاتا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(نسائی ج ۱ ص ۳۰۸، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۲۲)

❁...... مزید فرمایا:

من قام رمضان ایمانًا واحتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه۔

(نسائی ج ۱ ص ۳۰۸)

جس نے ایمان اور خلوص نیت کیساتھ رمضان کا قیام کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوا جس طرح اس دن پاک ہوا تھا جب اسے اسکی ماں نے جنم دیا۔

❁...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ماہ رمضان کی فضیلتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اذکان أول لیلة من رمضان فتحت أبواب السمآء فلایغلق منها باب حتی یکون آخر لیلة من رمضان ولیس من عبدمومن یصلی فی لیلة فیها الاکتب الله له الفًا وَّ خَمْسَ ما ئةِ حسنة بکل سجدة، وبنی له بیتا فی الجنة من یاقوته حمراءَ لها ستون الف بابٍ لکل باب منها قصر من ذهب موشح بیاقوتة حمراء۔ (شعب الایمان ج ۸ ص ۱۴۵، کنز العمال ج ۸ ص ۴۷۰)

یعنی جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے

جاتے ہیں اور آخر رمضان تک کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور جو صاحب ایمان رمضان کی راتوں میں قیام کرتا ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے بدلے اس کے لیے پندرہ سو نیکیاں لکھے گا اور جنت میں اس کیلئے سرخ یاقوت کا ایک شاندار گھر بنائے گا، جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہونگے اور ہر دروازے کے اندر ایک ایک سونے کا محل ہوگا، جس کے حاشیوں پر آرائش کیلئے سرخ یاقوت کی لڑیوں والی جھالریں پہنائی گئی ہوں گی۔

نماز تراویح ادا کرنے والے کو ہر سجدے کے بدلے میں پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، نماز تراویح ہر روز بیس رکعت پڑھی جاتی ہے اور ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں، تو بیس رکعت میں چالیس سجدے ہوئے اور ایک مہینے (تیس دنوں) میں نماز تراویح کے سجدے تیس ضرب چالیس بارہ سو ہوئے، اب ایک سجدے کا ثواب پندرہ سو نیکیاں ہیں تو بارہ سو سجدوں کو پندرہ سو نیکیوں سے ضرب دیں تو اٹھارہ لاکھ نیکیوں کا ثواب بنتا ہے۔ تو ایک مہینے (تیس دنوں) میں بیس تراویح پڑھنے والے کو اٹھارہ لاکھ نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور جنت میں ایسے گھر اس پر مستزاد جو سرخ یاقوت سے تیار شدہ ہوں گے اور جن میں ساٹھ ہزار سونے کے شاندار محل ہوں گے۔

مکہ مکرمہ میں تراویح کا ثواب:

حجاز مقدس (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کا اپنا ہی لطف ہے۔ کیونکہ وہاں ہر نیکی کا ثواب دیگر مقامات کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ملتا ہے۔ وہاں خصوصی انوار و برکات اور قبولیت کے لمحات ہوتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں تو عام حالات میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ملتا ہے۔ ماہِ رمضان کے کیا

کہنے؟ ارشاد نبوی ہے:

من ادرك رمضان بمكة فصامه وقام منه ما تيسر له كتب الله له مأة الف شهر رمضان فيما سواه وكتب له بكل يوم عتق رقبة وكل ليلة عتق رقبة وكل يوم حملان فرس في سبيل الله وفي كل يوم حسنة وفي كل ليلة حسنة ۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۲)

جس نے مکہ مکرمہ میں ماہ رمضان پایا اور اسکے روزے رکھے اور قیام کیا (نماز تراویح پڑھی) جتنا اسے میسر آیا تو اللہ تعالیٰ اسے دوسری جگہوں کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور اسکے لیے ہر دن اور ہر رات کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا اور ایک مجاہد کو جنگی سامان دینے کا اور ہر دن اور ہر رات میں ایک شاندار نیکی کا ثواب لکھے گا۔

رکعات تراویح کی تحقیق:

سطور ذیل میں نماز تراویح کی رکعات پر تحقیقی بحث پیش خدمت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں آٹھ رکعت سے زیادہ نماز پڑھتے:

عام طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ رات کے وقت اکثر گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے، جن میں آٹھ رکعات نماز تہجد اور تین رکعات نماز وتر ہوتے۔

۞...... ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي احدى عشرة ركعة۔

(بخاری ج ا ص ۱۵۱ کتاب التہجد، باب طول السجود فی قیام اللیل ج ا ص ۱۳۵ کتاب الوتر)

بے شک رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔

لیکن جب رمضان المبارک جلوہ گر ہوتا تو آپ کی نماز کی تعداد بڑھ جاتی

……حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ۔

(مسلم ا ص ۳۷۲، نسائی ج ا ص ۲۴۳ مختصراً، ترمذی ج ا س ۹۸، ابن ماجہ ص ۱۲۷، مشکوٰۃ ص ۱۸۲، درمنثور ج ا ص ۲۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۸)

رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اتنی زیادہ مشقت کرتے جو آپ رمضان کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔

……علامہ نووی نے اس کے تحت پہلا قول لکھا ہے:

ھو الاجتھاد فی العبادات زیادۃ علی عادتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غیرہ۔ (نووی بر مسلم ج ا ص ۳۷۲)

عام عادت سے زیادہ عبادت کرنے پر بھرپور کوشش کرنا مراد ہے۔

یہی بات دیگر شارحین نے بھی لکھی ہے ملاحظہ ہو! عمدۃ القاری، حاشیہ نسائی ج ا ص ۲۴۳۔

……مزید فرماتی ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل شھر رمضان شد میزرہ۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۰، فضائل الاوقات للبیھقی ص ۷۱، کنز العمال ج ۷ ص ۸۲)

نبی کریم ﷺ ماہ رمضان کی آمد پر (عبادت کے لئے) خوب کمر بستہ ہو

جاتے تھے۔

⁂...... آپ فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان تغیر لونہ وکثرت صلوتہ۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۰، درمنثور ج ا ص ۴۱۳، کنز العمال ج ۷ ص ۸۲، فضائل الاوقات ص ۲۷)

جب رمضان آجاتا تو آپ کا رنگ متغیر ہوجاتا اور نماز کی تعداد زیادہ ہوجاتی۔

ان روایات سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جس قدر نماز ادا فرماتے تھے، اس کی تعداد اس نماز سے زیادہ ہوتی تھی، جو آپ رمضان المبارک کے علاوہ پڑھتے تھے۔ اگر عام حالات میں وتر سمیت گیارہ رکعات ہوتی تھیں تو دوٹوک فیصلہ ہوگیا کہ رمضان المبارک میں اس سے زیادہ رکعات پڑھتے تھے۔ لہٰذا تراویح کے متعلق آٹھ اور گیارہ رکعات پڑھنے کا موقف صحیح نہ۔ رہا غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان نے کھلے لفظوں میں مسئلہ تراویح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددھا کثیر۔

(الانتقاد الرجیح ص ۶۱)

حدیث کے اس جملہ کہ آپ رمضان میں جتنی مشقت فرماتے تھے اتنی عام دنوں میں نہیں فرماتے، معلوم ہوتا ہے کہ آپکی تراویح کا عدد (آٹھ سے) زیادہ تھا۔

اب آئیے معلوم کریں! کہ جب آپ کی تراویح کی تعداد گیارہ سے کہیں زیادہ تھی تو وہ کتنی تھی؟......سطور ذیل میں ہم ان احادیث صحیحہ کی تائید میں کثیر روایات نقل کر رہے ہیں جن میں بیس رکعات کی صراحت ہے۔

عمل نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام:

روایت نمبر 1:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر۔

(مصنف ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶ کتاب صلوٰۃ التطوع والامۃ، کم یصلی فی رمضان رکعۃ، الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۱۱۷، طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲، فتح الباری ج ۴ ص ۲۰۴، اتحاف الخیرہ المہرہ ج ۲ ص ۱۱۷، کرمانی شرح بخاری ج ۹ ص ۱۵۶، مسند عبد بن حمید ص ۲۱۸، فتاویٰ عزیزی ص ۱۳۰، زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۳۵۵، کتاب الوفا ج ۱ ص ۵۶۰، موطا امام مالک ص ۱۴۲ حاشیہ، تہذیب الکمال ج ۱ ص ۶۰، معجم اوسط ج ۱ ص ۲۴۳، ج ۵ ص ۳۲۴، تلخیص الجیر ج ۲ ص ۱۱۶، دوسرا نسخہ ۲۱ برقم: ۵۴۰، ذیل تاریخ بغداد لابن نجار ج ۴ ص ۱۹۵، المطالب العالیہ ج ۲ ص ۲۸۲، شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۵۴، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۱۳، سبل الہدایٰ والرشاذ ج ۸ ص ۲۶۷، ج ۸ ص ۳۰۰، التمہید ج ۸ ص ۱۱۵، الدرایہ ج ۱ ص ۲۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین اپنا سارا زور اس روایت کو ضعیف کہنے اور اس کے راوی ابوشیبہ پر جرح کرنے پر لگا دیتے ہیں، حالانکہ اگر یہ روایت ضعیف بھی ہو تو بھی قبول ہے، کیونکہ یہ ان احادیث صحیحہ کی تائید کر رہی ہے جن میں ثابت ہے کہ آپ رمضان میں زیادہ رکعتیں پڑھتے تھے، اور خود وہابیوں کو بھی تسلیم ہے کہ صحیح کی تائید میں ضعیف پیش کرنا منع نہیں۔ لہٰذا درست ہے۔

اس روایت پر عدد کے تعین کے متعلق اعتراض کا رد کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں مزید دو روایتوں سے تائید کر کے اس اعتراض کا قلع قمع کر دیا ہے۔ فجزاه الله خيرا

وہ فرماتے ہیں:

نعم ذکر العشرين ورد فی حديث آخر......الخ۔

(التلخیص الحبیر ج۲ص ۱۱۶، الحاوی للفتاوی ج۱ص ۳۴۹)

نوٹ:

یاد رہے جس طرح ایک طرف اس حدیث کو حدیث صحیح سے تائید مل رہی ہے ایسے ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنے دور خلافت میں بیس تراویح کو رائج فرمانا، صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین اور اولیائے امت و کا بیس تراویح پر عمل کرنا (اگر ضعف ہو بھی تو) اسے درجہ ضعف سے اٹھا کر قوت کے اعلیٰ پائے میں پہنچا دیتا ہے۔ اور بیس پر اجماع اور تواتر و تسلسل اسے سنادی دلائل سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

غیر مقلدین کا فیصلہ:

①...... غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:

بعض ضعف ایسے ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں۔

(رسالہ اہلحدیث، امرتسر ۱۹، اپریل ۱۹۰۷ء)

②...... مزید لکھا ہے: نماز کے شروع میں سبحانک اللھم پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے مگر عمل ساری امت کرتی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج۲ ص ۷۶)

③...... ایسے ہی زبیر علی زئی نے مانا ہے کہ متواتر مسئلہ اسنادی دلائل کا محتاج نہیں ہوتا۔ (نور العینین ص ۲۳۷)

④...... اور نواب صدیق حسن بھوپالوی نے تلقی بالقبول والی روایت سے استدلال کو درست قرار دیا ہے۔ (الروضۃ الندیہ ص ٦)

معلوم ہوا کہ اگر اجماعی مسئلہ پر ضعیف احادیث بھی وارد ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ اسناد کا ضعف اجماع کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ٹھہری۔

وہابیوں کے دلائل:

اس کے رد میں وہابی حضرات جو روایات پیش کرتے ہیں وہ یا تو صحیح اور صریح نہیں اگر صریح ہیں تو ان کا مسئلہ تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ حدیث عائشہ کو پیش کر دیا جاتا ہے اس حدیث میں اضطراب بھی ہے اور اسکا تعلق نماز تہجد کیساتھ ہے۔

اس حدیث کے محدثین اور بھی کئی جوابات دیتے ہیں جو اپنے مقام پر آئیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

دفع تعارض:

خدا جانے کس خوش فہمی سے وہابی حضرات اس روایت کے مقابلہ میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور معارض پیش کردیتے ہیں اور پھر بغلیں بجاتے ہیں کہ دیکھو!......فلاں فلاں عالم نے اسے معارض بتایا ہے لیکن انہیں اتنا شعور بھی نہیں رہتا کہ ان کے نزدیک خود نبی کی رائے محبت نہیں تو امتی کا قول کیسے محبت ہوگیا؟...... جب ان کے نزدیک کابر فقہاء سے غلطی ہوسکتی ہے تو ایک روایت کو دوسری روایت کے معارض بتانے میں بھی علماء سے چوک ہوسکتی ہے......

اور حقیقت بھی یہی ہے جس کی تفصیل آٹھ تراویح کے دلائل کا مختصر جائزہ میں ذکر ہوگئی اس پر متعدد محدثین کی گواہیاں موجود ہیں، لہٰذا متعدد افراد کے مقابلہ میں چند حضرات کی رائے معتبر نہیں اور خود احادیث مبارکہ بھی ہماری تائید کرتی ہیں، لہٰذا تعارض نہ رہا۔

......شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی لکھتے ہیں:

وقدسبق ان تیوھم معارضاً له اعنی حدیث ابی سلمة عن عائشه۔

کہ وہم کی بناء پر اس حدیث ابن عباس کا معارض حدیث عائشہ کو سمجھ لیا گیا ہے، ورنہ وہ حقیقت میں اس کی معارض نہیں ہے۔

(فتاویٰ عزیزی مترجم ص ۴۵۲، ایچ، ایم سعید کمپنی)

لہٰذا حدیث ابن مجروح ہونے عباس سے سالم رہے گی۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحیح اسناد سے مروی آثار سے اس کی تاکید ہوتی ہے۔ جیسا کہ سنن کبریٰ بیہقی میں ہے۔

روایت نمبر 2:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چوبیس رکعات (۴ عشاء کے فرض اور ۲۰ تراویح) پڑھائیں، اور آپ نے وتر پڑھائے۔ (تاریخ جرجان ص ۲۷۵)

روایت نمبر 3:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت پڑھ کر ترویحہ کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۷، در منثور ج ۷ ص ۴۵۳، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۴۹۲)

عمل فاروقی:

روایت نمبر 1:

عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة۔

(موطا امام مالک ص ۹۸، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۲، زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۳۵۵، فتح الباری ج ۴ ص ۲۰۴، آثار سنن ص ۲۵۳، معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۴۲ برقم: ۱۴۴۳، ۲۱، قیام رمضان للمروزی، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۵۳، شعب الایمان ج ۳ ص ۱۷۷، الدرایہ ج ۱ ص ۲۰۳، التمہید ج ۸ ص ۱۱۵، المغنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۱۶۷، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۱، ارواء الغلیل برقم: ۴۴۶)

حضرت یزید بن رومان (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ لوگ (صحابہ وتابعین) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان میں تیئس رکعات (بیس تراویح + تین وتر) پڑھا کرتے تھے۔

❁...... ابن قدمہ لکھتے ہیں:

واجمع علیه الصحابة فی عصره۔ (المغنی ج ۱ ص ۱۶۷)

صحابہ نے دورِ فاروقی میں اجماع کرلیا۔

❁...... امام شافعی کہتے ہیں:

قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۳، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۰۶، الحطہ ص ۱۵۸ للنواب صدیق)

❁...... شاہ ولی اللہ دہلوی نے لکھا ہے:

محدثین کا اتفاق ہے کہ مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ عربی ج ۱ ص ۱۳۳، حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۴۱ اردو)

❁...... شوکانی نے بھی اسے بغیر جرح کے نقل کیا۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷، ۵۸)

بلکہ جرح کا رد کیا ہے۔

❁...... زبیر علی زئی نے بھی اس کی تائید کی ہے ملاحظہ ہو! امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۷۹۔

لیکن افسوس کہ تین صفحات بعد ص 82 پر صرف اپنے مذہب کو بچانے کیلئے اس قانون کا خود ہی خون کردیا۔

لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔

بعض الناس اسے مرسل کہہ کر جان چھڑاتے ہیں جبکہ مرسل جمہور علما کے نزدیک حجت ہے۔ خصوصاً جبکہ اسکی تائید میں کوئی دوسری روایت بھی ہو۔ ملاحظہ ہو! مقدمہ مشکوٰۃ ص۴، شرح نخبۃ الفکر ص۵۳۔

✿...... فریانی لکھتے ہیں:

اسنادہٗ ورجالہ ثقات۔ (کتاب الصیام ج ۱ ص ۱۳۲، الدار السلفیۃ بھارت)

✿...... ابن قدامہ حضرت علیؓ کا امر نقل کر کے کہتے ہیں:

وھذا کالاجماع۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۶۷)

روایت نمبر 2:

عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة۔

(آثار السنن ص ۲۵۰، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۱، فتح الباری ج ۴ ص ۲۰۴، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۴۲، المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۶۷، کتاب الصیام للفریانی ص ۱۳۲، فضائل الاوقات ص ۱۳۶، مسند ابن الجعد ج ۱ ص ۴۱۳، الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۸، مؤطا امام محمد ص، خلاصۃ الکلام للنووی ج ۱ ص ۵۷۶)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (صحابی) بیان کرتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعینؒ) عہد فاروقی میں رمضان المبارک کے مہینے میں بیس رکعت (تراویح) ادا کرتے تھے۔

- ...... امام سیوطی نے اسے "باسناد صحیح" کہا ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۸)
- ...... مزید لکھا: فانه أولى بالاسناد واقوى فى الاحتجاج۔ (ایضاً)
- ...... امام بیہقی نے بھی اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا:

ثم كانوا يقومون بعشرين۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

پھر وہ (صحابہ کرام) بیس رکعت پڑھتے تھے۔

- ...... علامہ ابن قدامہ نے بھی "اسناد صحیح" کہا، (المغنی ج ۲ ص ۱۶۷)
- ...... امام نووی نے "باسناد صحیح" کہا۔ (خلاصۃ الاحکام ص)
- ...... یہی بات نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۱ پر بھی موجود ہے۔
- ...... امام نووی نے الخلاصہ میں اور ابن العربی نے شرح التقریب میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (التعلیق الحسن علی ھامش آثار السنن ص ۲۵۲)
- ...... شوکانی نے بغیر جرح کے نقل کیا۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷)
- ...... البانی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سند بظاہر صحیح ہے اور بعض محدثین نے اسے صحیح کہا ہے۔ (نماز تراویح مترجم ص)
- ...... علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسے دوبار صحیح قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص)

- ...... علامہ عراقی نے بھی اسے "اسناد صحیح" کہا ہے (طرح التثریب ج ۳ ص ۴۰۶)
- ...... علامہ ذہبی نے بھی "الاسناد صحیح، رجالہ کلھم عدول ثقات" کہہ کر صحیح تسلیم کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۰۱)
- ...... صاحب بلوغ الامانی نے بھی "اسناد صحیح" کہا۔

(بلوغ الامانی علی ھامش فتح الربانی ج ۵ ص ۱۷)

نوٹ: اس کے مقابلہ میں "محمد بن یوسف عن السائب بن یزید" کی روایت کو پیش کیا جاتا ہے، جبکہ محمد بن یوسف کے پانچ شاگردان سے الگ الگ تعداد نقل کرتے ہیں مثلاً:

① ۔ امام مالک: گیارہ رکعات...... لیکن اس روایت میں رمضان کا ذکر نہیں ہے۔

(موطا ص ۹۸، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

② ۔ یحیٰ بن سعید القطان: گیارہ رکعات...... اس میں بھی رمضان کا ذکر نہیں

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

③ ۔ عبدالعزیز بن محمد: ہم گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے...... اس میں حضرت عمر کا حکم نہیں اور نہ ہی حضرت ابی و تمیم داری کا ذکر۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۹)

④ ۔ محمد بن اسحاق: ہم زمانہ فاروقی میں ماہ رمضان میں تیرہ رکعات پڑھتے...... اس میں بھی حکم کا ذکر نہیں۔ (قیام اللیل ص ۹۱، آثار السنن ص ۲۵۰)

⑤ ۔ عبدالرزاق عن داؤد بن قیس وغیرہ: حضرت عمر نے اکیس رکعات کا حکم دیا۔
(التمہید ج ۸ ص ۱۱۸، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۰، ۲۶۰، فتح الباری ج ۴ ص ۲۱۹)
اسے شوکانی نے بھی لکھا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷)

معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف کی روایت میں اضطراب ہے، گیارہ، تیرہ اور اکیس رکعات کا ذکر ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود محمد بن یوسف کی ایک روایت میں بیس رکعات کا ذکر ہے ملاحظہ ہو! حاشیہ مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۱، آثار السنن ص ۲۴۹۔

نوٹ: مزید حوالہ جات روایت نمبر۲ کے تحت گذر چکے ہیں۔

جبکہ حضرت سائب کے دوسرے دو شاگرد یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب کی روایت میں اضطراب نہیں، بلکہ وہ متفق اللفظ ہے۔ دیکھیئے!
السنن الکبریٰ ج۲ ص۴۹۰، معرفۃ السنن والآثار ج۱ص۴۲، التمہید ج۸ص۱۱۴عن الحارث۔

اور یزید بن خصیفہ کے اپنے دو شاگرد بھی اس متن پر مقفق ہیں، لہٰذا مضطرب پر عمل نہیں ہوگا......مثلاً:

۱۔ ابن ابوذئب عن یزید بن خصیفہ :......بیس رکعات۔
(سنن کبریٰ ج۲ص۴۹۶)

۲۔ محمد بن جعفر عن یزید بن خصیفہ بیس رکعات۔
(معرفۃ السنن والآثار ج۴ص۴۲)

جمہور کے نزدیک ابن خصیفہ کی روایت کو ترجیح ہے یہی وجہ ہے کہ وہ مقبول و معمول بہا ہے۔

فائدہ:

حضرت ملا علی قاری نے یہی لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ عہد فاروقی میں مسلمان بیس رکعت ادا کرتے تھے۔ (مرقاۃ ج۴ص۴۳۵)

فیصلہ:

اس روایت کو امام مالک نے موطا ص 98 میں نقل کیا لیکن:

①...... کسی صحیح سند سے ثابت نہیں کہ آپ نے گیارہ رکعت کو اپنا موقف بنایا ہو، تو گویا یہ روایت خود ان کے نزدیک بھی قابل عمل نہیں۔

②...... امام مالک نے اس (گیارہ رکعت) والی روایت کے فوراً بعد بیس رکعت والی روایت کو پیش کر کے اس کی ترجیح ثابت کردی۔ (موطا امام مالک ص ۹۸)

③...... تیسری روایت یہ درج کی ہے کہ اس زمانہ میں قاری صاحب سورۂ بقرہ آٹھ رکعتوں میں ختم کرتے تھے پس جب وہ اس کو بارہ رکعتوں میں ختم کرتے تو لوگ کہتے نماز میں آسانی ہوگئی۔ (موطا ص ۹۹)

معلوم ہوا تراویح آٹھ نہیں زیادہ ہوتی تھیں اور آٹھ کی روایت درست نہیں۔

④...... امام مالک کا مذہب اکتالیس رکعات نقل کیا گیا ہے۔

(ترمذی ج ۱ ص ۹۹، الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۸، قیام اللیل ص ۱۵۹، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۰۲، المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵ وغیرہ)

اکتالیس کی تقسیم اس طرح ہے بیس تراویح + سولہ اضافی نوافل + تین وتر + دو نفل = ۴۱ ملاحظہ ہو! الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۸۔

نوٹ: یاد رہے بعض نے بیس رکعت بھی لکھی ہیں اور بعض نے چھتیس اور بعض نے انتالیس، لیکن بیس سے کم ذکر نہیں کیں۔

⑤...... موطا امام مالک کی گیارہ رکعت ولی روایت کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ علامہ ابن عبدالبر نے کہا: اس روایت میں گیارہ کا لفظ صرف مالک کا ہے، باقی راوی اکیس کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور وہی صحیح ہے گیارہ کا قول وہم ہے۔

(موطا ص ۹۸، حاشیہ نمبر ۳، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۰)

دوسرے محدثین نے اس میں اکیس رکعتیں نقل کی ہیں اور یہی صحیح ہے۔

❁...... علامہ نیموی لکھتے ہیں:

غلب یہ ہے کہ گیارہ کا قول وہم ہے (التعلیق الحسن علی آثار السنن نقلاعن الزرقانی فی شرح المؤطا ۲۵۰)

❁...... علامہ سیوطی نے امام سبکی کے حوالے سے بھی یہ بات لکھی ہے۔

(الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۰)

⑥...... محمد بن یوسف کی روایت میں تخالف اور تعارض کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۴ ص ۲۱۹ پر بھی کیا ہے۔

❁...... تعارض کی ایک جھلک تحفۃ الاحوذی لعبدالرحمٰن الوہابی ج ۲ ص ۳۴۹، نیل الاوطار ج ۱ ص ۵۷ پر بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

لہٰذا زبیر علیزئی کا لکھنا کہ: بعض متعصب لوگوں کا پندرہویں صدی میں اسے مضطرب کہنا باطل اور بے بنیاد ہے (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۸۰)

یہ بذات خود باطل، مردود، بے بنیاد اور اس کے یتیم فی ہونے کی بین دلیل ہے۔

روایت نمبر 3:

عن یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵، آثار السنن ص ۲۵۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۰۱)

یحیٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک امام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت (تراویح) پڑھائے۔

……محدث نیموی فرماتے ہیں اس کی سند مرسل قوی ہے (آثار السنن ۲۵۳)

روایت نمبر 4:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بسند صحیح روایت نقل کی ہے:

امام مالک نے یزید بن خصیفہ سے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ مسلمان بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ فتح الباری ج ۴ ص ۲۱۹ پر مزید لکھا ہے: وھذا محمول علی غیر الوتر۔ یہ وتر کے علاوہ (تراویح) کی رکعات ہیں۔

اسی روایت کو قاضی شوکانی نے نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷، اور نواب صدیق حسن نے عون الباری ج ۲ ص ۸۶۱ پر نقل کیا ہے۔

واضح رہے کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

……یہ سند بعینہٖ صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۱۲ پر موجود ہے۔

روایت نمبر 5:

عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر۔

(السنن الصغیر للبیہقی ج ۲ ص ۲۵۸، معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۴۲، کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۴، الحاوی للفتاویٰ ص ۳۵۰)

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ ہم لوگ زمانہ فاروقی میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

* ...... اسے عظیم آبادی غیر مقلد نے عون المعبود ج ۲ ص ۳۱۲ پر نقل کیا ہے۔
* ...... امام نووی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے (شرح المھذب ج ۴ ص ۳۲)
* ...... علامہ سبکی، امام سیوطی اور ملا علی قاری نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(حاشیہ آثار السنن ۲۵۲، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۰)

* ...... امام سبکی نے حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (الحاوی ج ۱ ص ۳۵۰)

روایت نمبر 6:

عن محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة یطلبون فیھا القرأة و یوترون بثلاث ۔

(قیام اللیل ص ۱۹۱، مختصر قیام اللیل ص ۲۱)

محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ لوگ زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں رمضان المبارک کا قیام بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر ادا کرتے تھے۔

روایت نمبر 7:

عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بھم عشرین رکعة۔

یہ عبارت ابوداؤد کے مختلف نسخوں میں موجود ہے ملاحظہ ہو! ابوداؤد نسخہ مطبوعہ عرب ج ۱ ص ۲۰۲ برقم: ۱۴۲۹، و مطبوعہ نولکشور ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی ج ۱ ص

۲۰۲۔

حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے حکم سے) لوگوں کو حضرت ابی کے پیچھے جمع کیا وہ بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے،

اس حدیث کو درج بالا نسخوں کے علاوہ

- ...... ابن تیمیہ نے ...... فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۱۲۰، ۲۷۲، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۴۰۱ پر۔
- ...... امام مالک نے ...... المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲۲ پر۔
- ...... علامہ زرقانی نے ...... زرقانی شرح المؤطا ج ۱ ص ۳۳۸ پر۔
- ...... علامہ ابن قدامہ نے المغنی ج ۲ ص ۱۶۷ پر
- ...... امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۰۰، ۴۰۱ پر اور لکھا: ھذا مرسل قوی السند۔
- ...... حافظ ابن کثیر نے جامع المسانید ج ۱ ص ۱۵۵ پر۔
- ...... اور محمد علی صابونی الاستاذ بکلیۃ الشرعیۃ ودراسات الاسلامیہ، جامعہ ام القری، مکہ المکرمہ نے بھی اپنی کتاب الہدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح ص ۵۶ پر نقل کیا ہے۔
- ...... صابونی نے اس روایت کو "التحذیر من مختصرات الصابونی فی التفسیر" ج ۱ ص ۱۴ پر بھی نقل کیا ہے۔

لہٰذا مخالفین کا شور وغوغا ان کی بوکھلاہٹ کی دلیل ہے۔

- ...... ابن تیمیہ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس تراویح پڑھاتے

تھے۔(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۱۲۰،۲۷۲)

۞...... علامہ زین الدین عراقی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس تراویح پر ہی جمع کیا۔(طرح التثریب ج ۳ ص ۴۰۶)

۞...... عبدالمنان نورپوری نے لکھا ہے:

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن عبدالبر کے اقوال کا ماحصل تو صرف اتنا ہے کہ بیس رکعات حضرت ابی بن کعب سے ثابت اور صحیح ہے۔(تعداد تراویح ص ۵۳)

۞...... محمد بن اسماعیل اللکاری نے ''مجموعہ فتاوی النجدیہ'' سے نقل کیا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز تراویح پر جمع کیا تو انہوں نے بیس رکعت نماز پڑھی۔(تصحیح حدیث ص ۳۵)

روایت نمبر 8:

عن ابی ابن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فصلیٰ بھم عشرین رکعۃً۔

(کنزالعمال ج ۸ ص ۴۰۹، اتحاف الخیرہ المھدہ ج ۲ ص ۱۱۷، جامع الاحادیث ج ۲۶ ص ۲۷، الاحادیث المختاوہ ج ۲ ص ۸۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں نماز پڑھایا کریں۔ پس آپ انہیں بیس رکعت (تراویح) پڑھایا کرتے تھے۔

روایت نمبر 9:

عن السائب بن یزید ان عمر جمع النّاس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدیٰ وعشرین رکعۃ۔الحدیث

(عبدالرزاق ج۴ص۲۶۰)

حضرت سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رمضان میں حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے پیچھے اکیس رکعات پر جمع کیا تھا۔

اس روایت میں ایک رکعت زائد کا اضافہ کسی راوی کا وہم ہے۔ورنہ حقیقت میں سابقہ روایات کے مطابق بیس ہی کا بیان ہے۔

روایت نمبر 10:

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے بھی روایت منقول ہے:

کانوا یقومون فی رمضان بعشرین رکعۃ۔

(ابن نصر ص۹۱،بحوالہ حاشیہ مصنف عبدالرزاق ج۴ص۲۶۱)

کہ لوگ رمضان میں بیس رکعت ادا کرتے تھے۔

روایت نمبر 11:

آپ کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

کنا ننصرف من القیام علی عھد عمر وقددنا فروغ الفجر و کان

القیام علی عھد عمر ثلثة عشرین رکعة۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۴ص ۲۶۲، عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۲۷)

ہم زمانہ فاروقی میں (لمبے قیام کی وجہ سے) فجر کے قریب واپس لوٹتے، اس وقت تیئس رکعات (بیس تراویح + تین وتر) کو ادا کیا جاتا تھا۔

❁...... امام بخاری علیہ الرحمہ کا قول ہے:

ماحدث عنه عبد الرزاق من كتابه فهذا اصح۔

(میزان الاعتدال ج ۲ص ۶۱۰)

یعنی امام عبدالرزاق جو حدیثیں اپنی کتاب کے حوالے سے بیان کریں وہ اصح (زیادہ صحیح) ہیں۔

اور یہ روایت امام عبدالرازق کی کتاب سے بھی لی گئی ہے۔

غیر مقلدین محض اپنی قیاس آرائیوں کو سہارا دینے کیلئے ان روایات کا رد کرتے ہوئے مصنف عبدالرزاق پر بے جا اعتراضات کی بوچھاڑ کرڈالتے ہیں، جبکہ بخاری ومسلم کے اس مسلم استاد کا زبردست ترجمہ میزان الاعتدال ج ۲ص ۶۱۰، تہذیب التہذیب ج ۶ص ۲۸۰، پر موجود ہے، جس میں ان کے شیعہ ہونے اور تلقین قبول کرنے کا جواب موجود ہے۔ مزید تفصیل ''علمی محاسبہ'' دیکھیں!

غیر مقلدین پر لازم تھا کہ وہ ان کی روایات کو تسلیم کرتے ورنہ بخاری ومسلم سے بھی ہاتھ اٹھالیں۔ کہ جب ان کے استاذ کی روایات معتبر نہیں تو ان کی سند سے بیان کی ہوئیں ان کے شاگردوں کی روایات کا کیا اعتبار؟

خوش فہمی کا رد:

عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

"موطا امام مالک میں گیارہ رکعت پڑھنے والی حدیث ہے، جسمیں یہ لفظ ہیں۔ امر عمر کہ حضرت عمر نے گیارہ کا حکم دیا، اب خود ہی سمجھ لیں کہ ترجیح حکم کو ہے یا لوگوں کے پڑھنے کو۔ (فتاوی اہلحدیث ج ا ص ۶۶۰)

❁...... زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

اور باقی جو کچھ بھی ہے وہ نہ تو خلیفہ کا حکم ہے اور نہ خلیفہ کا عمل، اور نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل، ضعیف و منقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف اور منقطع ہوتا ہے۔ (تعاقب ص ۸۲)

یہ وھابیوں کا سراسر جھوٹ اور دجل وفریب ہے...... ورنہ......

❁...... وہابیوں کی پیش کردہ روایات میں بھی خلیفہ کے حکم وعمل کے علاوہ صرف لوگوں کے اپنے عمل کا ذکر ہے۔ لہٰذا وھابی انہیں پیش کرے سے توبہ کرلیں!

❁...... اگر ان میں دیکھنے کی طاقت ہے تو ہماری روایات میں امر اور جمع کے الفاظ بھی موجود ہیں تو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس بات کا حکم فرمایا اور جس پر جمع کیا تھا، آپ خود ان کے برخلاف عمل کرتے تھے؟ کیا وہابی حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول وفعل میں تضاد ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

❁...... دور فارقی میں صحابہ وتابعین کی کثرت تھی، ان تمام کا عمل بیس تراویح تھا۔ تو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے روکا؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

❁...... وہابیوں کی روایات ضعیف ومضطرب ہیں۔ ایسی روایات وہی پیش کرتا ہے جو

خود ضعیف، مضطرب اور باطل ومردود ہوتا ہے۔

روایت نمبر 12:

امام علی بن الجعد نے لکھا ہے:

حدثنا علی أنا ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال: کانو ایقومومن علی عهد عمر فی شهر رمضان بعشرین رکعة۔

(مسند ابن الجعد ص ۴۱۳ برقم: ۲۵، ۲۸)

یعنی حضرت سائب بن یزید (صحابی) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ (صحابہ و تابعین) زمانہ فاروقی میں بیس رکعت ادا کرتے تھے۔

نوٹ: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

❁...... علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

والمعروف القیام بعشرین رکعة فی رمضان عن عمر وعلی۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۵۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رمضان میں بیس رکعت قیام کرنا معروف ہے۔

❁...... علامہ ابن الہمام علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

نعم ثبتت العشرون من زمن عمر فی المؤطا۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۲ ص ۴۴۲)

مؤطا امام مالک کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت

پڑھنا ثابت ہے۔

عمل علوی:

روایت نمبر 1:

عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی قال دعا القرآء فی رمضان فامر منهم رجلاً یصلی بالناس عشرین رکعة و کان علی یوتر بهم۔

(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، التعلیق الحسن علی آثار السنن ص ۲۵۴، المغنی ج ۱ ص ۴۵۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ایک کو فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت (تراویح) پڑھایا کرے اور حضرت علی خود انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

❁...... امام بیہقی لکھتے ہیں: واوی ذلك من وجه آخری عن علی۔

(السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۹۶)

❁...... ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ج ۴ ص ۲۲۴ میں اس کی تائید کی اور حافظ ذہبی نے مختصر میں اس روایت سے استدلال کو قائم رکھا۔ (المنتقی ص ۵۴۲، بیروت)

گویا دونوں کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔

روایت نمبر 2:

عن ابی الحسناء ان علیّا امر رجلاً یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة۔

(حاشیہ آثار السنن ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷، کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۰، ۴۰۹، المغنی ج ۲ ص ۱۶۷، السنن الکبری ج ۲ ص

۴۹۷، الشریعۃ ج ۳۰ص ۳۶۰، جامع الاحادیث ج۲۹ص۴۳۱:۳۲۴۹۵، الاستذکار ج۸ص ۱۱۵، مختصر اختلاف العلماء للجصاص ج اص ۳۱۲، الجوہر النقی ج۲ص ۴۹۶، مختصر اختلاف العلماء للطحاوی ج اص ۱۲۱)

ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت (تراویح) پڑھائے۔

روایت نمبر 3:

حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی رضی الله عنهم انه امر الذی یصلی بالناس صلوٰة القیام فی شهر رمضان ان یصلی بهم عشرین رکعة یسلم فی کل رکعتین ویراوح مابین کل اربع رکعات فیرجع ذوالحاجة ویتوضأ الرجل وان یوتربهم من آخر اللیل حین الانصراف۔

(مسند الامام زید ص۱۹)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ امام رمضان کے مہینہ میں رات کے وقت لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور ہر چار رکعتوں کے درمیان ترویحہ (تھوڑی دیر آرام) کرے تاکہ حاجت مند حاجت پوری کر کے اور وضو کرنے والا وضوء کر کے واپس آسکے اور وتر کی نماز بعد میں پڑھائے جب وہ (فارغ ہو کر) جانے لگیں۔

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے اپنے دور میں بیس تراویح کو

مروّج کرنا اور اس وقت موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہو گیا تھا۔

تاہم بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انفرادا بھی بیس تراویح منقول ہیں۔

۱۔ عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں:

كان ابی بن كعب يصلي بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاث (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵، آثار السنن ص ۲۵۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

...... حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعت پڑھایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

۲۔ محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے:

كان الناس يصلون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان عشرين ركعة ......الخ۔ (قیام اللیل ص ۹۱)۔

لوگ زمانہ فاروقی میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس تراویح پڑھاتے تھے۔

(قیام اللیل ص ۹۱، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

۴۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیس رکعات پڑھتے۔

(معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۴۲، کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۴، شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲)

تابعین ودیگر صالحین کی تراویح:

چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں!

①...... حضرت شتیر بن شکل جو حضرت علی کے اصحاب میں سے تھے، رمضان المبارک میں کی جماعت کراتے اور بیس شتیر رکعت اور تین وتر پڑھاتے۔

(السنن الکبری ج ۲ ص ۴۹۶، مصنف ابن ابی ج ۲ ص ۲۸۵)

✿...... امام بیہقی لکھتے ہیں:

وفی ذلك قوة۔ یہ روایت مضبوط ہے۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

②...... حضرت ابوالبختری پانچ ترویحے یعنی بیس تراویح پڑھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

③...... حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں: میں نے لوگوں (صحابہ وتابعین) کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھتے پایا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵، نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷، فتح الباری ج ۴ ص ۴۰)

یہ روایت قاضی شوکانی نے نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷ پر بھی لکھی ہے۔

④...... حضرت سوید بن غفلہ پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح نماز ادا کرتے۔

(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، الکنیٰ للبخاری ج ۱ ص ۲۸)

⑤...... حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں نے (مدینہ منورہ میں) لوگوں کو چھتیس رکعات (۲۰ تراویح ۱۶ اضافی نوافل طواف کعبہ کے بدلے میں) اور تین وتر پڑھتے دیکھا ہے۔

(قیام اللیل ص ۹۲، یہ روایت تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۳ پر بھی ہے، فتح الباری

ج۴ص ۲۰۵)

⑥...... علی بن ربیعہ بھی لوگوں کو پانچ تروے یعنی بیس تراویح پڑھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۸۵)

⑦...... جناب حارث بھی رمضان کی راتوں میں امامت کراتے اور بیس رکعات پڑھاتے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۸۵)

⑧...... سعید بن ابوالحسن، عبدالرحمان بن ابوبکرہ اور عمران العبد جیسے تابعین بھی بیس تراویح پڑھتے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۲۷، قیام اللیل ص ۹۲)

⑨...... حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابان بن عثمان کے زمانے میں بھی لوگ چھتیس رکعات (۲۰ تراویح + سولہ اضافی نوافل) پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۸۵)

...... اس بات کو قاضی شوکانی نے بھی بیان کیا ہے۔(نیل الاوطار ج ۳ص ۵۷)

⑩...... حضرت عمر بن العزیز نے بھی لوگوں کو اسی بات کا حکم دیا تھا۔

(قیام اللیل ص ۹۲، فتح الباری ج ۴ص ۲۰۴)

⑪...... حضرت سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک بیس رکعت کے قائل تھے۔

(ترمذی ج ۱ص ۹۹)

...... امام شافعی فرماتے ہیں: مکہ میں تیئس رکعات (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھتے ہیں۔(فتح الباری ج ۴ص ۲۰۲)

⑫...... حضرت ابراہیم نخعی بھی بیس کے قائل تھے۔(کتاب الآثار ص ۴۱)

⑬...... امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بیس رکعات اور امام مالک (سولہ اضافی

نوافل شامل کر کے) چھتیس رکعات کے قائل ہیں ملاحظہ ہو! (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ص ۶۴ میزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۹، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۰،۱۹۲، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۲، ترمذی ج ۱ ص ۱۹۹، مختصر اعزنی ص ۲۱، المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۶۷، نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷ للشوکانی)

⑭...... امام طحاوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب اور شافعی نے کہا: صحابہ کرام اور تابعین وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے اور امام مالک نے وتر سمیت انتالیس رکعت کا قول کیا ہے یا وتر سمیت چھتیس رکعت کا اور کہا: کہ یہ قدیمی امر ہے جس پر لوگ ہمیشہ سے قائم ہیں۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۱ ص ۱۲۱)

⑮...... علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

بیس رکعت تراویح کی احادیث حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے...... حضرت عمر اور حضرت علی سے بیس رکعت تراویح معروف ہیں، عطاء نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ وتر سمیت تیئس رکعات (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) پڑھتے تھے اور ۳ وتر پڑھتے تھے۔ اور ابن مہدی نے از داؤد بن قیس روایت کی ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ مدینہ میں چھتیس رکعت اور ۳ وتر پڑھتے تھے اور یہ امام مالک اور اہل مدینہ کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۴۷)

❁...... امام مالک کہتے ہیں: مکہ میں تیئس رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) ہیں۔

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷ للشوکانی)

اکابرین وہابیہ کے فیصلے:

اختصار کے ساتھ وہابی اکابرین کے چند حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس تراویح پڑھی ہیں۔

①...... ثنا اللہ امرتسری نے لکھا ہے: بیس رکعتیں درصورت ثبوت کے مستحب ہیں کیونکہ صحابہ نے پڑھی ہیں۔ (اہلحدیث کا مذہب ص ۹۸)

※...... ۲۰ سے روکنا گناہ ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۵۸۶ ملخصاً)

بہت سے ائمہ کا یہی مذہب ہے۔

②...... عبدالمنان نور پوری نے مانا ہے:...... کہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک حضرت ابی کا بیس تراویح پڑھانا ثابت اور صحیح ہے۔ (تعداد تراویح ص ۵۴)

③...... وحید الزماں حیدر آبادی نے کہا ہے: بیس رکعتیں سنت ہیں خلفاء راشدین کی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمسکوا بسنتي وسنة الخلفآء الراشدين (یعنی میرا اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم پکڑو) لہٰذا سنت خلفاء راشدین کی مستحب ہے۔

(حاشیہ مؤطا امام مالک مترجم ص ۱۰۱)

④...... زبیر علی زئی نے مانا ہے کہ تابعین بیس رکعات پڑھتے تھے۔

(امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۴۳)

لیکن اسکا اپنے صرف مذہب کو بچانے کی خاطر کوج سنت موکدہ کی شرط لگانا نادانی ہے، کیا وہ ثابت کرسکتا ہے کہ یہ بزرگ اسے غیر موکدہ سنت سمجھتے تھے۔

⑤...... ابن تیمیہ نے لکھا ہے: حضرت عمر کا صحابہ کرام کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں بیس رکعت تراویح پر جمع کرنا ثابت ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۱۱۲)

⑥...... مزید لکھا ہے کہ حضرت علی نے قاریوں کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔

(منہاج السنہ ص ۲۳۴)

⑦...... محمد بن عبدالوھاب نجدی نے لکھا ہے: تراویح بیس رکعت ہیں حضرت عمر نے اپنے امام کو اسی کا حکم دیا۔ (فتاوی ص ۹۵)

⑧...... نواب صدیق نے لکھا ہے: دور فاروقی میں صحابہ بیس رکعت پڑھتے، گویا اسی پر اجماع ہے۔ (عون الباری ج ۳ ص ۳۰۷)

⑨...... مزید لکھا ہے: حضرت عمر نے بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔

(مسک الختام ج ۲ ص ۴۴۶)

⑩...... عبدالرحمان مبارکپوری نے معتدد صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ محدثین سے بیس رکعت تراویح نقل کی ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۳،۷۲)

⑪...... ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۸ نومبر ۲۰۰۲ء میں ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ زیادہ آثار بیس رکعت کے متعلق ہی ہیں۔

⑫...... مزید لکھا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دوسرے صحابہ کرام اور ائمہ فقہا محدثین سے بھی بیس رکعت تراویح ہی منقول ہے۔ (ایضا)

⑬...... نواب وحید الزماں نے بھی لکھا ہے: حضرت عمر صاحب سے بسند صحیح بیس رکعتیں پڑھنا منقول ہے۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۳۳)

⑭...... اسماعیل سلفی نے لکھا ہے: بعض صحابہ کرام بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(فتاویٰ سلفیہ ص ۱۰۸)

⑮...... ابن تیمیہ نے کہا ہے: حضرت ابی کا بیس تراویح پڑھانا ثابت ہے اکثر علماء

اسی کو سنت کہتے ہیں۔ مہاجرین وانصار کے درمیان یہی طے پایا، کسی منکر کو بھی اسکا انکار نہیں ہوسکتا۔ (فتاوی ج ۵ ص ۲۸۰، دوسرا نسخہ ج ۲۳ ص ۱۱۲، جدید)

❁...... بیس رکعات ادا کرنا افضل ہے، یہ وہ طریقہ ہے جس پر اکثر مسلمان قائم ہیں۔ (ج ۵ ص ۱۶۳)

قارئین اندازہ لگائیں کہ بیس تراویح کا انکار کر کے منکر کون بنتا ہے؟

⑯...... نورالحسن بھوپالوی نے لکھا ہے: بیس رکعت تراویح کو بدعت کہنا اچھا نہیں ہے۔ (عرف الجادی ص ۸۴)

⑰...... نواب صدیق نے کہا ہے: کہ تراویح کی زیادہ رکعات پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرتا ہے۔ (ہدایۃ السائل ص ۱۳۸)

⑱...... مزید لکھا ہے: بیس رکعت تراویح کو بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔

(بدور الاھلہ ص ۸۳)

⑲...... مزید کہا ہے: بیس رکعت حضرت عمر نے پڑھائی، اسکا عامل سنت پر عمل کرتا ہے۔ (ہدایۃ السائل ص ۱۴۸)

⑳...... داؤد ظاہری بیس تراویح پر عمل کرتے تھے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۹۱)

㉑...... ایوب صابر نے لکھا ہے: یہ تو صحیح ہے کہ بیس رکعت میں آٹھ شامل ہیں۔

(تحقیق تراویح ص ۱۰۰)

㉒...... ناصر الدین البانی اور صادق خلیل فیصل آبادی نے بھی صحابہ کی بیس تراویح کو تسلیم کیا ہے۔ (نماز تراویح ص ۱۳۔ ۱۰ امترجم)

㉓...... ثناء اللہ امرتسری نے کہا ہے کہ بیس تراویح کو خلاف سنت کہنا اچھا نہیں کیونکہ

مکہ معظّمہ میں بھی بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں۔(اہلحدیث امرتسر ۲۵، دسمبر ۱۹۳۶ء)

(۲۴)...... زبیر علی زئی نے بھی اہل حرمین کے بیس تراویح پڑھنے کی تائید کی ہے۔ ملاحظہ ہو! امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۳۵۔

نوٹ: زبیر نے اسے بطور سیاست قرار دے کر ان کا مذاق بھی اڑایا ہے۔ کیا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ ان کا دین ''سیاسی'' ہے؟ جو کچھ ہوا ہے وہ سیاست پر مبنی ہے؟

(۲۵)...... عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے: (بیس تراویح پر) تابعین بلکہ صحابہ کے اور بھی کئی آثار (روایات) میں (فتاویٰ اہلحدیث ج۱ ص ۶۶۳)

(۲۶)...... قاضی شوکانی نے لکھا ہے: حضرت عطا بن ابی رباح کہتے ہیں میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو بیس رکعات پڑھتے پایا۔ (نیل الاوطار ج۳ ص ۵۷)

(۲۷)...... محمد علی صابونی نے مستقل کتاب لکھی ہے:

''الھدی النبوی الصحیح فی صلوٰۃ التراویح''

✿...... صابونی نے اپنی کتاب ''التحذیر من مختصرات الصابونی فی التفسیر'' ج۱ ص ۱۴ پر بھی بیس رکعت تراویح کا ذکر کیا ہے۔

(۲۸)...... محمد بن اسماعیل انصاری نے بھی بیس تراویح پر درج ذیل مستقل کتاب لکھی ہے ''تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرین رکعۃ''۔

بیس پر اجماع امت:

بیس تراویح پر اجماع ہونے کے متعلق چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ علامہ کاسانی نے لکھا ہے

:یکون اجماعًا منھم علی ذلك (بدائع الصنائع ج۱ص ۲۸۸)

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا ہے۔

۲۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اجمع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة۔

(مرقاۃ ج۳ص۱۹۴)

صحابہ کا بیس تراویح پر اجماع ہے۔

۳۔ نیز شرح النقایہ ج۲ص۲۴۱ پر بھی یہی لکھا ہے۔

۴۔ امام عینی نے فرمایا: وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابة۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے بیس ہی صحیح ہیں اور اس میں صحابہ کا اختلاف نہیں بلکہ اجماع) ہے۔

۵۔ امام نووی نے لکھا ہے: صلوٰۃ التراویح سنة باتفاق العلمآء وھی عشرون رکعة۔ (الاذکار ص۸۳)

تراویح کی بیس رکعت ہونے پر صحابہ کا اجماع ثابت ہے (عزیزی ص۴۵۲)

علماء کا اتفاق ہے کہ تراویح بیس رکعت مسنون ہیں۔

۶۔ ابن قدامہ: بیس تراویح پر عمل اجماع کی مثل ہے۔ (المغنی ج۱ص۱۶۸)

۷۔ شارح بخاری امام قسطلانی نے بھی یہی مضمون لکھا ہے۔

(ارشاد الساری ج۳ص۵۱۵)

۸۔ شارح احیاء العلوم علامہ زبیدی نے بھی لکھا ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۷۰۰)

۹۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء بیس تراویح کو ہی اپناتے ہیں۔

(ترمذی ج ۱ ص ۹۹)

۱۰۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بیس تراویح ہی طے پائی، اکثر علماء نے اسی کو سنت کہا ہے۔ (فتاوٰی ج ۲۳ ص ۱۱۲)

نوٹ: نواب صدیق نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ تعداد (بیس رکعت) جو حضرت عمر کے زمانہ میں تھی اجماع کی مثل ہے (عون الباری ج ۴ ص ۳۰۷)

اکابرین وھابیہ کا آٹھ رکعت تراویح سے انکار:

وہابی حضرات حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے تراویح کو آٹھ قرار دیتے نہیں تھکتے، جبکہ ان کے اکابر نے اس حقیقت کی قلعی کھول دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ تراویح منقول نہیں ہیں، چند حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

۱...... نواب صدیق حسن نے لکھا ہے: نماز تراویح سنت ہے کیونکہ آپ نے پڑھی ہے لیکن صحیح مرفوع روایات میں تعداد ثابت نہیں۔ (الانتقاد الرجیح ص ۶۱)

۲...... قاضی شوکانی نے کہا: تراویح کی معین تعداد اور خاص مقدار قرأۃ کا تقرر سنت سے ثابت نہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۸)

۳...... نواب وحید الزماں نے کہا: تراویح کی تعداد رکعات مقرر نہیں ہے۔

(کنز الحقائق ص ۳۰)

۴...... مزید لکھا ہے: رمضان کی راتوں میں نماز تراویح کیلئے کوئی تعداد مقرر نہیں۔

(نزل الابرار ج اص ۱۲۶)

﴿۵﴾...... نواب نورالحسن نے لکھا: رسول اللہ ﷺ سے تراویح کی تعداد کے متعلق کوئی ثبوت نہیں۔ (عرف الجادی ص ۸۴)

﴿۶﴾...... ابن تیمیہ نے کہا: یہ گمان کرنا کہ نبی کریم ﷺ سے تراویح کی کوئی تعداد مقرر ہے، غلط ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۴۰۱، حاشیہ مشکوۃ ص ۱۱۵، نمبر ۵)

﴿۷﴾...... عبد الستار دہلوی نے لکھا ہے: آٹھ رکعت سے زائد تراویح درست ہے اور باعث اجر ہے۔ (فتاوی ستاریہ ج ۳ ص ۱۹)

وہابی حضرات بتائیں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آٹھ تراویح کا ذکر ہے تو ان لوگوں نے اسکا انکار کیوں کیا؟ کیا یہ منکر حدیث ہیں؟ یا واقعی حدیث عائشہ کا تعلق نماز تہجد کے ساتھ ہے۔ ہم سے ناراض ہونے کی بجائے اپنے گریبان میں جھانکیں۔

چند اقوال:

چند اکابر و متاخر و مخالف علماء کے اقوال ملاحظہ ہوں!

① ...... امام ترمذی: اکثر علماء بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔ (ترمذی ج اص ۹۹)

② ...... امام نووی: ہمارا مذہب دس سلاموں کے ساتھ بیس تراویح پڑھنے کا ہے۔

(شرح المہذب ج ۲ ص ۳۲)

③ ...... امام قسطلانی: تراویح کا بیس ہونا پسندیدہ ہے (ماخوذ)۔

(مواہب لدینہ ج ۲ ص ۲۶۲)

④ ...... امام غزالی: تراویح بیس رکعت سنت ہیں۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۴۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۸۰)

⑤...... ابن قدامہ: بیس تراویح سنت مؤکدہ ہیں۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۶۶)

⑥...... شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: تراویح کی تعداد بیس رکعات ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۸ حصہ ۲)

⑦...... صاحب مقنع: تراویح با جماعت بیس رکعت ہیں۔ (مقنع ج ۱ ص ۱۸۳)

⑧...... ابن ادریس حنبلی: رمضان میں بیس رکعات ہیں۔ (کشف القناع ص ۲۷۶)

⑨...... غنیۃ الطالبین ص ۱۶ حصہ ۲ پر ہے کہ پانچ ترویحوں کے ساتھ تراویح بیس رکعت ہیں۔

⑩...... شیخ عبد الحق محدث دھلوی: صحابہ و تابعین سے بیس رکعات تراویح ہی مشہور ہوئیں (ما ثبت بالسنہ ص ۳۶۴)

⑪...... عبد الحی لکھنوی: تراویح بیس رکعت ہیں۔

(تحفۃ الاخیار ص ۲۰۹، عمدۃ الرعایہ ص ۱۷۵، فتاوٰی حصہ اول ۲۰۶)

⑫...... نواب صدیق نے لکھا ہے کہ: جمع از اھل علم ایں نماز بیست رکعت قرار دادہ اند۔ (بدور الاھلہ ص ۸۳)

یعنی اہل علم کی ایک جماعت (کثیر تعداد) نے نماز تراویح کی بیس رکعات قرار دی ہیں۔

❁...... امام شافعی فرماتے ہیں: احب الی عشرون۔

یعنی مجھے بیس تراویح زیادہ پسندیدہ ہیں (قیام رمضان للمروزی ص ۲۱، مختصر المزنی ص ۲۱ کتاب الام ص)

کتاب الام میں خود امام شافعی نے بیس کو پسند کیا۔ لہٰذا وھابیوں کا آپ کے نام سے دھوکہ دینا غلط ٹھہرا۔

❁...... مزید ملاحظہ ہو! قال الشافعي: واحب الى اذا كانوا جماعة أن يصلوا عشرين ركعة۔ (معرفۃ السنن ج ۴ ص ۴۲)

❁...... امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے ہی پایا ہے۔ (ترمذی ج ا ص ۹۹)

اس بات کو غیر مقلدین نے بھی لکھا ہے۔ (فتاوائے علمائے حدیث ج ۶ ص ۲۸۷)

❁...... ابن تیمیہ نے کہا ہے:

قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرين ركعة والوتر بثلاث فرأى اكثر من العلمآء ان ذالك هو السنة لانه قام بين المهاجرين والانصار ولم ينكره منكر۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ جدید ج ۲۳ ص ۱۱۲)

یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے تو اکثر علماء اسی (بیس تراویح) کو سنت سمجھتے ہیں، کیونکہ یہی مہاجرین اور انصار کے درمیان طے پایا اور کسی منکر کو بھی اسکا انکار نہیں۔

❁...... اس بات کو محمد بن اسماعیل الفری نے تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرین رکعۃ، ص ۳۵ پر بھی لکھا ہے۔

❁...... امام ترمذی فرماتے ہیں:

واختلف اهل العلم فى قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلى احدى وار بعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل علىٰ هذا عندهم

بالمدینة واکثر اھل العلم علی ماروی عن علی و عمر وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة وھو قول سفیان الثوری وابن المبارك و الشافعی وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة وقال احمد روی فی ھذا الوان لم یقض فیه شی وقال اسحق بل نختار احدی واربعین رکعة علی ماروی عن ابی بن کعب۔ (ترمذی ج ا ص ۹۹)

علماء کا نماز تراویح (کی تعداد) میں اختلاف ہے، بعض وتر سمیت اکتالیس رکعات کے قائل ہیں، اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے، ان کے نزدیک مدینہ منورہ میں اسی پر عمل ہے اور اکثر اہل علم حضرت علی، حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات کی بناء پر بیس تراویح کے قائل ہیں: یہی سفیان ثوری، ابن مبارک اور شافعی کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا کہ میں نے اپنے شہر (مکہ) میں لوگوں کو بیس تراویح ہی پڑھتے پایا ہے اور امام احمد نے کہا کہ اس میں مختلف چیزیں مروی ہیں، لہٰذا انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا اور اسحاق نے کہا ہے: بلکہ ہم اکتالیس رکعات کو پسند کرتے ہیں اس روایت کے مطابق جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کتب شیعہ سے تراویح کا ثبوت:

شیعہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں تراویح کا انکار کر دیتے ہیں لیکن ہم ان کی کتب سے اس کا ثبوت پیش کر رہے ہیں:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں گھر سے

نکلے مسجد میں لوگوں کو جمع ہو کر تراویح پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اے اللہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر انور کو منور فرما جس طرح انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا (ملخصا)۔(شرح نہج البلاغہ لابن ابی حدید ج ۳ ص ۹۸)

❁...... حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں اپنی نماز کو بڑھا دیتے تھے، عشاء کی نماز کے بعد نماز (تراویح) کیلئے کھڑے ہوتے تو لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر (باجماعت) نماز پڑھتے۔ اسی طرح کچھ وقفہ (ترویحہ) کیا جاتا، پھر اسی طرح آپ لوگوں کو نماز (تراویح) پڑھاتے (ملخصا)۔

(فروح کافی ج ۱ ص ۳۹۶ طبع نولکشور، ج ۴ ص ۱۵۴ طبع ایران، الاستبصار لابی جعفر الطوسی ج ۱ ص ۲۳۲، ۲۳۱، باب الزیادات فی شھر رمضان، طبع لکھنو، تہذیب الاحکام لالطوسی ص ۱۳۱، ۱۳۰، باب الزیادات فی شھر رمضان، طبع ایران)

❁...... حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں اپنی نماز میں اضافہ کرتے، روزانہ معمول کے علاوہ بیس رکعت نوافل (تراویح) ادا فرماتے تھے۔

(الاستبصار ج ۱ ص ۲۳۱، طبع نولکشور ج ۱ ص ۴۶۲ طبع ایران، فروع کافی ج ۴ ص ۱۵۴، طبع ایران، ج ۱ ص ۳۹۴ طبع نولکشور)

◇......◇......◇......◇......◇

◇......◇......◇

◇......◇......◇......◇......◇

آٹھ تراویح کے دلائل کا تجزیہ

جمہور علماء حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اس بات پر متفق ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بیس رکعت تراویح سے کم کا قائل وفاعل نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو!

المغنی لابن قدامہ حنبلی ج۱ص۴۵۶، شرح المهذب ج۴ص۳۲، للنووی شافعی، المبسوط ج۲ص۱۴۴، للسرخی حنفی، بدایۃ المجتهد ج۲ص ۱۵۲، لابن رشد مالکی، ترمذی ج۱ص۹۹ شافعی۔

وھابیوں کا اعتراف:

اس حقیقت کا اعتراف وھابی حضرات کو بھی ہے چنانچہ:......

۱...... ان کے مجتہد العصر عبد اللہ روپڑی نے دوٹوک لکھا ہے: ''پس جمہور کا عمل بیس پر ہے''۔ (فتاوی اہل حدیث ج۱ص۶۶۴)

...... مزید لکھا ہے:

(بیس تراویح پر) تابعین بلکہ صحابہ کے اور بھی کئی آثار ہیں۔ (ج۱ص۶۶۳)

۲...... مولوی غلام رسول قلعوی نے لکھا ہے:

''بیست وسه رکعت مذهب جمهور است'' (رساله تراویح)

تیئس رکعت (۲۰ تراویح اور تین وتر) جمہور کا مذہب ہے۔

۳...... عطاء اللہ حنیف غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ عام کتابوں میں شہرت ہے کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد تینوں امام اور ان کے متبعین بیس رکعت (مسنون) کے قائل

ہیں (ماہنامہ محدث لاہور ص ۲۴، نومبر ۲۰۰۲ء)

❁...... اور زیادہ تر آثار (معمولات صحابہ) بیس تراویح کے متعلق ہی ہیں۔ جس کا وھابیہ کو بھی اعتراف ہے۔ مثلاً وہابی مسلک کے مستند ترجمان ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۸ نومبر ۲۰۰۲ء میں ہے:

"یہ ٹھیک ہے کہ زیادہ آثار بیس رکعت کے متعلق ہی ہیں"۔

❁...... وہابیوں کے ماہنامہ محدث لاہور میں ہے: سعودی عرب کے ائمہ حرمین شریفین کے متعلق یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ خانہ کعبہ میں دو امام تراویح پڑھاتے ہیں ایک دس پڑھا کر چلا جاتا ہے پھر دوسرا آتا ہے اور وہ بھی دس رکعات تراویح پڑھاتا ہے۔ (محدث لاہور ۳۳ ستمبر ۲۰۰۷ء)

مزید حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ، فقہاء محدثین سے بھی بیس رکعت تراویح ہی منقول ہیں۔

آٹھ تراویح کی تاریخ:

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء یہ بتایا جائے کہ (چشم بددور)، آٹھ تراویح کی تاریخ ولادت کیا ہے اور اس کی جنم بھومی کونسی ہے؟ اور اس کی حقیقت کو وھابیہ کے معتبر بزرگ مولوی غلام رسول قلعوی کے قلم سے ہی بے نقاب ہوتا دیکھیں۔ ان کا فتویٰ ملاحظہ ہو! اس فتویٰ کا شان نزول یہ ہے کہ انگریزی حکومت سے وھابی مذہب کو "اہلحدیث" کے نام سے الاٹ کرانے والے محمد حسین بٹالوی وھابی نے جب پہلی بار آٹھ رکعت تراویح کا فتویٰ دیا تو وھابیوں کے شیخ الکل نذیر حسین دھلوی کے شاگرد رشید

غلام رسول آف قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ نے اس کا تعاقب کیا اور رسالہ تراویح کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کیا۔ جو "۱۲۹۰ھ" میں لکھا گیا اور "۱۲۹۱ ہجری" میں "مطبع محمدی لاہور نے" اسے شائع کیا۔

محمد حسین بٹالوی نے بیس رکعت تراویح کو بدعت اور خلاف سنت قرار دیا، اس کے جواب میں مولوی غلام رسول نے اسے غالی قرار دیتے ہوئے لکھا کہ:

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) تابعین، ائمہ اربعہ اور حضرت فاروق اعظم سے لے کر آج تک مشرق و مغرب میں مسلمانوں کے سواد اعظم (بہت بڑی تعداد) کا یہ عمل ہے کہ تیئس رکعتیں (وتروں سمیت) ہی پڑھتے رہے ہیں، بخلاف اس غالی مفتی (بٹالوی) کے کہ وہ اس کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کے راستے پر دوڑتا ہے۔

(رسالہ تراویح)

دیدۂ عبرت سے پڑھیں!...... کہ بیس تراویح کو بدعت اور خلاف سنت قرار دینے والے، راہ راست سے ہٹنے والے اور شرعی حد کو توڑنے والے (غالی) ہیں۔ یہ بھی واضح ہوا کہ بیس تراویح صحابہ، تابعین، فقہاء، محدثین اور جملہ اہل اسلام کا عمل ہے، جبکہ آٹھ تراویح کا فتویٰ ۱۲۹۰ ہجری میں معرض وجود میں آیا اور اب ۱۴۱۵ ہجری ہے۔ اس اعتبار سے آٹھ تراویح کی کل عمر صرف ۱۲۶ برس بنتی ہے۔

اب غیر مقلدین بتائیں کہ انہیں ۱۲۹۰ھ سے پہلے کا دین چاہیئے یا اس سے بعد، بٹالوی صاحب کا بنایا ہوا اسلام پسند ہے؟

پسند اپنی اپنی   مقام اپنا اپنا

غیر مقلدین کا متضاد دعویٰ:

دیگر مسائل کی طرح مسئلہ تراویح بھی وھابیہ نے متضاد و متعارض دعوے کیلئے ہیں۔ جس کی نشاندہی درج ذیل ہے:

پہلا دعویٰ:

وہابیوں کا پہلا دعویٰ یہ ہے کہ تراویح کی رکعات کی تعداد متعین ہی نہیں...... چنانچہ:

①۔ قاضی شوکانی نے لکھا ہے:

قصر الصلوٰۃ المسماۃ بالتراویح علی عدد معین وتخصیصها بقراۃ مخصوصۃ لم ترد بہ سنۃ۔ (نیل الاوطار ج۳ ص ۵۸)

یعنی نماز تراویح کو معین تعداد اور مخصوص قراۃ سے خاص کرنے پر کوئی حدیث نہیں۔

②۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے لکھا ہے:

ولم یات العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ

(الانتقاد الرجیح ص ۶۱)

تراویح کی تعداد رکعات، صحیح مرفوع روایات میں نہیں ہے۔

③۔ نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے لکھا ہے:

ولا یتعیّن لصلوٰۃ لیالی رمضان یعنی التراویح عدد معین

(نزل الابرار ج۱ ص ۱۲۶)

یعنی رمضان کی راتوں میں پڑھی جانے والی نماز تراویح کی کوئی تعداد معین

نہیں۔

④۔ نواب نورالحسن بن صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے:

وبالجملہ عددیے معین دار مرفوع نیامدہ۔

(عرف الجادی ص۸۴)

کسی بھی مرفوع حدیث میں (رسول اللہ ﷺ سے) تراویح کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔

دوسرا دعویٰ:

ان کا دوسرا دعوی ہے کہ تراویح بیس رکعت سنت ہیں۔ چنانچہ

①۔ مولوی غلام رسول قلعوی نے لکھا ہے:

لھذا روایت چند از ثقات نقل کردہ میشود کہ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا میشود و سنت خلفاء راشدین نیز مع زیادت اجر۔ (رسالہ تراویح)

یعنی چنانچہ (بیس تراویح) پر ثقہ حضرات سے چند روایات نقل کی جاتی ہیں کہ اس طرح حضور اکرم ﷺ کی سنت بھی ادا ہو جاتی ہے اور خلفاء راشدین کی سنت بھی، اور اس میں اجر بھی زیادہ ہے۔

اس کے بعد انہوں نے بیس تراویح پر روایات لکھی ہیں اور انہیں خلاف سنت کہنے والے کو غالی اور شتر مرغ کی چال چلنے والا قرار دیا۔

مزید لکھا ہے:...... کہ حضرات صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی

بڑی جماعت کا عمل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں (تین وتر سمیت) تیس رکعتیں پڑھنا ہے۔

۲۔ ابوالبرکات احمد نے مانا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس تراویح پڑھی ہیں۔

(فتاوی برکاتیہ ۸۲)

نوٹ: اس سے متعلقہ چند حوالہ جات گذر چکے ہیں۔

۳۔ مولوی غلام رسول نے مزید لکھا ہے: اتے وچہ ماہ رمضان دے ۲۰ نال دساں سلاماں دے پیچھے عشاء دے اگے وتر دے۔ (پکی روٹی ص ۲۶)

یعنی تراویح رمضان عشاء کے بعد اور وتر سے پہلے دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت ہیں۔

…… مزید لکھا ہے کہ:

آٹھ تراویح پڑھنے والے سنت کو بدلتے ہیں۔ (رسالہ)

۴۔ نواب صدیق حسن نے لکھا ہے:

پس آتی بزیادت عامل بسنت ھم باشد۔

(ہدایۃ السائل ص ۱۳۸)

زیادہ (بیس) تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرتا ہے۔

…… نواب صدیق نے مزید لکھا ہے:

اور جو کام اصل اس کی با مثل اس کے شریعت سے ثابت ہے گو وہ کام بعینہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ ہوا ہو۔ وہ بدعت نہیں حکما سنت میں داخل ہے،

جیسے ۲۰ رکعت تراویح کی جماعت (غنیۃ الصبی فی ترجمۃ اربعین من احادیث النبی ﷺ)

تیسرا دعویٰ:

تیسرا دعوی یہ ہے کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں۔

①۔ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

تراویح اصل میں آٹھ ہی ہیں۔ (فتاوی اہلحدیث ج اص ۶۶۳)

چونکہ یہ وھابیوں کا عام دعویٰ ہے، جس پر مزید دلائل دینے کی ضرورت نہیں تاہم تحقیقی دستاویز کی درستگی کے پیش نظر ان کے معتبر فتاوی کا حوالہ پیش کر دیا گیا ہے۔

چوتھا دعویٰ:

تراویح گیارہ رکعت ہیں۔

①۔ زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

گیارہ رکعات سنتِ رسول ﷺ، سنتِ خلفائے راشدین اور سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص 83)

②۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ رمضان کے مہینے میں آٹھ رکعت مع وتر گیارہ رکعت تراویح سنت ہیں۔ (اہلحدیث کا مذہب ص ۹۰)

پانچواں دعویٰ:

بیس رکعات بطور نفل جائز ہیں۔

①۔ زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

اگر کوئی شخص بطور نفل بیس یا چالیس وغیرہ پڑھتا ہے تو کوئی شخص بھی اسے بدعت نہیں کہہ سکتا۔ (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۳۵)

اگر بدعت نہیں تو سنت ہونی چاہیئے، کیونکہ بدعت کی ضد سنت یا کم از کم جواز تو ضرور نکلتا ہے۔

۲۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:

بیس رکعتیں درصورت ثبوت کے مستحب ہیں، کیونکہ صحابہ نے پڑھی ہیں۔

(اہلحدیث کا مذہب ص ۹۸، فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۸۶)

خدا کرے کہ وہابیوں کو بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو اپنانے کی توفیق مل جائے۔

۳۔ صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے:

زائد رکعات مستحب اور نفل ہوں گی۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۴، ۳۸۵)

۴۔ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

(ہم) بیزار ان سے ہوں گے جو بیس کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں۔

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۶۷۴)

یعنی بیس تراویح کو سنت سمجھ کر نہیں بلکہ نفل کے طور پر پڑھنے والوں سے روپڑی صاحب کے بقول وھابیوں کو کوئی بےزاری نہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ حنفیوں سے خواہ مخواہ ان کی دل آزاری ہوتی ہے۔

چھٹا دعویٰ:

بیس تراویح بدعت ہیں۔

①۔②۔ اخبار اہلحدیث امرتسر میں اسے بدعت قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو!
اخبار اہلحدیث ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ اور ۱۳ دسمبر ۱۹۱۸۔
③۔ ناصر الدین البانی نے بھی گیارہ سے زیادہ کو بدعت قرار دیا ہے۔
(نماز تراویح مترجم ص ۸۶)

ساتواں دعویٰ:

بیس تراویح خلاف سنت یعنی بدعت نہیں۔
①۔ امام الوہابیہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے:

اما آنکہ از اھل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند...... ایں معنی صادق است کہ انہ صلوٰۃ وانہ فی رمضان بس حکم مبتدع چہ معنی۔ (بروراالاھلہ ۸۳)

یعنی علماء کی جماعت نے تراویح بیس رکعت قرار دی ہیں، انہیں بدعت قرار دینے کا کیا مطلب؟
②۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:
بیس رکعت تراویح پڑھنے والوں کو خلاف سنت کہنا اچھا نہیں ایسے امور میں اختلاف حرام ہے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۱۲، ۲۵ دسمبر ۱۹۳۶ء)
یعنی اسے بدعت کہنا غلطی اور جہالت، جبکہ اسمیں اختلاف کرنا حرام ہے، اب بولیئے! وھابی حضرات اختلاف کر کے حرام میں کیوں پڑھتے ہیں۔
③۔ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے کہ

"آٹھ نہ پڑھنے والا گمراہ نہیں ہے"۔ (نماز تراویح مترجم ۵۳)

❁...... مزید لکھا ہے کہ: آٹھ نہ پڑھنے والا بدعتی نہیں (ص ۵۱)

نوٹ: صادق خلیل فیصل آباد نے اس کی تائید کی ہے۔

آٹھواں دعویٰ:

۲۰ سے روکنا گناہ ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج اص ۵۸۶)

لمحہ فکریہ:

عوام الناس کو ورغلانے کیلئے وھابیوں کا یہ معمول بن چکا ہے کہ وہ یہ کہتے نہیں تھکتے ہمارا مذہب صرف اور صرف قرآن وحدیث ہے۔ فقہ تو اختلاف اور تضاد کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اسے خیر باد کہہ دیجیے! اب ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ صرف قرآن وحدیث کو ماننے والوں کا یہ ایک ہی مسئلہ پر اس قدر شدید تضاد، تعارض اور اختلاف کیوں ہے؟

اہل فقہ کا اختلاف تو کسی بھی مسئلہ کے متعلق نصوص کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ جو کہ وھابیوں کو کسی صورت برداشت نہیں۔ بتایئے! ان کا یہ شدید اختلاف اور تضاد کیوں ہے؟ ہم ان کے کس موقف کے متعلق خیال کریں کہ وہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور کس دعویٰ کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دیں۔

ویسے وھابیوں، نجدیوں، غیر مقلدوں کے ہاں مسائل میں اس طرح کا معاملہ اور جھگڑا کوئی انہونی چیز نہیں ان کے متضاد اور متعارض مذہب کی تفصیلات کیلئے راقم الحروف کی کتاب "وھابیوں کا متضاد مذہب" دیکھئے!

چونکہ عام طور پر وھابی، آٹھ تراویح، کی ہی رٹ لگاتے ہیں اس لیے سطور ذیل

میں ان کے پیش کردہ دلائل کا تحقیقی تجزیہ سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا:

دریں مسئلہ وھابیوں کی سب سے پہلی دلیل حدیث ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے سوال کیا:

کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدٰی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثاً قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔

(بخاری ج۱ص۲۶۹ واللفظ لہ، مسلم ج۱ص۲۵۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز کیسی تھی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعت پڑھتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے ان کے حسن وطول کے متعلق نہ پوچھو، پھر تین وتر پڑھتے آپ فرماتی ہیں میں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا (ہاں) میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔

اس حدیث سے وھابیوں کا ناروا سلوک:

چونکہ وہابیوں کے پاس اپنے موقف پر کوئی بھی صحیح، صریح، غیر محتمل مرفوع

روایت نہیں ہے اس لیے وہ عوام کو دھوکہ دینے کیلئے بخاری شریف کی اس روایت کا نام لے دیتے ہیں اور جب ان سے اس حدیث سے اپنا دعویٰ ثابت نہیں ہو پاتا تو پھر حدیث پاک کے ساتھ ناروا سلوک شروع کر دیتے ہیں، تحریف اور کتر بیونت کر کے روایت کا حلیہ بگاڑتے ہیں اور اپنے اکابر کے ورثہ کو قائم رکھتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو!

⁂...... وہابی شاطرین نے اس حدیث ''کو احدٰی عشرۃ رکعۃ۔ تک لکھ کر آگے ''الحدیث'' کا لفظ لکھ دیا اور عوام الناس سے حدیث کا بقیہ مضمون اوجھل کر دیا۔ اور مقصد صرف یہ تھا کہ اگر کوئی اس پر اعتراض کرے تو جواباً کہہ دیا جائے کہ ہم نے آخر میں ''الحدیث'' لکھ کر اسکے بقیہ مضمون کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور عوام الناس سے اسے چھپا رکھنے کی وجہ سے ہمارا اُلو بھی سیدھا ہو جائے گا۔

⁂...... بلکہ ان لوگوں کا جہاں بس چلے وہاں وہ تمام اشارات وکنایات بھی ہٹا دیتے ہیں جن سے حدیث پاک کے نامکمل ہونے کا معمولی سا بھی گمان ہو سکے۔ کیونکہ ان کی ہر ممکن یہی کوشش ہے کہ ''حدیث بخاری'' کا مکمل مضمون عوام الناس کے سامنے کسی صورت بھی پیش نہ ہو۔ ورنہ وہابیت کا بھانڈا بیچ چوراہے کے پھوٹ جائے گا۔ ملاحظہ ہو!

۱۔ عبداللہ غازیپوری نے...... رکعات التراویح مع اضافات وضمیمہ ص ۱۱ پر

۲۔ مبشر ربانی نے...... مقالات ربانیہ ص ۱۲۲ پر

۳۔ داؤد ارشد نے...... دین الباطل جلد اول ص ۵۱۸ پر

۴۔ عبدالغفور اثری...... نے تحفۂ رمضان ص ۶۷ پر

حدیث بالا کو ادھورا لکھ کر ''الحدیث'' ڈال کر باقی مضمون کو چھپا دیا ہے۔

اور زبیر علی زئی نے امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۴۳ اور ھدیۃ المسلمین ص ۲۷، ''پر الخ'' لکھ کر بقیہ حصہ حذف کر دیا اور عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہوئے حدیث پاک میں کتر بیونت تحریف اور ناروا سلوک کا ارتکاب کیا۔ جبکہ......

۱۔ ثناء اللہ امرتسری نے...... اہلحدیث کا مذہب ص ۶۸ پر

۲۔ صادق سیالکوٹی نے...... صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۱ پر

۳۔ عطاء اللہ حنیف نے...... ماہنامہ محدث لاہور ص ۲۲، نومبر ۲۰۰۲ء پر (مطبوعہ مضمون میں) حدیث مذکور نامکمل لکھی۔

اور الخ، الحدیث اور الی آخرہ وغیرہ میں سے کوئی اشارہ نہ دے کر مسلمانوں سے یہ دھوکہ کیا ہے کہ یہ روایت مکمل ہے۔ جس میں صرف گیارہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر یہ لوگ اس حدیث کا پورا مضمون لکھ دیتے تو حقیقت بے نقاب ہو جاتی۔

ایسا ارادۃً کیا گیا ہے، کیونکہ یہ طریقہ مقیدِ مطلب ہے۔

یہ حدیث وھابیوں کے خلاف ہے:

چونکہ یہ روایت وھابیوں کے خلاف ہے اور انہوں نے خود بھی اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔ اس لیے ان کے جھوٹے مذہب کی عافیت اور بچاؤ اسی صورت میں ہے کہ وہ حدیث کا اگلا مضمون چھپا لیں...... ورنہ ان کا مکروہ چہرہ ہر کوئی دیکھ لے گا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

اس حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان یعنی پورا سال گیارہ رکعت نماز پڑھتے

تھے۔

اگر وھابیوں کی یہ مرکزی دلیل ہے اور وہ واقعۃً اس روایت کو مانتے ہیں تو انہیں صرف ماہِ رمضان میں ہی نہیں بلکہ سارا سال گیارہ تراویح پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، لیکن وھابی ایسا نہیں کرتے وہ صرف رمضان میں تراویح کا اہتمام کرتے ہیں اور پورا سال کبھی بھی یہ اعلان نہیں کرتے کہ حضرات فلاں وقت نمازِ تراویح ادا کی جائے گی جس میں مستورات کیلئے بھی پردے کا معقول انتظام کیا گیا ہے۔ ان کے ایسے اعلانات صرف ماہِ رمضان میں ہی ہوتے ہیں اور سال کا بقیہ حصہ وہ خوابِ خرگوش کے مزے لیتے ہیں۔

②۔ اس حدیث پاک میں ایک رات بھی باجماعت تراویح کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ وہابی پورا مہینہ باجماعت تراویح ادا کرتے ہیں۔

③۔ اس روایت میں پورا سال تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ وھابی صرف رمضان میں تین وتر پڑھتے ہیں اور باقی دنوں میں صرف ایک وتر پر اکتفا کرتے ہیں۔

④۔ اس روایت میں آٹھ رکعات کو چار چار پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ جبکہ وہابیوں کے ہاں دو دو پڑھنے کا طریقہ مروج ہے۔

⑤۔ اس میں اس بات کا واضح ثبوت مل رہا ہے کہ آپ ﷺ آٹھ رکعت پڑھ کر سو جاتے اور سو کر اٹھتے تو پھر تین وتر پڑھتے تھے۔

جبکہ وہابی حضرات آٹھ رکعتوں کے ساتھ ہی تین وتر پڑھ لیتے ہیں اور جب سو جائیں تو عموماً ہر چیز بھلا دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ وہابیوں کا اس حدیث سے اپنا موقف ثابت کرنا سراسر دھوکہ اور

فریب ہے۔ ان کا حدیث پر ہرگز عمل نہیں ہے۔ ہمارا وھابیوں کو چیلنج ہے کہ اگر وہ خواہشاتِ نفسانی کے پیروکار نہیں ہیں تو اپنا عمل حدیث بخاری کے مطابق بنالیں ورنہ یہ حدیث پیش کر کے مسلمانوں سے گھناؤنا کھیل نہ کھلیں۔

مبشر ربانی کی اپج کارد:

وہابیوں کی عادت ہے کہ اہل سنت کے معمولات کو بدعت بنانے کیلئے کیفیت وانداز پر بھی معترض ہوتے ہیں لیکن چونکہ وھابیوں کے اپنے معمولات بالخصوص نماز تراویح ان کی مروجہ کیفیت وہیئت کیساتھ ثابت نہیں، اس لیے مبشر ربانی نے یہ لکھ مارا کہ مختلف مواقع پر ان (تراویح) کی کیفیت ادا مختلف وارد ہوئی ہے اور یہ بات محل نزاع نہیں ہے۔ (مقالات ص ۱۲۱)

۞...... جبکہ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے:

تراویح سنن رواتب کی طرح ہیں لہٰذا ان میں تغیر و تبدل کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(نماز تراویح ص ۴۹ مترجم)

لہٰذا وھابیوں کی نماز تراویح میں تبدیلی غیر شرعی ہوئی

حضور رات کو کتنی رکعتیں پڑھتے؟:

چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور میں حضور کی رات کی نماز میں گیارہ رکعتوں (آٹھ اور تین) کا ذکر ہے اس لیے وہابی اس کی طرف لپکتے ہیں، انہیں اہل حدیث کہلانے کے باوجود یہ شعور نہیں رہتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اسی بخاری اور مسلم شریف میں گیارہ رکعتوں کے علاوہ اور بھی تعداد بیان کی گئی ہے..... چنانچہ

ملاحظہ ہو!

تیرہ رکعتیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے، پھر آپ جب صبح کی آواز سنتے تو دو رکعتیں ہلکی پھلکی (فجر کی سنتیں) ادا فرماتے۔

❁...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلث عشرۃ رکعۃ یعنی باللیل۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۳)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات پر مشتمل ہوتی۔

نوٹ: اس مضمون کی روایات مسلم ج ۱ ص ۲۵۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶، ۳۳، ۷۳، ۱۴۰، سنن ابوداود، ج ۱ ص ۲۱۰، موطا امام مالک ص ۱۰۳، ترمذی ج ۱ ص ۵۹، قیام اللیل مروزی ص ۸ پر بھی موجود ہیں۔

خود وہابی حضرات کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے۔ ملاحظہ ہو!

①۔②۔ نماز تراویح۔ ناصر الدین البانی...... ترجمہ صادق خلیل ص ۳۰، ۳۱

③۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز...... اسماعیل سلفی ص ۹۶۔

④۔ عبداللہ غازیپوری...... رکعات التراویح ۲۱، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۵۶، ۳۵، ۳۶، ۳۳

۵۔ مولوی غلام رسول قلعوی رسالہ تراویح ص ۴۸، مترجم ص ۴۹۔

۶۔ عبدالرحمان مبارکپوری...... تحفۃ الاحوذی ۲/۳ب۔

۷۔ ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے کہ اکثر روایات تیرہ رکعت کی ہیں۔

(فتاوی برکاتیہ ص ۹۳)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ فجر کی دوسنتوں کے علاوہ رات کو تیرہ رکعات بھی ادا فرماتے تھے۔

یہاں وہابیوں کی اس بات کا بھی رد ہو گیا کہ تیرہ رکعات میں دو فجر کی سنتیں ہوتی تھیں، اصل گیارہ رکعات ہی ہیں ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ مذکوہ روایات میں دوٹوک موجود ہے کہ فجر کی اذان کے وقت آپ جو دو رکعتیں پڑھتے وہ پہلی تیرہ رکعات کے علاوہ ہوتی تھیں۔

گیارہ رکعتیں:

اس کا مضمون شروع میں گذر چکا ہے۔ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے سوال کیا:

کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثاً قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔

(بخاری ج۱ص ۲۶۹، واللفظ لہ، مسلم ج۱ص ۲۵۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی رمضان المبارک میں نماز کیسی تھی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعت پڑھتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے ان کے حسن وطول کے متعلق نہ پوچھو پھر تین وتر پڑھتے آپ فرماتی ہیں میں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا (ہاں) میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔

دس رکعتیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل عشر رکعات الخ۔ (مسلم ج۱ص ۲۵۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ رات کو دس رکعات نماز پڑھتے۔

اس مضمون کی روایت مسند احمد ج۶ص ۳۵ پر بھی ہے۔

نو رکعت:

آپ ہی کی ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق یہ وارد ہے۔

تسع رکعات قائماً یوتر منھن۔ (مسلم ج۱ص ۲۵۵)

نو رکعت کھڑے ہو کر جن میں وتر بھی ہوتے۔

❀...... نو رکعت کی تائید صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۳، پر موجود ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔

❀...... قاضی عیاض علیہ الرحمتہ نے کہا ہے:

فی حدیث عائشة من روایة سعد بن هشام قیام النبی صلی الله علیه وسلم تسع رکعات۔ (نووی بر مسلم ج ا ص ۲۵۳)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سعید بن ہشام کی روایت میں بھی نبی کریم ﷺ کی نماز نو رکعات بیان ہوئی ہے۔

❀...... یہی بات مولوی غلام رسول قلعوی نے رسالہ تراویح مترجم ص ۴۸ پر نقل کی ہے۔

سات رکعت:

امام نووی علیہ الرحمتہ، قاضی عیاض علیہ الرحمتہ کے حوالے سے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں:

وعنها فی البخاری ان صلوتهٗ صلی الله علیه وسلم باللیل سبع وتسع۔ (نووی بر مسلم ج ا ص ۲۵۳)

یعنی بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی رات کی نماز سات اور نو رکعت بھی مروی ہے۔

نوٹ: ایسی روایت بخاری ج ا ص ۱۵۳ پر موجود ہے۔

❀...... قاضی عیاض علیہ الرحمتہ نے حضرت عائشہ سے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ

جب آپ بڑھاپے کی حالت کو پہنچے تو سات رکعات پڑھتے۔ (نووی ج ۱ ص ۲۵۴)

⁕...... مولوی غلام رسول قلعوی نے بھی یہی لکھا ہے (رسالہ تراویح ص ۴۹، مترجم)

⁕...... اور مزید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لکھا ہے کہ جب آپ بوڑھے ہو گئے تو سات رکعتیں پڑھتے تھے۔ (ص ۵۱، ۵۲)

قاضی عیاض مالکی کا فیصلہ:

قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ کی رات کی نماز کے متعلق لکھا ہے کہ وہ تیرہ، گیارہ، نو، اور سات رکعات پر مشتمل ہے اور آخر میں فرماتے ہیں:

ولا خلاف انه ليس فی ذلك حدلايزاد عليه ولا ينقص منه وان صلوة الليل من الطاعات التی كلما زاد فيها زادالاجر الخ (نووی بر مسلم ج ۱ ص ۲۵۳)

اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کی رکعات کے متعلق کوئی حد (مخصوص تعداد) نہیں، کہ جس میں کمی بیشی نہ ہو سکتی ہو اور بے شک یہ رات کی نماز نیک کاموں میں سے ایک نیک عمل ہے، اس میں جتنا اضافہ ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ملے گا۔

امام نووی کی تائید:

حضرت امام نووی علیہ لرحمۃ نے قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کی طویل عبارت کو اپنی تائید میں نقل کر کے ہمارے موقف پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو صرف گیارہ رکعت نہیں بلکہ تیرہ، نو اور سات رکعت بھی پڑھی ہیں۔

(نووی بر مسلم ج ۱ ص ۲۵۳)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی تصریح:

فیروز آبادی لکھتے ہیں: وورد فی کیفیة قیام اللیل طرق ثمانیة کلها صحیحة۔ (سفر السعادة)

یعنی رات کی نماز کے متعلق آٹھ طرح کی روایات وارد ہوئی ہیں جو کہ سب کی سب صحیح ہیں۔

امام ترمذی کا فیصلہ:

امام ترمذی لکھتے ہیں: عن عائشة قالت كان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی من اللیل تسع رکعات و فی الباب عن ابی هریرة و زید بن خالد و الفضل بن عباس قال ابو عیسی حدیث عائشه حدیث حسن غریب من هذا الوجه وراه سفیان الثوری عن الاعمش نحو هذا...... واکثر ماروی عن النبی صلی الله علیه وسلم فی صلاة اللیل ثلاث عشرة رکعة مع الوتر واقل ماوصف من صلاته من اللیل تسع رکعات۔ (ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ رات کو نو رکعات پڑھتے تھے اس مضمون کی روایت حضرت ابو ہریرہ، حضرت زید بن خالد اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی) کا قول ہے کہ حدیث عائشہ اس وجہ سے حسن غریب ہے، اسے سفیان ثوری نے اعمش سے اس طرح روایت کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی رات نماز کی زیادہ تعداد دو تر سمیت تیرہ اور کم از کم نو رکعت ہے۔

مولوی غلام رسول قلعوی کی حمایت:

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی مذکورہ تصریح کو نقل کر کے مولوی غلام رسول قلعوی نے ہمارے دعوے کی پوری پوری حمایت کر دی ہے۔ملاحظہ ہو! (رسالہ تراویح)

مولوی اسماعیل سلفی کی صراحت:

اسماعیل سلفی نے کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ:

حضرت عائشہ سے مرفوعاً متعدد احادیث مروی ہیں جن میں رکعات کی تعداد چھ، سات، نو، گیارہ، تیرہ تک مروی ہے۔(رسول اکرم ﷺ کی نماز ص ۹۶)

❁...... مزید لکھا ہے:

آٹھ تراویح اور تین وتر عام عادت یہی تھی ...... کم وبیش ہو جائیں تو بھی درست ہے۔(ایضاً)

حکیم اشرف سندھو کا اعتراف:

حکیم صاحب نے لکھا ہے:

علاوہ ازیں سات اور نو رکعات تو یہ اس وقت کی نماز ہے کہ جب آپ بوڑھے ہوئے تو وقت وحالات کے تحت کبھی کبھار پڑھ لیا کرتے (رکعات قیام رمضان ص ۱۷)

سوال یہ ہے کہ کبھی کبھار ہی سہی، آپ نے سات اور نو رکعات جب پڑھی ہیں تو کیا وہابیوں نے اس سنت کو کبھی اپنایا بھی ہے؟

چلو یہ لوگ جوانی کے عالم میں حدیث کے مخالف رہے بڑھاپے کے عالم میں ہی اس پر عمل کر دکھاتے۔لیکن بوڑھے وہابی بھی سات یا نو رکعات تراویح پڑھنے سے

محروم ہیں۔ جبکہ عوام کو یہی دھوکہ دیں گے کہ ہم ہر صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

صرف آٹھ پر ہی اصرار کیوں؟:

وہابی حضرات اگر نفس کے بندے اور اپنی خواہشات کے پابند نہیں اور قرآن وسنت پر عمل کرنے کے دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ صرف آٹھ تراویح پر ہی کیوں اصرار کرتے ہیں؟ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے مؤقف کو تبدیل کریں اور یہ اعلان کریں کہ تراویح چھ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ رکعات بھی ہیں اور پھر جلدی ہی اس پر عمل کر کے اپنے سچا ہونے کا ثبوت دیں!

لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ان احادیث پر وھابیوں نے نہ آج تک عمل کیا ہے اور نہ ہی قیامت تک کر سکتے ہیں کیونکہ انہیں احادیث سے سروکار نہیں، وہ محض اپنے خود ساختہ مذہب کو سہارا دینا چاہتے ہیں۔

حدیث عائشہ مضطرب ہے:

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ وہابیوں کی مایہ ناز ''دلیل حدیث عائشہ'' میں سخت اضطراب واختلاف بھی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو!

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرنے والے ایک آدمی ہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمان اور سوال بھی یہی ہے کہ حضور رات کو کتنی رکعات نماز پڑھتے تھے لیکن جواب میں آپ نے اس کی مختلف اور متضاد و معارض کیفیتیں بتائی ہیں...... مثلاً

﴿1﴾۔ آپ ابو سلمہ کو جواب دیتے ہوئے ایک جگہ بیان فرماتی ہیں کہ:

رمضان وغیر رمضان میں آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں کرتے تھے، چار، پھر چار اور پھر تین وتر پڑھتے اور وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے۔

(بخاری ج ا ص ۲۶۹ مسلم ج ا ص ۲۵۴)

۲۔ ایک جگہ فرماتی ہیں:

آپ تیرہ رکعت پڑھتے، پہلے آٹھ رکعت پھر وتر پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت فجر۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۴)

اضطرابات:

۱...... اسی سائل کو آپ نے پہلی روایت میں گیارہ رکعت اور دوسری میں تیرہ رکعت بتائی ہیں۔

۲...... پہلی روایت میں چار، چار...... جبکہ دوسری میں اکٹھی آٹھ رکعات۔

۳...... پہلی روایت میں تین وتر، اس کے بعد کوئی نماز کا ذکر نہیں۔

دوسری روایت میں وتر...... پھر دو رکعت کا ذکر ہے۔

۴...... پہلی روایت میں وتروں سے پہلے سونے کی صراحت ہے، جبکہ اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

۵...... دوسری روایت میں وتر، کی رکعات کی بھی وضاحت نہیں ہے۔

اب اگر وتر ایک رکعت قرار دیں تو وھابی حضرات کے بقول تراویح بارہ رکعات اور اگر تین رکعات کہیں تو تراویح دس رکعات بنتی ہیں۔

لہٰذا انہیں دس اور بارہ رکعات کا بھی قول کرنا چاہیے۔

۶...... حضرت عائشہ نے ایک جگہ (وتر سمیت) نو رکعت بھی بتائی ہیں۔

(مسلم ج ا ص ۲۵۵)

اب اگر وتر تین رکعت ہوں تو باقی نماز چھ رکعت ہو گی اور چونکہ وھابیوں کا

عمل رمضان میں تین وتر پڑھنا ہے۔ لہٰذا انہیں باقی نماز (تراویح) کو چھ رکعات قرار دینا چاہیے! جبکہ ان کا یہ موقف نہیں۔

ملاحظہ فرمائیں! ان روایات میں ابوسلمہ سوال کرنے والے ہیں اور سیدہ عائشہ جواب دیتی ہیں......اور جواب میں کبھی تیرہ، کبھی نو، اور کبھی گیارہ رکعات کا لفظ ہے۔ اور انہیں ادا کرنے کی کیفیت بھی آپس میں نہیں ملتی۔

انہیں اختلافات، تعارضات اور تضادات کی وجہ سے اس حدیث کو مضطرب کہا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراف:

حافظ صاحب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے......کہ

قال قرطبی اشکلت روایات عائشة علی کثیر من اھل العلم حتی نسب بعضھم حدیثھا الی الاضطراب۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۳)

یعنی بہت سارے علماء نے حضرت عائشہ کی روایات میں اشکالات ہونے کی وجہ سے انہیں مضطرب قرار دیا ہے۔

امام قرطبی کا بیان:

امام قرطبی نے بیان کیا ہے کہ علماء نے حدیث عائشہ کو مضطرب قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۳)

قاضی عیاض مالکی کی وضاحت:

قاضی صاحب لکھتے ہیں:

واما الاختلاف فی حدیث عائشه فقیل هو منها وقیل من الرواۃ عنها

(نووی بر مسلم ج۱ص۲۵۳)

یعنی حدیث عائشہ میں اختلاف (واضطراب) ہے وہ حضرت عائشہ کی طرف سے ہے یا آپ سے روایت بیان کرنے والے راویوں کی طرف سے ہے۔خواہ کسی جانب سے ہو ہمارا مدعا ثابت ہے حدیث عائشہ مضطرب ہے۔

امام نووی کی حمایت:

علامہ نووی نے قاضی عیاض مالکی کی مذکورہ عبارت کو درج کر کے ان کی تائید وحمایت کی ہے کہ واقعۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں اختلاف واضطراب ہے۔

(نووی بر مسلم ج۱ص۲۵۳)

مذکورہ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث جسے وہابی حضرات بڑے فخر سے اپنی پہلی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ مضطرب، مختلف، اشکالات سے پر اور تضادات کی حامل ہے۔

مخالفین کا فیصلہ:

اب ملاحظہ فرمائیے! کہ خود مخالفین کے نزدیک بھی ایسی روایت اگرچہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں، وہ قابل حجت نہیں رہتی۔

مولوی سیف بنارسی نے لکھا ہے:

"بسا اوقات سند کے تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں، لیکن متن حدیث میں اضطراب ہوتا ہے، اس صورت میں وہ بھی رتبہ مقبول سے گر جاتی ہے۔

(اخبار اہل حدیث ۹ جون ۱۹۲۲ء)

حدیث عائشہ تہجد کے متعلق ہے:

علی سبیل التنزیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت تراویح کے متعلق ہرگز نہیں کیونکہ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو پڑھی جانے والی نماز کے متعلق سوال کیا تھا جو آپ اپنے گھر (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے) میں ادا فرماتے تھے جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ آپ نے گیارہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور وہ بھی انہوں نے صرف اپنی باری میں آنے والی راتوں کا تذکرہ فرمایا، باقی ازواج مطہرات کے پاس جا کر کتنی رکعات ادا فرمائی ہیں، ان کا ذکر اسمیں نہیں ہے۔

اگر ابوسلمہ نے اس نماز کے متعلق سوال کرنا تھا کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین رات جو نماز پڑھائی تھی، اس کی کیفیت کیا تھی؟ اس نماز کے متعلق آپ سے پوچھنے کی بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کرتے، لیکن جب ابوسلمہ نے حضرت عائشہ سے نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ان کے سوال کا مقصد جان لیا کہ وہ نماز تہجد کے متعلق ہے، اس لیے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان آپنے (زیادہ تر) گیارہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور یہی بات قرین قیاس اور حقیقت حال کے مناسب ہے، کیونکہ تہجد سارا سال پڑھی جاتی ہے۔ جبکہ تراویح صرف رمضان میں ہی ہوتی ہے۔

ثناء اللہ امرتسری کا اعتراف:

امرتسری نے دوٹوک لکھا ہے:

"نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے تراویح خاص رمضان میں ہے"۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ٦٥٦)

اگر وہابیوں کو اس حقیقت سے انکار ہے تو انہیں چاہیئے کہ

﴿۱﴾۔ وہ ماہ رمضان کی طرح دیگر گیارہ مہینوں میں بھی تراویح کا اہتمام کریں۔

﴿۲﴾۔ جب وہ اس کی جرأت نہیں کرسکتے تو ان کے فعل سے ان کے دعوے کا رد ہو جاتا ہے کہ اگر تراویح پورا سال ہے تو یہ اسے سارا سال ادا بھی کرتے......

بتا اے عقل انسانی حل کوئی اس معمے کا
نظر کچھ اور کہتی ہے خبر کچھ اور کہتی ہے

مزید دلائل:

حدیث عائشہ کا تعلق تہجد کیساتھ ہے، اس موقف پر مزید دلائل درج ذیل ہیں۔

﴿۱﴾۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اسے کتاب التهجد، باب قيام النبي صلى الله عليه وسلم بالليل في رمضان وفي غيره، ج ا ص ۱۵۴ کے تحت نقل کیا ہے۔

یعنی ایک تو تہجد کا بیان، اور دوسرا نبی کریم ﷺ کا تمام سال رات کا قیام کرنے کا باب باندھا ہے......جس کا صاف اور واضح مطلب یہی ہے کہ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کے متعلق ہے جو آپ سارا سال پڑھتے تھے۔

﴿۲﴾۔ اس حدیث میں چار، چار رکعات پڑھنے کا ذکر ہے، جبکہ وھابی حضرات دو، دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ تہجد تھی......تراویح الگ ہے۔

۳۔ اسی روایت سے واضح ہے کہ آپ آٹھ رکعت مع تین وتر بغیر جماعت کے ادا فرماتے تھے...... جبکہ تراویح باجماعت ہوتی ہے اور تہجد ہی وہ نماز ہے، جسے بغیر جماعت کے ادا کیا جاتا ہے۔

وہابی ترجمان ہفت روزہ اہلحدیث لاہور، ۷ جنوری ۱۹۹۴ء صفحہ نمبر ۵ پر لکھا ہے:

''تہجد کی جماعت نہیں ہوتی''

جب تہجد کی جماعت نہیں، تو حدیث عائشہ میں جس نماز کا ذکر ہے وہ بھی جماعت، کے بغیر ہے، لہٰذا وہ بھی نماز تہجد تھی ......تراویح نہیں۔

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان رکعات کیساتھ ہی فجر کی دو رکعت سنت بھی ادا فرماتے تھے......ملاحظہ ہو!

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوٰة العشآء وھی التی یدعو الناس العتمة الی الفجر احدی عشرة رکعة یسلم بین کل رکعتین ویو تر بواحدة فاذاسکت المؤذن من صلوٰة الفجر وتبین له الفجر وجآء ہ المؤذن قام فرکع رکعتین خفیفتین۔ (مسلم ج۱ص۲۵۴)

اس روایت سے واضح ہوگیا کہ آپ نے گیارہ رکعات نماز فجر سے کچھ دیر پہلے پڑھی ہیں، اور یہ وقت تہجد کا ہے، تراویح کا نہیں۔

ورنہ وہابیوں کو عشاء کے بعد تراویح پڑھنے کی بجائے نماز فجر سے کچھ دیر پہلے پڑھنے کا آغاز کر دینا چاہیئے! تاکہ پتہ چلے کہ یہ سچے اہل حدیث ہیں انگریز کے بنائے ہوئے نہیں۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے راویوں میں ایک راوی حضرت امام مالک بھی ہیں

مثلاً:......امام بخاری لکھتے ہیں:

حدثنا عبداللہ ابن یوسف قال اخبرنا مالك عن سعید بن ابی سعید المقبری۔ (بخاری ج۱ص۱۵۴)

ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن یوسف نے، انہوں نے کہا ہمیں مالک نے سعید بن ابوسعید مقبری سے خبر دی ہے۔

اور حدیث عائشہ کے اس مرکزی راوی امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس روایت کو بیان کرنے کے باوجود تراویح کو آٹھ رکعت قرار نہیں دیا ملاحظہ ہو!

التمہید ج۸ص۱۱۳، بدیۃ المجتہد ج۱ص۱۵۲، قیام اللیل ص۱۵۹، المدونۃ الکبریٰ ج۱ص۱۹۳، فتح الباری ج۲ص۲۱۷، عمدۃ القاری ج۵ص ۳۵۵، المیزان للشعرانی ج۱ص۱۲۳، الحاوی للفتاویٰ ج۱ص۳۴۸، المبسوط للسرخسی ج۲ص۱۴۴ وغیرہ۔

❁...... وہابیوں کے عبداللہ غازیپوری نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے کہ وھذا ھوالمشھور عنہ یعنی امام مالک سے یہی قول مشہور ہے کہ تراویح چھتیس رکعات (۲۰ تراویح اور ۱۶ اضافی نوافل ملاکر ہیں)۔ (رکعات التراویح ص۲۷)

❁...... عطاء اللہ حنیف نے مانا ہے کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اور ان کے تبعین سے بیس رکعت تراویح کو شہرت حاصل ہے۔ (محدث ۲۴ نومبر ۲۰۰۲ء)

بعض وہابی حضرات امام مالک سے آٹھ یا گیارہ رکعت ثابت کرنے کی خام کوشش کرتے ہیں، اگر ان میں جرأت ہے تو وہ امام مالک کی اپنی کسی کتاب یا ان کے کسی شاگرد اور معتمد علیہ مقلد کی کتاب سے اپنا موقف ثابت کریں۔ لیکن یہ منہ اور مسور

کی دال۔

ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ اگر حضور اکرم ﷺ نے آٹھ تراویح پڑھی ہو، تو امام مالک اپنا موقف یہی رکھتے جبکہ ایسا نہیں۔ تو معلوم ہوا حدیث عائشہ تہجد کے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے متعلق۔

۞...... اکثر اہل علم کا موقف تراویح کے بیس ہونے کے متعلق ہے۔ امام ترمذی لکھتے ہیں:

واکثر اهل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وهکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة۔ (ترمذی ج ا ص ۹۹)

یعنی اکثر اہل علم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کی بناء پر بیس رکعت کے قائل ہیں، اور یہی قول امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بیس رکعت پڑھتے دیکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں آج بھی تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کا تراویح کو بیس رکعت قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث عائشہ کو تہجد پر محمول کرتے ہیں...... نہ کہ تراویح پر۔

محدثین کے فیصلے:

①۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اسے کتاب التہجد میں نقل کیا ہے۔

(بخاری ج ا ص ۱۵۴)

(۲)۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اس روایت کو باب ماجآء فی وصف صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل، یعنی تہجد کے بیان میں درج کیا ہے۔

(ترمذی ج ا ص ۵۸)

...... اور داؤد ارشد اینڈ پارٹی نے تسلیم کیا ہے کہ "امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے"۔ (دین الباطل ج ا ص ۵۱۹)

جبکہ امام ترمذی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ با جماعت نماز تراویح ادا کرنے کی روایت کو ترمذی ج ا ص ۹۹ باب ماجآء فی قیام شھر رمضان، میں لکھ کر واضح کیا ہے کہ حدیث عائشہ کا تعلق تہجد کیساتھ ہے اور تین رات جو جماعت کرائی گئی ہے، اسکا تعلق تراویح کے ساتھ ہے۔

...... امام ترمذی آگے لکھتے ہیں: اکثر اھل العلم علی ...... عشرین رکعۃ الخ

(ترمذی ج ا ص ۹۹)

اکثر اہل علم تراویح کو بیس رکعت قرار دیتے ہیں۔

(۳)۔ امام محمد بن نصر مروزی نے حدیث عائشہ کو تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے۔

(قیام اللیل ص ۱۸۲)

اور تراویح کیلئے الگ باب باندھا۔

باب عدد الرکعات التی یقوم بھا الامام والناس فی رمضان (۱۵۹)
لیکن اس میں حدیث عائشہ کو ذکر نہ کیا۔ جس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا تعلق تہجد سے ہے نہ کہ تراویح سے۔

(۴)۔ امام ابوداؤد نے اسے ابواب قیام اللیل، کے باب فی صلوۃ اللیل، میں

نقل کیا ہے۔(ابوداؤدج اص ۱۸۸،۱۸۹)

اورتراویح کیلئے ۱۹۴پر "ابواب شهر رمضان" کے باب فی قیام شهر رمضان کے نام سے الگ باب قائم کیا۔

⑤۔ امام مالک نے "ماجآء فی قیام رمضان" قائم کر کے احادیث تراویح لکھی ہیں، اورحدیث عائشہ (صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم فی الوتر) میں درج کیا ہے۔(مؤطاص ۱۰۲)

چونکہ اس حدیث کے آخر میں وتر کا ذکر ہے جس سے پہلے تہجد کا بیان ہے۔ اس سے امام مالک یہی بتانا چاہتے ہیں کہ اسکا تعلق تراویح سے نہیں بلکہ تہجد کیساتھ ہے۔

⑥۔ امام نسائی علیہ الرحمۃ نے نسائی ج اص ۱۹۱ مع تعلیقات سلفیہ باب قیام شهر رمضان ، کے تحت تین رات جماعت کا واقعہ لکھا ہے، جو کہ تراویح کے متعلق ہے۔ جسکا وھابیوں کو بھی اعتراف ہے۔ اورحدیث عائشہ باب کیف الوتر، (نسائی مع تعلیقات ج اص ۲۰۰) میں نقل کی ہے۔

⑦۔ صاحب مشکوٰۃ نے "باب قیام شهر رمضان"۔(مشکوٰۃ ص ۱۱۴)

یعنی تراویح کے باب میں حدیث عائشہ کا ذکر نہیں کیا۔ جس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا تعلق تہجد سے ہے۔

⑧۔ امام نووی نے "باب فضل قیام اللیل" کے تحت تہجد کے ذکر میں حدیث عائشہ کو ذکر کیا ہے۔(ریاض الصالحین ص ۳۶۵)

اور باب استحباب قیام رمضان وھو التراویح، قائم کیا ہے، جسمیں تراویح کی روایات نقل کی ہیں..... گویا بتادیا کہ حدیث عائشہ تہجد کے بارے میں ہے۔

⑨۔ صاحب غنیۃ الطالبین نے تراویح کی فصل میں حدیث عائشہ کو ذکر نہیں کیا۔(الغنیہ ج۲ص۱۵)

⑩۔ امام جزری علیہ الرحمۃ نے حدیث عائشہ کا ذکر تہجد کی بحث میں کیا ہے۔
(حصن حصین مترجم ص۱۰۳)

⑪۔ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی لکھتے ہیں:

آں روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بو دغالباً بعدد یازدہ رکعات مع الوتر میرسد۔(فتاویٰ عزیزی ج۱ص۱۱۹مطبوعہ مجتبائی دہلی مترجم ص۴۵۱)

وہ (حضرت عائشہ کی روایت) نماز تہجد کے متعلق ہے، کیونکہ یہی نماز رمضان وغیرہ رمضان میں یکساں ہوتی تھی اور وتروں سمیت عموماً گیارہ رکعت ہوتی تھی۔

⑫۔ مسلم شریف ج۱ص۲۵۹ پر باب الترغیب فی قیام رمضان و هو التراویح، کے تحت حدیث عائشہ کو نقل نہیں کیا گیا، بلکہ اسے ایک الگ باب میں نقل کیا گیا ہے جس میں تہجد کے متعلق روایات ذکر کی گئی ہیں۔ملاحظہ ہو! ج۱ص۲۵۳۔

﴿﴾...... نواب صدیق حسن وھابی کے بقول مسلم شریف پر ابواب بندی خود امام مسلم نے کی ہے الحطہ ۶۱۔

اور یہی بات مبشر حسین لاہوری نے مترجم غنیۃ الطالبین ص۵۳۰ میں لکھی ہے۔
واضح ہوا کہ امام مسلم کا موقف بھی یہ ٹھہرا کہ حدیث عائشہ کا تعلق تراویح سے نہیں۔

⑬۔ امام ابن ماجہ نے بھی باب ماجاء فی قیام شهر رمضان (ص۹۵) یعنی تراویح کی بحث میں اس حدیث کو نقل نہیں کیا۔

⑭۔ امام قسطلانی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے اسے وتر (مع تہجد) پر محمول کیا ہے۔(ارشاد الساری ج۳ص۴۲۶)

⑮۔ حافظ ابن حجر نے گیارہ رکعت کی وضاحت ''تہجد اور وتر سے'' کی ہے۔

(فتح الباری ج۳ص۱۶)

جس سے انکا موقف واضح ہو جاتا ہے کو حدیث عائشہ میں تہجد اور وتر کا بیان ہے، تراویح کا نہیں۔

⑯۔ علامہ عبدالحی لکھنوی (جن کی حدیث دانی کو وھابیہ تسلیم کرتے ہیں) نے بھی اس حدیث کو تہجد پر محمول کیا۔(فتاویٰ ج۱ص۳۱۵)

زبیر علیزئی کا دھوکہ:

گو اپنے انگریز سے الاٹ شدہ دھرم کی خاطر دھوکہ دہی و فریب کاری تمام وہابیوں میں کارفرما ہے، لیکن زبیر علیزئی کو اسمیں خصوصی ملکہ حاصل ہے۔اس موقع پر بھی انہوں نے اپنے دھرم کی ناؤ کو بچانے کی خاطر ناقص سہارا دیتے ہوئے لکھا ہے:

''متقدمین میں سے کسی محدث یا فقیہ نے نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں ہے''(امین اوکاڑوی کا تعاقب ص۴۷)

①...... یہ زبیر کا سراسر دھوکہ، فریب اور تلبیس ہے۔کیونکہ جب متعدد محدثین اور فقہاء نے اسے تہجد کے باب میں نقل کر کے اسکا مفہوم واضح کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک اس روایت کا تعلق نماز تہجد کیساتھ ہے تو پھر یہ کہنا کہ یہ نہیں کہا کہ اسکا تعلق نماز تراویح کیساتھ نہیں نرا دجل ہے۔

②...... اور پھر اگر کوئی محدث یا فقیہ اسے تراویح کے متعلق مان کر یہ کہہ بھی دے کہ اسکا تعلق تہجد کیساتھ نہیں ہے تو اس سے وھابیوں کو کیا ملے گا کیونکہ ان کے نزدیک تو تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے بلکہ زبیر نے خود لکھا ہے:

تہجد تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں

(ایضاً ص73) گو زبیر کا یہ لکھنا بے دلیل ہے: لیکن اگر وہ اپنی بات میں سچا ہے تو کیا اوپر لکھی ہوئی عبارت میں اس نے یہ تسلیم نہیں کر لیا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نماز ہے؟...... ورنہ وہ یہ نہ لکھتا کہ کسی نے اس حدیث کے متعلق یہ نہیں کہا کہ اسکا تعلق تراویح سے نہیں"...... وہ یہ لکھتا کہ "اگر کسی محدث اور فقیہ نے اسے تہجد کے متعلق بھی لکھا ہے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں" جب وہ ایسا نہیں کر سکا تو واضح ہو گیا کہ وھابی مذہب وزبیری دھرم دھوکوں پر مبنی ہے۔

③...... زبیر کی مزید چالا کی بلکہ دھوکہ وفریب ملاحظہ ہو کہ چونکہ اس کے علم میں تھا کہ حدیث عائشہ کو متعدد محدثین اور فقہاء نے تہجد کے باب میں نقل کر کے اس کا مفہوم واضح کر دیا اور متاخرین نے اسکے تہجد کے بارے میں ہونے کی تصریح کی ہے...... تو اسکا "متقدمین" کی قید لگانا ویسے ہی جہالت وحماقت کا مظاہرہ ہے۔ کیونکہ خود وھابیہ بھی اپنے مواقف کے ثبوت میں ایسی قید کا اعتبار نہیں کرتے۔

④...... زبیر کے انداز میں ہم بھی بیانگ دہل یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی محدث اور فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ حدیث عائشہ کا تعلق نماز تہجد کیساتھ نہیں ہے۔ تو اسکا زبیر کے پاس کوئی جواب نہیں۔

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے؟:

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ حدیث مذکور کا تعلق تہجد کیساتھ ہی ہے، اور خود وہابی حضرات بھی جب حدیث عائشہ سے اپنا موقف ثابت کرنے میں بری طرح ناکام رہتے ہیں تو پھر بجائے اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنے کے وہ دین میں کتر بیونت اور خرد برد شروع کر دیتے ہیں، اور بغیر کسی قرآن وحدیث کی نص کے وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ، تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں، اور اس کرتب سے انکا محض یہی مقصد ہوتا ہے کہ تراویح آٹھ ثابت کرنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے جب دونوں نمازوں کو ایک کہہ دیا جائے گا تو پھر یہ آسانی پیدا ہوگی کہ تہجد کی روایات کو پڑھ پڑھ کر تراویح ثابت کر ڈالیں گے۔

جبکہ یہ کھیل کھیلتے ہوئے انہیں اتنا شعور نہیں رہتا کہ تہجد چھ، سات، نو، دس اور تیرہ رکعات تک منقول ہے۔ لیکن وھابیوں نے نفس پرستی کرتے ہوئے صرف آٹھ کو خاص کر لیا ہے کیا باقی روایات پر ان کا ایمان نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر وہ ان پر عمل کیوں نہیں کرتے؟۔

مخالفین کی فریب کاری:

اسے وہابیوں کی فریب کاری کہیں یا بے وقوفی، لاشعوری اور بے عقلی...... کہ انہوں نے نہ صرف تہجد اور تراویح کو ایک قرار دیا بلکہ تہجد، تراویح، وتر، اور قیام لیلۃ القدر کو بھی ایک ہی بنا ڈالا ہے...... ملاحظہ ہو!

① ...... داؤد اینڈ پارٹی نے لکھا ہے:

تہجد فی رمضان اور تراویح میں کوئی فرق نہیں ہے۔(دین الباطل ج ا ص ۵۱۹)

اس پارٹی کا موقف بھی عجیب وغریب ہے، کیونکہ ان کے نزدیک مطلقاً تہجد اور تراویح ایک نہیں...... بلکہ تہجد فی رمضان اور تراویح ایک ہے، جبکہ تہجد فی غیر رمضان اور تراویح میں فرق ہے۔یوں یہ موقف مضحکہ خیز بھی ہے۔

۲...... زبیر علیزئی نے لکھا ہے:

تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

(تعاقب ص ۴۳)

زبیر کی نظر سے قیام لیلۃ القدر، پوشیدہ رہا ہے ورنہ شاید وہ اسے بھی ساتھ ملا لیتا، یا ابھی وہ اس شعور سراپا فتور سے محروم ہے۔

۳...... صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے:

نماز تراویح اور تہجد (رات کی نماز)، دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۳۷۸)

۴...... عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

نماز تہجد اور تراویح ایک ہی ہے۔(فتاویٰ اہل حدیث ج ا ص ۶۲۹، ۶۳۹)

۵...... ناصر الدین البانی نے لکھا ہے:

رمضان میں اسکا نام تراویح اور غیر رمضان میں اسکا نام تہجد ہے۔

(نماز تراویح مترجم ص ۵۱)

۶...... اسماعیل سلفی نے لکھا ہے:

تراویح یا رمضان کا قیام یہ وہی نماز ہے جسکا ذکر پہلے تہجد کے نام سے ہوا۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ص ۹۸)

⑦...... مبشر ربانی نے لکھا ہے: قیام رمضان، قیام اللیل ،صلوٰۃ فی رمضان ،صلوٰۃ اللیل وغیرہ......اس نماز کو......تراویح کا نام دیا گیا ہے۔ (مقالات ص ۱۲۱)

اس مولوی صاحب سے اگر چہ قیام لیلۃ القدر اور وتر وغیرہ چھوٹ گیا ہے، یا ممکن ہے وہ وغیرہ کے جملہ کے تحت انہیں بھی شمار کرتے ہوں اور کسی مصلحت کی بناء پر ظاہر کرنے سے بچتے ہوں، لیکن ان کے صلوٰۃ فی رمضان کے جملہ سے تو یہی مترشح ہو رہا ہے کہ وہ رمضان میں پڑھی جانے والی ہر نماز کو تراویح کہتے ہیں، خواہ نماز پنجگانہ ہو یا نماز جمعہ وغیرہ۔

یہ تماشہ دوسرے وہابیوں نے نہیں دکھایا۔

⑧...... وہابیوں کے استاذ الاساتذہ عبداللہ غازیپوری چونکہ بڑے میاں تھے، اس لیے انہوں نے سب سے انوکھا کرتب دکھایا ہے، ان کے نزدیک صلوٰۃ اللیل، قیام لیلۃ القدر، صلوٰۃ التہجد ،صلوٰۃ التراویح اور قیام رمضان ایک ہی چیز ہیں۔

(رکعات التراویح ص ۷۹، ۸۳)

⑨...... ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے: قیام رمضان، قیام اللیل وتر اور تہجد یہ سب ایک ہی نماز کے مختلف اعتباری نام ہیں۔ (فتاوی برکاتیہ ص ۹۲)

اب جان لیجئے !...... وہابیوں کے تمام دعوے سراسر جھوٹ، دجل، فریب اور نری تلبیس ہے وہ اپنے دعوے پر کوئی صحیح ،صریح، مرفوع، غیر محتمل اور غیر معارض روایت پیش نہیں کر سکتے۔

مخالفین کی آپس میں ٹکریں:

تہجد، تراویح اور وتر کے الگ الگ نماز ہونے پر اپنی جگہ متعدد دلائل موجود ہیں، تاہم یہاں صرف اتنا دکھا دینا چاہتے ہیں کہ دریں مسئلہ بھی وھابی آپس میں متفق نہیں ہیں، دوسروں کو طعنہ دینے والے یہاں بھی باہم دست و گریباں ہیں، اور ان کے اپنوں نے ہی ان کے مؤقف کو رد کر کے ان کا ''منہ کالا'' کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

① ...... امام الوھابیہ نذیر حسین دھلوی کا عمل دیکھیئے! لکھا ہے لیالی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالت قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبد السلام (الحیاۃ بعد المحات ص ۱۳۸، اخبار اہلحدیث، ۱۴ فروری ۱۹۳۰ء، البشریٰ ص ۴۰ از مولوی عبد اللہ لاہوری)

② ...... سردارِ وھابیہ ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ ملاحظہ ہو!

نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے تراویح خاص رمضان میں ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۵۶)

③ ...... مزید لکھا ہے:

نماز تہجد کی تعریف میں یہ داخل ہے کہ بعد نیند اٹھ کر پڑھے اور تراویح میں یہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اول وقت جماعت تراویح دیکھ کر فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز اس نماز تراویح سے بہتر ہے۔ اس سے امکانی طور پر دو نمازوں کا ثبوت ہوتا ہے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۱۲، ۲۰ اپریل ۱۹۲۸ء)

﴿۴﴾...... ایک سوال وجواب ملاحظہ ہو!

سوال: جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: پڑھ سکتا ہے، تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔(۱۷شوال ۱۳۳۹ء) (فتاویٰ ثنائیہ ج۱ص۶۸۲)

﴿۵﴾...... مزید لکھا ہے:

اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے، پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔(ایضاج۱ص۶۵۴)

معلوم ہو گیا کہ تراویح اور تہجد الگ الگ دو نمازیں ہیں۔ دو الگ الگ چیزیں ہی ایک دوسری کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

﴿۶﴾...... عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

نماز وتر......الگ نماز ہے......(فتاویٰ اہلحدیث ج۱ص۶۳۹)

﴿۷﴾...... اسماعیل سلفی نے لکھا ہے:

وتر رات کی نماز ہے، آنحضرت ﷺ اسے عموماً تہجد کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں پڑھتے تھے۔(رسول اکرم ﷺ کی نماز ص۱۰۱)

﴿۸﴾...... عبداللہ غازیپوری نے تہجد، صلوٰۃ اللیل اور تراویح وغیرہ کو ایک قرار دیا، لیکن وتر کو ان میں شامل نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو(رکعات التراویح ۸۳)

بلکہ اسکا الگ ذکر کیا۔ (ص۱۰)

﴿۹﴾...... لطف کی بات یہ ہے کہ خود زبیری وہابیوں نے بھی وتر، تہجد اور تراویح کے

مسائل کو الگ الگ ذکر کر کے اپنے خلاف دھماکہ کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو! ماہنامہ اہلحدیث نمبر ۶ ۳ ص ۵۱۔ ۵۰۔

⑩...... وہابیوں کا معمول بھی یہی ہے کہ پہلے تراویح پڑھتے ہیں اور پھر وتر کا نام لیتے ہیں، جس سے ان دونوں نمازوں کا الگ الگ ہونا واضح ہے ورنہ وہ دونوں کیلئے ایک ہی نام استعمال کیا کریں!

مخالفین کی خردماغی:

وہابی مولوی جب رکعات کی تعداد گنواتے ہیں تو دیگر رکعات کیساتھ وتر کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں، مثلاً وہ لکھتے ہیں:

- ...... آٹھ رکعت تراویح اور وتر...... تراویح مع وتر......۔
(صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۴، ۳۸۰، از صادق سیالکوٹی)
- ...... آٹھ رکعتیں اور (تین) وتر...... (ھدیۃ المسلمین ص ۷۲ زبیر علیزئی)
- ...... وتر سمیت گیارہ رکعات...... (تحفہ رمضان ص ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۱۔ عبدالغفور اثری) ودیگر
- ...... ایسے ہی انہوں نے (بزعم خود) اپنے موقف پر احادیث پیش کرتے ہوئے ان کے تراجم میں دیگر رکعات کا الگ ذکر کیا اور اس کے بعد وتروں کا لفظ الگ بولا ہے۔
- ...... تراویح پڑھتے ہوئے بھی انکا یہی انداز ہوتا ہے کہ آٹھ تراویح اور وتر پڑھ رہے ہیں۔

اب صاحبانِ عقل و دانش اور اہلیانِ فکر و ہوش کو دعوت توجہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں

ہوا کہ ایک ہی وقت میں ہونے والے ایک کام کے دو نام استعمال کیے جاتے ہوں،

مثلاً:۔ وہابیوں کے موقف کے مطابق جب تراویح اور وتر، ایک ہی نماز کے دو نام ہیں تو پھر انہیں ایک وقت میں ایک نام ہی بولنا چاہیے، یا کہیں کہ گیارہ تراویح، یا گیارہ وتر، یا گیارہ رکعتیں تہجد ادا کر رہے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی آدمی یہ کہے کہ میں نے واٹر سمیت پانی پیا...... میں نے آب اور پانی پیا۔

یا

میں نے نماز اور ظہر پڑھی...... میں نے مغرب کے فرض اور تین رکعتیں پڑھیں...... زید نے نماز عشاء اور سترہ رکعتیں پڑھیں۔ میرے پاس آدمی اور زید آیا...... مینہ اور بارش برس رہی ہے...... میں نے کتاب اور بک book پڑھی...... میں نے نیند اور آرام کیا۔

لہٰذا ان کے اپنے انداز سے تراویح اور وتر کا الگ الگ ہونا واضح ہو گیا۔

مخالفین کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی:

تہجد اور تراویح کو ایک ثابت کرنے کیلئے ان حضرات نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھی بہتان تراشی سے عار محسوس نہیں کی۔

❁...... داود یہ پارٹی نے لکھا ہے: حضرت عائشہ تراویح اور قیام اللیل میں فرق کی قائل نہیں...... (تحفۂ حنفیہ ص ۳۳۱)

یہ حضرت سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا پر صریح بہتان ہے، آپ سے مروی کسی روایت میں تہجد اور تراویح کے ایک ہونے کا جملہ نہیں ہے۔

❁..... مزید لکھا ہے: حضرت عمر فاروق اور متعدد سلف صالحین ..... تراویح اور تہجد کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ (۳۳۲)

نرا بہتان اور سیاہ الزام ہے ..... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دوٹوک فرماتے ہیں: والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون

(بخاری ج اص ۲۶۹، مشکوٰۃ ص ۱۱۵)

یعنی وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو (یعنی تہجد) وہ اس سے افضل ہے جسے تم ادا کرتے ہو یعنی تراویح

یہاں واضح لفظوں میں دو نمازوں کا ذکر ہے ..... لیکن وہابیوں کے حصہ میں دجل و تلبیس کے سوا کیا ہے؟ اور ایسے ہی متعدد سلف صالحین، پر بھی جھوٹا قول منڈھا گیا ہے۔

مذکورہ پارٹی نے کہا ہے کہ تفصیل کیلئے دین الحق ج اص ۵۶۰ دیکھئے!

لیجئے! ..... ہم نے ان کے دین الباطل، کا مذکورہ صفحہ دیکھ لیا ہے اس پر ان کے چچیرے بھائی انور شاہ کشمیری دیوبندی کے اقوال کے سوا قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی کوئی صریح دلیل نہیں دی گئی، یہ انداز ان کی چارسوبیسی پر دلالت کرتا ہے۔

وہابیوں کا ایک جاہلانہ چیلنج:

ترنگ میں آ کر اہلسنت کو یہ جاہلانہ چیلنج بھی دیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ سے تہجد اور تراویح کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا قطعاً ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو! امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۴۷ از علیزئی، مقالات ربانیہ ص ۱۲۴ از مبشر ربانی نماز تراویح ص ۳۴ مترجم از صادق خلیل وغیرہ۔

اگر ثابت نہیں تو وہابیوں کو ایسی دلیل پیش کرنی چاہئے جسمیں دونوں کے الگ الگ ہونے کی نفی ہو۔ کیونکہ ان کے ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے۔

''جواز کے خلاف دعویٰ کرنے والا (یعنی نفی کرنے والا) مدعی اسکا فرض ہے کہ اسکا ثبوت شرع شریف سے دکھائے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج اص ۱۱۲)

۞...... اور بشیر الرحمٰن سلفی نے لکھا ہے: پھر قابل غور بات ہے کہ اگر نبی اکرم کا دعا کرنا نہیں لکھا، تو دعا نہ کرنے کی صراحت بھی تو نہیں، کوئی حدیث لائی جائے جس میں یہ وضاحت موجود ہو کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کیساتھ ملکر دعا نہیں کرتے تھے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ (الدعا ص ۳۲)

لہٰذا وہابیوں کو اپنے دعوے پر دلیل پیش کرنی چاہیے، اگر وہ سچے ہیں تو

۞...... شاید یہ کہیں کہ کسی حدیث میں ذکر نہیں تو گزارش ہے کہ زبیر علیزئی نے لکھا ہے: عدم ذکر نفی ذکر کو لازم نہیں (نور العینین ۵۴، ۷۱، ۸۳، ۲۰۸، ۲۴۴ ھدیۃ المسلمین ۱۱۰)...... لہٰذا ذکر نہ ہونے سے کام کا نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

نوٹ: یہی قانون متعدد حضرات نے ذکر کیا ہے۔

۞...... اگر وہابی کہیں کہ تہجد کا الگ پڑھنا ہمارے علم میں نہیں، تو مبشر ربانی نے لکھا ہے ''اور عدم علم عدم شئی کی دلیل نہیں ہوتا''۔ (مقالات ۱۲۸)

۞...... اگر وہابی اس قانون میں سچے ہیں تو ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:
کہ حضور کا رمضان میں وتر پڑھنے کا ذکر نہیں ملتا لہٰذا وہ رمضان میں وتر بھی چھوڑ دیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج اص ٦٥٦)

مخالفین کی عجیب مثالیں:

وہابی حضرات کو جب تہجد، تراویح، وتر وغیرہ کو ایک ثابت کرنے کیلئے قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں ملتی تو اپنی نارسائی اور لاعلمی کا رونا روتے ہوئے یہ مثالیں دینے لگتے ہیں۔

① ...... زبیر علیزئی نے لکھا ہے: وتر، تراویح، تہجد، قیام لیل، قیام رمضان ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں مثلاً دریائے اٹک، اباسین، سین، دریائے سندھ ایک ہی دریا کے مختلف نام ہیں، (تعاقب ۶۰)

② ...... عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے: تہجد اور تراویح ایک ہی ہے، مغایرت اسمی اس طرح کی ہے جیسے دریائے برھم، پتر، سانپو، مینگھنا یہ تینوں ایک دریا کے نام ہیں جو جھیل مانسرور کوہ ہمالیہ کی جانب شمال سے نکلتا ہے اس طرح اٹک، سندھ وغیرہ دریا ایک ہی ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۶۳۹)

اب ان جاہلوں کو کون سمجھائے کہ بات ایک چیز کے مختلف ناموں کی نہیں ہے۔ بلکہ ایک وقت میں کسی چیز کے ایک سے زائد نام استعمال کرنے کی ہے، جب احادیث مبارکہ اور خود تمہارے قول و فعل میں ایک وقت میں ماہ رمضان میں عشاء کے بعد پڑھی جانے والی نماز کے دو الگ الگ نام بولے جاتے ہیں تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

آج تک کسی آدمی سے نہیں سنا ہوگا کہ اس نے ایک دریا کی سیر کی ہو اور بتاتے وقت اس کے تمام نام بول دیئے ہوں، بلکہ وہ ایک نام ہی استعمال کرے گا مثلاً وہ

یہ نہیں کہے گا کہ میں نے دریائے سندھ اور دریائے اٹک سے پانی پیا، یا میں نے دریائے برہم اور دریائے سانپو کی سیر کی۔ بلکہ وہ ان کے مختلف ناموں میں سے کوئی ایک نام ہی بولے گا کہ میں فلاں دریائے کی طرف گیا، یا فلاں دریا کی سیر کی۔ تو جب ایک ہی وقت میں تراویح اور وتر کو الگ الگ بتایا گیا ہے، تو وہ دو نمازیں ہیں ایک نہیں۔

مخالفین کیلئے لمحہ فکریہ:

اگر وہابیوں کو تراویح اور تہجد کے ایک ہونے پر اصرار ہے تو

۞...... انہیں چاہیے کہ وہ چھ سات، نو اور تیرہ رکعات بھی پڑھا کریں

۞...... اور ہر وقت عشاء کے بعد نہیں بلکہ کسی موقع پر وہ رات کے آخری حصہ میں بھی پڑھ کر دکھائیں!

۞...... اور اگر انہیں تراویح اور وتر کے ایک ہونے پر تکرار ہے تو وہ اعلان کر دیں کہ اصل تراویح ایک رکعت ہے، باقی رکعات اضافی ہیں کوئی چاہے پڑھے یا نہ پڑھے، کیونکہ ابوالبرکات نے لکھا ہے:

''اصل وتر ایک رکعت ہے''۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۹۳)

؎ الجھا ہے پاؤں یار، کا زلفِ دراز میں

مخالفین کی انوکھی چالیں:

ویسے وہابیوں کا مختلف چیزوں کو ایک قرار دینا کوئی اچھنبے کی بات نہیں، ان کا یہ روزمرہ کا معمول ہے...... مثلاً:

۱۔ اگر وہ چاہیں تو تین طلاقوں کو ایک قرار دے دیتے ہیں۔ (عام کتب اور معمول)

۲۔ اسم اور کنیت کو بھی ایک کہہ دیتے ہیں۔ (تحقیقی جائزہ حصہ ۲ از صفدر عثمانی)

۳۔ وہابیوں کے شیخ الکل نذیر حسین دھلوی نے ہر ایک کو کھلی چھٹی دے دی ہے اگر جمعہ وعید جمع ہو جائیں تو چاہے جمعہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۵۱)

شاید وہ انہیں بھی ایک ہی سمجھتے ہوں۔

۴۔ جبکہ قاضی شوکانی نے تو بالکل جمعہ معاف قرار دیا ہے خواہ عید پڑھیں یا نہ۔

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۴۷، القول السدید ص ۸)

۵۔ وہابیوں کی دھلوی پارٹی نے چار آٹھ آنے کا گوشت تقسیم کرنا اور مرغ وانڈے کی قربانی کو درست قرار دیا ہے۔ (مقاصد ص ۵، فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۱۷۲)

شاید وہ ان چیزوں کو اور گائے، اونٹ اور بکری کو ایک چیز ہی سمجھتے ہوں۔

فائدہ: یہاں پر مختصر اور خصوصاً وھابی طبع کے مطابق گفتگو کی گئی ہے۔ تفصیل کیلئے کتاب التراویح اور دلائل المسائل از حضرت فقیہ اعظم محمد شریف محدث کوٹلوی اور آٹھ تراویح کے دلائل کا تحقیقی تجزیہ...... از مفتی محمد عبدالمجید خان سعیدی ملاحظہ فرمائیں...... اھل انصاف کیلئے تسلی بخش اور مطالعہ کی چیز ہے۔

ایک اور دلیل:

بعض وہابی دوسری دلیل کے طور پر حدیث ذیل کو پیش کرتے ہیں کہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ایک وتر پڑھتے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۴)

۱...... اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنے والے عروہ ہیں...... اور اسی

مسلم میں ہی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے درج ذیل تعداد بھی بیان کی ہے۔

﴿...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات پڑھتے جن میں ایک وتر ہوتا۔ (ج ا ص ۲۵۳)

گویا ایک وتر اور دوسری دس رکعات۔

﴿...... آپ تیرہ رکعات پڑھتے، جن میں ایک ہی سلام سے پانچ وتر ہوتے۔

(ج ا ص ۲۵۴)

اس میں پانچ وتر اور باقی آٹھ رکعات ہیں۔

لہٰذا وہابیوں کو ایک وتر اور دس تراویح یا پانچ وتر اور آٹھ تراویح پر بھی عمل کرنا چاہیئے۔

﴿۲﴾ ...... اس روایت میں ایک وتر کا ذکر ہے، جبکہ وھابی حضرات رمضان المبارک میں تین وتر اور آٹھ تراویح پڑھتے ہیں۔

ابوالبرکات نے لکھا ہے کہ: رمضان میں ۳ وتر سے کم نہ پڑھے جائیں (فتاوی برکاتیہ ۹۳)

اور داؤدیہ پارٹی نے لکھا ہے: ہم تین رکعت وتر کے ہرگز منکر نہیں رمضان المبارک میں کسی بھی اہلحدیث کی مسجد میں نماز تراویح پڑھ کر دیکھ لیں۔

(دین الباطل ج ا ص ۵۱۸)

معلوم ہوا کہ ایک وتر، کی روایات پر وھابیوں کا عمل نہیں ہے جب ان روایات پر وہ خود عمل نہیں کرتے تو اھل سنت کے خلاف ان کی غوغا آرائی کیوں؟

لمحہ فکریہ:

یہ لوگ سارا سال ایک وتر کی رٹ لگاتے ہیں جبکہ رمضان المبارک میں اہلسنّت کی دیکھا دیکھی تین وتر پہ اتر آتے ہیں ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ وہ کسی بھی صحیح، صریح،

مرفوع روایت سے اپنا عمل ثابت کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں تین وتر پڑھے ہوں اور باقی دنوں میں صرف ایک وتر ادا کیا ہو!۔

اعتراف حقیقت:

وہابیوں کا مذہب خودساختہ، منگھڑت اور جعلی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خود ان کے شیخ الکل فی الکل، مفتی اعظم ابوالبرکات احمد نے دوٹوک لکھا ہے:
رمضان میں ۳ اور غیر رمضان میں ایک یہ ثابت نہیں ہے۔ (فتاوی برکاتیہ ۸۲)
یہ وہابیوں کی چالاکی اور عوام الناس کیساتھ فریب کاری ہے کہ ان کا اپنا مذہب ثابت نہیں ہے لیکن وہ اہلسنّت کے خلاف واویلا کرتے رہتے ہیں۔

وہابیوں کی دوسری دلیل حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان المبارک میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے اگلی رات ہم مسجد میں جمع ہوئے اور یہ امید تھی کہ آپ ہمارے پاس آئیں گے ہم صبح تک مسجد میں رہے (لیکن آپ نہ آئے)۔

(ابن خزیمہ ج۲ص ۱۳۸، ابن حبان ج۴ص ۶۴)

اس روایت میں وہابیوں کی تحریف وتخریب:

چونکہ یہ روایت درست نہیں، اسلیئے اس حدیث کو پیش کرتے ہوئے وھابیوں نے عجب تحریف وتخریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔
داؤدیہ پارٹی (جسمیں یحیٰ گوندلوی، مبشر ربانی داؤد ارشد وغیرہ نمایاں ہیں)

نے اس حدیث میں ظالمانہ تحریف اور گمراہانہ تلبیس کی ہے.....لکھا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ ہم نے تین راتیں آٹھ رکعت نماز پڑھی، پھر جب چوتھی رات آئی تو ہم پھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکٹھے ہوئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے۔ (دین الباطل ج ۱ ص ۵۲۲)

ہمارا داؤد ارشد اور اس کے حواریوں کو کھلا چیلنج ہے کہ وہ اس روایت سے ''تین راتیں پھر جب چوتھی رات آئی'' کے الفاظ صراحۃً ثابت کرے وہ جس کتاب سے یہ الفاظ نکال دکھائیں ہم وہی کتاب انہیں بطور انعام دیں گے.....لیکن

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

داؤد ارشد حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر طعن کرتے ہوئے لکھتا ہے:

علماء بریلی خورد بین سے یہاں آمین کو آہستہ کہنے کی دلیل تلاش کر سکتے ہیں تو کریں راقم کو تو جوانی کے دور میں بھی بینائی ٹھیک ٹھاک ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آئی۔

(دین الباطل ج ۱ ص ۵۱)

ٹھیک یہی الفاظ ہم انہیں واپس کر رہے ہیں.....اور ساتھ یہ اضافہ بھی کہ (ص ۵۱) تک انکی نظر ٹھیک رہی اور دور جوانی بھی قائم رہا آخر کیا وجہ ہے کہ ۵۲۲ تک پہنچتے ہی ان کی نظر کیوں بہک گئی؟ کہ انہیں ایک کے دو نظر آنے لگے اور ان کے اعصاب پر بڑھاپا کیوں چھا گیا؟ کہ وہ حدیث پر قائم رہنے کی بجائے وھابیت کی تائید میں تحریف و تلبیس پر اتر آئے؟

معلوم ہوا کہ داؤد ارشد کی ''نظر'' حق و صداقت کو دیکھنے سے عاری ہے، کیونکہ

اس پر مرضِ وہابیت طاری ہے، جو اس کے حدیث میں متروک اور مردود ہونے کی دلیل بھاری ہے۔

دوسرا دھوکہ:

اسی حدیث میں مذکورہ پارٹی نے دوسرا دجل یہ کیا کہ حدیث کا عربی متن ادھورا لکھ کر "الحدیث" تو لکھا، لیکن جب ترجمہ کیا تو آخر میں "انتہٰی" لکھ مارا تا کہ اردو دان سمجھ جائیں کہ یہاں حضرت جابر کی روایت مکمل ہوگئی ہے، جبکہ وہ مکمل نہیں تھی۔

تیسرا دھوکہ:

اسی حدیث کے متعلق تیسرا دھوکہ اور اسمیں تحریف یوں کی کہ لکھا:

انی خشیت ان یکتب علیکم، اس جملہ کے آخر میں "الوتر" کے الفاظ تھے جنکا تعلق "ان یکتب" کیساتھ بطور نائب فاعل کے تھا۔

چونکہ یہ روایت صحاح کی روایت کے مخالف تھی اس لیے وھابیوں نے اسے ترک کرنے کی بجائے اسمیں کتر بیونت کا کرتب دکھادیا...... لاحول ولا قوۃ الا باللہ

زبیر علیزئی کا فریب:

یہ صاحب بھی اپنے مذہب کی تائید میں کتر بیونت، دھوکہ وفریب کاری سے پورا کام لیتے ہیں...... اور احادیث مبارکہ میں تحریف وخیانت سے بھی پرہیز نہیں کرتے، جو ان کے متروک الحدیث ہونے کیلئے کافی ہے۔ تفصیل تو کسی اور جگہ ہوگی سردست ملاحظہ ہو!...... زبیر نے حدیث مذکور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں جو نماز پڑھی تھی، آٹھ رکعتیں اور (تین) وتر

تھے۔(صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۳۸، صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۶۲، ۶۴، ہدیۃ المسلمین ۲۷)

ہمارا زبیر کو چیلنج ہے کہ محولہ کتب سے یہ ثابت کریں کہ تین راتیں رمضان المبارک میں جو نماز باجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی، ان کتب کے کونسے صفحات پر تصریح ہے کہ ''وہ آٹھ رکعتیں اور تین وتر تھے''۔

زبیر کا ''تین'' کے لفظ کو بریکٹ میں لکھ دینا بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ الفاظ اس حدیث میں نہیں ہیں اس کا اپنا کیا دھرا ہے اگر اس حدیث میں تین وتر کی صراحت ہے تو اس کی نقل کردہ پہلی روایت میں ایک وتر کی صراحت ہے ملاحظہ ہو! (ھدیۃ المسلمین ۲۷) جس پر وھابیوں کا عمل نہیں ہے تو یہ روایات آپسمیں متعارض ہوئیں لہٰذا انہیں دونوں کو خیر باد کہہ دینا چاہیے ......

ابوالبرکات کی تضاد بیانی:

مولوی ابوالبرکات نے لکھا ہے: وتر ایک، تین، پانچ اور اس سے بھی زیادہ ثابت ہیں مگر اس قسم کا فرق یعنی رمضان میں ۳ اور غیر رمضان میں ایک یہ ثابت نہیں ہے...... (فتاوی برکاتیہ ۸۲)

اس کے بعد ''گوہر افشانی'' فرماتے ہیں ''رمضان میں ۳ وتر سے کم نہ پڑھے جائیں'' (۹۳)

مطلب یہ ہے کہ غیر رمضان میں ۳ سے کم بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن رمضان میں صرف ۳ پڑھ سکتے ہیں جبکہ پہلے اسی فرق کی تردید کر رہے ہیں اور اب خود فرق کر ڈالا......

یہ وہابیہ کے شیخ الکل فی الکل اور مفتی اعظم کا حال ہے۔

مخالفین کی چالاکی:

یہ حدیث چونکہ احادیث صحیحہ کے خلاف اور اس کے راویوں پر شدید جرحیں موجود ہیں، اس لیے وھابی اس حدیث کو ادھورا نقل کر کے اپنی چالاکی کا اظہار کرتے ہیں، کیونکہ اگر پوری روایت نقل کر کے ترجمہ کر دیں تو دھوکہ ظاہر ہو جائے مثلاً:

① ۔ داؤدیہ پارٹی نے دین الباطل ج۱ ص ۵۲۲۔

②۔③ زبیر علیزئی نے تعاقب ص ۷۶ اور ھدیۃ المسلمین ص ۴۷۔

④ ۔ عبدالغفور اثری نے تحفۂ رمضان ص ۷۰۔

⑤ ۔ عطاء اللہ حنیف نے تعلیقات علی النسائی ج۱ ص ۱۹۱۔

⑥ ۔ صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۱۔

یہ روایت احادیث صحاح کے خلاف ہے:

اس حدیث کے احادیث صحاح کے خلاف ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ۔

① ...... اس روایت میں صرف ایک رات باجماعت نماز ادا کرنے کا ذکر ہے، جبکہ صحاح ستہ میں تین رات باجماعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو! بخاری ج۱ ص ۱۰۱، ۱۲۶، ۱۵۲، ۲۶۹، مسلم ج۱ ص ۲۵۹، ترمذی ج۱ ص ۹۹، ابو داؤد ج۱ ص ۱۹۵ نسائی مع تعلیقات ج۱ ص ۱۹۲، ابن ماجہ ص ۹۵ وغیرہ۔

اس حقیقت کا اعتراف خود وہابیوں کو ہے کہ تراویح کی جماعت صرف تین رات ہوئی ہے...... دیکھیے!

مقالات ربانیہ ص ۱۲۰،۱۴۴، رکعات التراویح ص ۷۹، فتاویٰ اہلحدیث ج اص ۶۴۷ ،صلوٰۃ الرسول ص ۳۷۸ تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص ۳۰۶۔

۲...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک رات کا ذکر کسی صحابی سے منقول نہیں ہے، سب نے تین رات باجماعت نماز کا تذکرہ کیا ہے......مثلاً:

حضرت عائشہ......(بخاری ج اص ۱۰۱)

حضرت ابوذر......(ترمذی ج اص ۹۹، ابوداؤد ج اص ۱۹۵)

حضرت نعمان بن بشیر......(نسائی مع تعلیقات ج اص ۱۹۲)

حضرت انس......(مسلم ج اص ۳۵۲)

حضرت زید بن ثابت......(مسلم ج اص ۲۶۶، بخاری ج اص ۱۰۱)

۳...... صحاح ستہ بلکہ اس کے علاوہ بھی کسی کتاب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ رکعات اور وتر باجماعت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

دور کیوں جائیں، خود مولوی عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے:

قال الحافظ لم ارفی شیء من طرقہ بیان عدد صلوتہ فی تلك اللیالی۔ (تعلیقات ج اص ۱۹۱)

حافظ ابن حجر نے کہا کہ میں نے (تین رات جماعت کرانے کی) روایت کے کسی بھی طریق میں تعداد کا بیان نہیں دیکھا۔

نوٹ: حافظ ابن حجر کی یہ عبارت فتح الباری ج ۳ ص ۱۶ پر موجود ہے۔

۞...... عبداللہ غازیپوری نے بھی یہ عبارت لکھی ہے ملاحظہ ہو! رکعات التراویح

۱۷۱۔

نوٹ: حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ کی ثقاہت ووسعت علم کے متعلق ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے: حافظ الدنیا ابن حجر رحمہ اللہ...... (احادیث ہدایہ ص ۱۸)

...... داؤدیہ پارٹی نے لکھا ہے: حافظ الدنیا علامہ ابن حجر......

(دین الباطل ج ۱ ص ۸۲، ۵۷۵)

...... انہوں نے جگہ جگہ ان کو بطور حجت پیش کیا ہے اور مقدمہ میں لکھا ہے کہ ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ (ایضاً ص ۴۷)

④...... احادیث صحاح ستہ میں ''وتر'' کا ذکر بھی نہیں ملتا۔

غازیپوری کی حدیث دانی:

مولوی عبداللہ غازیپوری، جسے عبدالرحمان مبارکپوری نے بھی استاذ الاساتذہ عمدۃ المحدثین جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے (رکعات التراویح ۵)...... کی حدیث دانی ملاحظہ ہو!...... لکھا ہے، حضرت عائشہ کی وہ حدیث جسمیں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ماہ رمضان کی راتوں میں تین یا چار رات جماعت کیساتھ نماز پڑھی تھی۔

(رکعات التراویح ص ۷۹)

جبکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ چار نہیں صرف تین دن نماز پڑھی تھی خود وھابیہ نے بھی مانا ہے

①۔ یحیٰی گوندلوی نے لکھا ہے: تین دن باقاعدہ جماعت کرائی تھی۔

(عقیدہ مسلم ص ۳۰۷)

②۔ مبشر ربانی نے لکھا ہے: احادیث صحیحہ میں تین راتوں کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے...... (مقالات ص ۱۴۴)

③۔ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ نے تین رات باجماعت پڑھا کر فرضیت کے خوف سے ترک کردی...... (فتاویٰ اہلحدیث ج ا ص ۶۶۶)

④۔ صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے: رسول خدا نے تین رات تراویح پڑھائی۔ (صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۳۷۸)

کیا یہ ایک ہی واقعہ ہے؟:

صحاح ستہ کے تین رات والے اور حدیث جابر میں بیان کیئے گئے ایک رات والے واقعہ کو وہابی حضرات ایک ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دینے کے باوجود جب اسے ایک ثابت نہیں کر سکتے (کیونکہ خود روایتوں کے الفاظ ہی ان کی تردید کر دیتے ہیں) تو پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول کا سہارا لیتے ہیں، لیکن اتنا شعور نہیں رکھتے کہ انہوں نے یہ بات فان کانت القصة واحدة کہہ کر کہی ہے کہ "اگر یہ قصہ ایک ہے" جب انہیں خود اس واقعہ کے ایک ہونے پر یقین نہیں، تو ہم کیسے یقین کر لیں!......

یہ روایت ضعیف ہے:

احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی بناء پر یہ حدیث ضعیف قرار پاتی ہے......
جبکہ اس کے راوی محمد بن حمید، یعقوب قمی اور عیسیٰ بن جاریہ پر شدید جرح بھی موجود ہے، جسکا اقرار وھابیوں کو بھی ہے، دیکھیئے

تعاقب ص ۷۶ از زبیر علیزئی

دین الباطل ج ۱ ص ۵۲۲ از داود ارشد

مقالات ربانیہ ص ۱۳۰ از مبشر ربانی

وہابی مولوی ان راویوں کو ثقہ ثابت نہ کرنے میں پورا زور لگاتے ہیں ان کی اس کوشش پر صفدر عثمانی نے یوں پانی پھیرا ہے کہ "محدثین کا اصول ہے کہ وہ مختلف فیہ شخصیت میں صحیح اور ثقہ رواۃ کی کامل صفات نہیں مانتے...... کیونکہ بعض کے ثقہ کہنے سے مسلمہ ثقہ نہیں بلکہ وہ متنازع ہی رہتا ہے اور متنازع فی التوثیق شخص کی روایت کو صحیح کہنا اصول کے خلاف ہے: (تحقیقی جائزہ حصہ دوم ۱۶)

نوٹ: بعض الوہابیہ کو جو یہ زعم ہے کہ یہ راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، وہ بھی غلط ہے کیونکہ ایک تو یہ راوی جمہور کے نزدیک ثقہ نہیں، دوسرے صفدر عثمانی نے لکھا ہے، "جمہور کوئی شرعی دلیل نہیں"۔ (احسن الاحادیث ص ۲۹)

اور مولوی عبداللہ روپڑی نے بھی لکھا ہے: "جمہور علماء کوئی دلیل نہیں"۔ (فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۲۶۴)

اعتراف:

بعض وہابیوں نے اسے تسلیم کرلیا ہے کہ یہ روایت ان کی بنیادی دلیل نہیں بلکہ تائیدی ہے ملاحظہ کیجئے! "تحقیق تراویح" از سلطان محمود وہابی

ایک دھوکہ:

اس روایت کی توثیق کیلئے وہابی یہ دھوکہ بھی دیتے ہیں کہ چونکہ یہ روایت ابن

خزیمہ وابن حبان میں آ گئی ہے، لہٰذا یہ صحیح ہے......اس دھوکہ کا خود وہابیوں نے ہی رد کر دیا ہے کہ "کسی عالم کا کسی روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنا اس کی صحت کی دلیل نہیں ہوتا" ملاحظہ ہو!

مقالات ربانیہ ص ۱۴۴ امبشر ربانی ونحوہٗ فی تحقیقی جائزہ ج ۲ ص ۵۴ صفدر عثمانی،

جھوٹ:

داؤد ارشد نے لکھا ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ (دین الباطل ج ۱ ص ۵۲۳)

یہ سراسر جھوٹ اور فریب ہے۔ کیونکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا خود حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی تردید کر رہی ہے۔

تیسری دلیل واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا یا رسول اللہ!۔ میرے گھر کی عورتوں نے رمضان کی رات مجھ سے کہا ہم قرآن نہیں جانتی ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گی۔ میں نے انہیں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے، آپ نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ یہ آپ کی رضامندی والی سنت بن گئی...... (مقالات ربانیہ ۱۳۴)

اس حدیث سے وہابیوں کا سلوک:

ملاحظہ فرمائیں!......وہابیوں نے اس حدیث سے کیسا ناروا سلوک کیا ہے۔

تحریف:

داؤدیہ پارٹی (یحیٰ گوندلوی، مبشر ربانی، داؤد ارشد اور عبدالشکور وغیرہ) نے اس حدیث میں تحریف وتغییر کا گھناؤنا ارتکاب کیا ہے......حدیث مذکور میں قلن انا لانقرء القرآن، کے بعد فنصلی خلفك، کا جملہ اڑا دیا ہے......دیکھیے!......

(دین الباطل ج ا ص ۵۲۳)

جہالت افروزی:

اس حدیث کے متعلق لکھا ہے جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے......

(اوکاڑوی کا تعاقب ص ۷۸)

جبکہ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ زبیر کا حدیث میں ضعیف ہونا واضح ہوا۔

یہ روایت ضعیف ہے:

زبیر علی زئی نے لکھا ہے:۔ اس حدیث کی سند وہی ہے جو کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے......(اکاڑوی کا تعاقب ۷۸)

جب اس کی سند وہی ہے تو وہ بھی مجروح اور یہ بھی مجروح، لہٰذا ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ اس کے تین راوی محمد بن حمید، عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب قمی مجروح ہیں۔

یہ واقعہ رمضان المبارک کا نہیں:

وہابی حضرات اس روایت کو بنیادی طور پر قیام اللیل اور مجمع الزوائد کے حوالے

سے نقل کرتے ہیں..... قیام اللیل ۱۵۵ پر اس روایت میں فی رمضان، کے لفظ ہیں، جبکہ مجمع الزوائد پر یعنی فی رمضان کے الفاظ ہیں..... جن سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ الفاظ اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں، بلکہ کسی دوسرے راوی نے اپنی طرف سے ملا دیئے ہیں اور وہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش آیا۔

جب ان کے نزدیک صحابی کی بات حجت نہیں (عرف الجادی وغیرہ) تو کسی دوسرے راوی کی بات کیسے سند بن گئی؟

❀..... اسی روایت کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے نقل کیا ہے اور اس میں نہ تو فی رمضان ہے اور نہ ہی یعنی فی رمضان کے لفظ ہیں (مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۵) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش ہی نہیں آیا تھا..... تو اس روایت پر بغلیں بجانا بے محل ٹھرا۔

عبدالرحمان مبارکپوری کا اعتراف:

مبارکپوری نے بھی مجمع الزوائد کے حوالے سے یعنی فی رمضان، کے الفاظ نقل کر کے بتا دیا ہے کہ اصل روایت میں رمضان المبارک کا ذکر نہیں ہے۔

(تحفۃ الاحوذی)

تحسین ہیثمی کی حقیقت:

اس روایت کے متعلق امام ہیثمی کا اسنادہٗ حسن کہنا بھی وھابیوں کیلئے بڑی فرحت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ لیکن انہیں اتنا شعور نہیں رہتا کہ جس روایت کی سند کو حسن کہا گیا ہے، اسمیں اصلاً رمضان المبارک کا ذکر نہیں ہے۔

❀..... اور ان کے سرغنہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے لکھا ہے، ہیثمی کے حسن کہنے سے

دل مطمئن نہیں ہوتا۔ (ابکار المنن ص ۷۵، ۱۹۹)

بتایئے!......جس آدمی پر وہابی مطمئن نہیں ہیں، انہیں پیش کیوں کرتے ہیں۔ فقط اس لیئے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے؟

فائدہ: مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۵ کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کیساتھ پیش ہی نہیں آیا تھا، بلکہ کسی اور آدمی کا واقعہ ہے۔

چوتھی دلیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حکم:

امر عمر بن الخطاب ابی ابن کعب و تمیماً الداری ان یقوما للناس باحدیٰ عشرۃ رکعۃ۔ (موطا امام مالک ص ۱۱۴)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔

جوابات: اس روایت کے متعدد جواب ہیں:

① ...... یہ روایت شاذ ہے......

② ...... اس روایت میں امام مالک علیہ الرحمۃ کو وہم ہوا ہے۔ کیونکہ گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا، کے لفظ صرف انہوں نے نقل کیئے ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اس روایت کو حضرت سائب بن یزید سے تین اشخاص مثلاً ...... ا۔ محمد بن یوسف، ۲۔ یزید بن خصیفہ اور ۳۔ حارث بن ابی ذباب نے روایت کیا ہے۔

محمد بن یوسف سے پانچ آدمیوں نے مثلاً: ا۔ امام مالک، ۲۔ عبدالعزیز بن محمد، ۳۔ محمد بن اسحاق، ۴۔ یحییٰ بن سعید اور ۵۔ داؤد بن قیس نے روایت کیا ہے

حضرت سائب کے دونوں شاگرد یزید بن خصیفہ اور حارث نے حضرت

سائب سے 11 کی بجائے 20 رکعات کا ذکر کیا ہے۔ گیارہ کا ذکر صرف محمد بن یوسف نے کیا ہے

❀...... بلکہ امام عبدالرزاق نے خود محمد بن یوسف سے بھی بیس رکعات کی روایت بیان کی ہے۔

❀...... علامہ ابن عبدالبر نے اس ۲۰ رکعت والی روایت کو صحیح قرار دیا اور گیارہ رکعت والی روایت کو امام مالک کا وہم کہا۔ (زرقانی شرح موطا)

❀...... اور آگے محمد بن یوسف کے چار شاگردوں میں سے صرف امام مالک نے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے 11 رکعات کا حکم دیا......

❀...... اور حضرت سائب کے شاگرد یزید بن خصیفہ سے ان کے تینوں شاگرد امام مالک، ابن ابی ذئب اور محمد بن جعفر بالاتفاق بیس رکعات روایت کرتے ہیں۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، موطا امام مالک ص ۹۲، فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۶، معرفۃ السنن ج ۱ ص ۴۱)

❀...... ان روایات کو امام سیوطی نے (الحاوی للفتاوی میں) اور ملا علی قاری و امام سبکی نے صحیح قرار دیا ملاحظہ ہو! آثار السنن ص ۱۵۵۔

❀...... حافظ ابن حجر نے امام مالک، یزید بن خصیفہ اور سائب بن یزید کی بیس رکعات کو فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۶ پر نقل کر کے اپنے نزدیک اس کے صحیح یا حسن ہونے کی تائید کر دی۔ لہٰذا ان روایات پر جرح مردود و باطل ہے۔

اس لئے وہابیوں کی پیش کردہ شاذ اور مضطرب روایت کے مقابلہ میں یزید بن خصیفہ کی بیس رکعت والی روایت کو ترجیح ہوگی، کیونکہ ان کے تینوں شاگرد اس پر متفق ہیں

جبکہ محمد بن یوسف کے شاگرد مختلف ہیں۔ تفصیلی حوالہ جات گذر چکے ہیں۔

③...... وہابیوں کی پیش کردہ روایت میں رمضان المبارک کا بھی ذکر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبیر علیزئی ودیگر وھابیوں کو بریکٹ میں ''رمضان میں رات کے وقت'' کا جملہ لکھنا پڑا...... جبکہ ہماری پیش کردہ روایات میں اکثر کے اندر رمضان کی صراحت موجود ہے۔

④...... اس روایت میں وتر کا بھی ذکر نہیں، لہٰذا گیارہ رکعات میں وھابیوں کو کو وتروں کا نام ترک کردینا چاہیئے۔

⑤...... اس روایت کو امام مالک نے ذکر کیا لیکن اس پر اپنے مؤقف کی بنیاد نہ رکھی...... وہ گیارہ رکعات کے قائل نہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ خود ان کے نزدیک بھی یہ روایت درست نہ تھی......

⑥...... اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ثابت ہے تو آج تک مکہ ومدینہ میں اس پر عمل نہیں ہوا۔ ان کے علاوہ کسی اسلامی ریاست میں یہ طریقہ مروج نہیں ہوسکا اور آج بھی مکہ ومدینہ میں بیس (رکعت تراویح) پڑھتے ہیں۔ جس کی تفصیل عطیہ سالم (سعودی عالم) نے اپنی کتاب التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبوی میں درج کرکے بتادیا ہے کہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ کے دوران کبھی ایک بار بھی مسجد نبوی میں آٹھ تراویح نہیں پڑھی گئی۔

لہٰذا آٹھ رکعت والی روایت کو امت مسلمہ کا ''تلقی بالرد'' حاصل ہے۔ یعنی امت نے اسے بالاتفاق رد کردیا ہے (یہ زبیر کے لفظوں میں جواب ہے)

⑦...... اسی روایت کو درج کرنے کے بعد خود حضرت امام مالک نے دو اثر بیس

رکعات کے متعلق نقل کر کے اس روایت کی حقیقت بتا دی ہے کہ پہلی روایت پر انہیں اعتماد نہیں ہے۔

⑧...... اس روایت کو امام شافعی نے بھی نقل کیا، لیکن آٹھ کے بجائے بیس تراویح کو اپنا مذہب بنایا۔ ملاحظہ ہو! ترمذی ج ا ص ۹۹، میزان الکبری ج ا ص ۱۲۳ وغیرہ۔

چند دھوکے:

نمبر وار چند دھوکوں کے جوابات ملاحظہ ہوں!

①۔ قولہ: ''یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے''

اقول: اگر اس قانون سے حدیث صحیح ہو جاتی ہے تو بیس رکعات والی روایات اس سے کہیں زیادہ کتب میں موجود ہیں، پھر ان پر چیں بجبیں کیوں ہوتے ہیں؟، اور نورانیت اور اوّلیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات بھی بہت سی کتب میں ہیں، ان سے انکار کیوں؟

②۔ قولہ: ''اس کے تمام راوی زبردست قسم کے ثقہ ہیں''

اقول: راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا اضطراب اور شاذ ہونا ختم نہیں ہوتا...... اسی طرح کسی ثقہ راوی کا وہم بھی دور نہیں ہوتا...... ابراہیم سیالکوٹی نے کہا ہے'' وہم بعض وقت بڑے لوگوں کو بھی لگ جاتا ہے'' (اخبار اہلحدیث ۳۰ نومبر ۱۹۲۳)

③۔ قولہ: ''اس سند کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ہے''

سند کی صحت متن کی صحت کو لازم نہیں ہے۔ زبیر نے خود لکھا ہے: حدیث اگر صحیح بھی ہوتی تو منسوخ ہے (نور العینین ص ۱۲۷) لہٰذا یہ اگر سنداً صحیح بھی ہوتی تو مضطرب اور پر از وہم ہے۔

④۔ قولہ: شاہ ولی اللہ الدھلوی نے اہل حدیث سے نقل کیا ہے کہ موطا کی

تمام احادیث صحیح ہیں" (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۴ اردو)

اگر وہابی اسے مانتے ہیں تو پھر بیس رکعت والی دونوں روایتیں بھی اسی مؤطا میں ہیں، لہٰذا انہیں بھی مانیں اور ایک گیارہ رکعت والی روایت پر بیس اور آٹھ سے زیادہ رکعت والی دو روایتوں کو ترجیح ہونی چاہیے۔ جبکہ ہم ثابت بھی کر چکے ہیں کہ گیارہ رکعت والی روایت میں وہم ہے۔

۵۔ قولہ: "جناب طحاوی حنفی نے "فھذا یدل" کہہ کہ یہ اثر بطور حجت پیش کیا ہے (معانی الآثار ص ۱۹۳)

اقول: امام طحاوی کی تقلید وھابیوں نے کب سے شروع کر لی ہے؟ کیا وہابی امام طحاوی کی ہر مستدل روایت کو مانتے ہیں؟

۶۔ قولہ: "ضیاء المقدسی نے المختارہ میں یہ اثر لا کر اسکا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے" اسکا جواب مبشر ربانی نے لکھا ہے کہ "اتنے کج فہم اور عقل سے پیدل ہیں کہ انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کسی عالم کا کسی روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنا اس کی صحت کی دلیل نہیں ہوتا" (مقالات ربانیہ ۱۴۴)

۷۔ قولہ: امام ترمذی نے اس جیسی اس سند کے بارے میں کہا، حسن صحیح (ح926)

اقول: اسے تو نہیں کہا نا!...... اس جیسی سند کی روایت اگر متنا بھی صحیح ہو تو پھر کیا اعتراض ہے؟ اور وہابیوں کو امام ترمذی کا حسن صحیح کب قبول ہے، کتنی ہی ایسی روایات ہیں جنہیں ترمذی نے یہی ڈگری دی مگر وہابیوں نے قبول نہیں کیا ترک رفع یدین کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن نہیں کہا؟ ...... جس پر داویہ پارٹی نے لکھا ہے:۔

''رہی امام ترمذی کی تحسین تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ تحسین کرنے میں متساہل واقعہ ہوئے ہیں (دین الباطل ج ا ص ۳۷۷)

⑧۔قولہ: اس روایت کو متقدین میں سے کسی ایک محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

اقول: اس جملے سے اتنا تو مان لیا کہ متاخرین نے ضعیف کہا ہے، جبکہ ابن عبد البر نے اسے امام مالک کا وہم قرار دیا ہے اور اگر متقدین کی جرح منقول نہیں تو کیا ہوا! خود زبیر نے لکھا ہے: عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں (نور العنین ص ۵۴، ۷۱ وغیرہ)

⑨۔قولہ ''علامہ باجی علیہ الرحمہ نے اس اثر کو تسلیم کیا ہے''

اقول: لیکن انہوں نے یہ بھی تو فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بعد میں تیئس رکعات (۲۰ تراویح اور تین وتر) کا حکم فرمایا تھا ...... (حاشیہ مؤطا ۹۸)

اب کیا وجہ ہے کہ وہابی، علامہ باجی علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت کو تسلیم نہ کر کے ''میٹھا ہپ اور کڑوا تھو'' کے مصداق کیوں ہیں۔

⑩۔قولہ: علامہ نیموی نے کہا ہے واسنادہ صحیح (آثار السنن ۲۵۰) (ملخصا)

اقول: انہوں نے سند کو صحیح کہا ہے نہ کہ حدیث کو...... کیوں کہ سند کی صحت سے متن کی صحت لازم نہیں

اور علامہ نیموی نے اس روایت کے جو متعدد جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔ وہابی ان کو قبول نہیں کرتے؟...... انہوں نے علامہ قسطلانی، امام بیہقی، امام سیوطی اور علامہ شعرانی علیھم الرحمۃ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ (اگر اسے صحیح مان لیں تو دوسری روایات کے پیش نظر اسکا جواب یہ ہے کہ) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس پر فیصلہ وعمل ہوا وہ بیس رکعت تراویح ہے (ملخصا) (آثار السنن ص ۲۵۰)

لہٰذا وہابی متعصبین کا اس روایت کو مضطرب اور شاذ نہ ماننا باطل اور بے بنیاد ہے۔

نوٹ: یہ زبیر علی زئی کے دس دھوکوں اور فریب کاریوں کا نمبر وار جواب ہے، ملاحظہ ہو! (تعاقب ۷۹)

کھلا چیلنج:

اپنے اکابر کی روش اپناتے ہوئے مذکورہ پارٹی نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ: امام مالک کے دو ثقہ متابع موجود ہیں...... (دین الباطل ج ا ص ۵۲۵)

یہ سراسر غلط اور دھوکہ و فریب ہے...... یہی فریب مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۴ میں اور ابراہیم سیالکوٹی نے انارۃ المصابیح ص میں بولا......اور حضرت فقیہ اعظم علامہ محمد شریف محدث کوٹلوی سیالکوٹی علیہ الرحمہ نے اسکا محاسبہ کیا جسکے جواب میں وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور آج تک کوئی جواب نہ دے سکے ملاحظہ ہو! دلائل المسائل

ایسے ہی اگر مذکورہ پارٹی میں جرأت اور ہمت ہے تو وہ ان دو ثقہ متابع کی دونوں روایات پیش کرے جس میں امر عمر، کے الفاظ موجود ہوں......ورنہ یہ مکاری بند کرے۔

حدیث دانی:

داؤد ارشد اینڈ پارٹی نے لکھا ہے:

محمد بن یوسف سے اکیس رکعت روایت کرنے والے داؤد بن قیس ہیں۔

(دین الباطل ج ا ص ۵۲۵)

حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ محمد بن یوسف سے صرف داؤد بن قیس کی ہی

روایت نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی روایت کرنے والے ہیں، ملاحظہ ہو!

❁...... امام عینی علیہ الرحمۃ نے بھی نقل کیا ہے:

روی عبدالرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۷)

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس اور دوسرے راویوں سے محمد بن یوسف کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

❁...... امام ابن عبدالبر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

راوی غیر مالک فی ھذا الحدیث احدیٰ وعشرون وھو الصحیح ولا اعلم احداً قال فیه احدیٰ عشرۃ الامالکا......

(زرقانی شرح موطا، حاشیۂ موطا امام مالک ۹۸)

اس حدیث کو امام مالک کے علاوہ راویوں نے بھی اکیس رکعات کے الفاظ سے روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے، اور میں نہیں جانتا کہ امام مالک کے علاوہ دوسرے راویوں میں کسی ایک نے بھی گیارہ رکعات ذکر کی ہوں۔

شاطرانہ چال:

داؤدیہ پارٹی نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر یہ اتہام بازی کی ہے کہ ان کی کوئی روایت معتبر نہیں، غلط محض ہے...... جرح جو کہ بلا دلیل ہے......

(دین الباطل ج ۱ ص ۵۲۴، ۵۲۵)

یہ مذکورہ پارٹی کی شاطرانہ چال ہے، کیونکہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے محمد بن

یوسف کو مطلق نا قابلِ حجت قرار نہیں دیا، بلکہ مسئلہ تراویح کے متعلق ان کے اضطراب کو مدلل بیان فرما کر لکھا ہے...... جسکا مقصد یہ ہے کہ دریں مسئلہ ان کی روایات چونکہ مضطرب ہیں، لہٰذا حجت نہیں...... لیکن وھابیوں کے پاس عقل سلیم ہو تو کچھ غور کریں۔

۱۱۔ قولہ: ''یہ فاروقی حکم بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے! جبکہ مرفوع احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں''

اقول: یہ بھی سراسر جھوٹ اور دھوکہ ہے...... کیونکہ فاروقی حکم ثابت نہیں اور کوئی مرفوع روایت، اس کی تائید نہیں کرتی...... کما مر تفصیلا۔

عبدالغفور اثری کی بے لگامی:

وہابیوں کے منہ زور اور منہ پھٹ عبدالغفور اثری نے لکھا ہے بعض بدعت پسند مولوی صاحبان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے ابی بن کعب اور تمیم داری دونوں کو مل کر گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا تو دونوں قاریوں نے نماز تراویح کی رکعات آپس میں تقسیم کر لی تھیں۔ سو یہ بات بالکل غلط اور قلت مطالعہ پر مبنی ہے۔

(تحفۂ رمضان ۷۲)

اس وہابی کی ''بدعت پسند'' کے جملے سے اگر یہ مراد ہے کہ بیس تراویح کا مؤقف رکھنے والے، بدعت پسند ہیں تو یہ سراسر بکواس، نرا دشنام اور امت مسلمہ کو بدعت پسند ثابت کہنے کا ناپاک منصوبہ ہے، ایسی قبیح حرکت کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ اور اگر ان کی مراد اہلسنت کے موجود افراد ہیں، جنہیں وہ بریلوی کہہ کر پکارتے ہیں۔ تو بھی قلت تدبر، عقل کی کمی اور فہم کی نارسائی کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ بات آج نہیں

کہی گئی بلکہ حاشیہ موطا امام مالک ۹۸ اور آثار السنن ص پر موجود ہے

پانچویں دلیل:

سعید بن منصور از عبد العزیز بن محمد از محمد بن یوسف جناب سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے (سنن سعید بن منصور)

جوابات: ①۔ امام بیہقی نے سنن کبری ج ۱ص ۴۹۶ پر اور معرفۃ السنن ص پر حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت نقل کی ہیں اور اس روایت کی سند کو علامہ سبکی اور ملا علی قاری نے صحیح کہا (آثار السنن ۲۵۵)

②۔ اور امام سیوطی نے لکھا ہے...... و فی سنن البیھقی وغیرہ باسناد صحیح عن السائب بن یزید الصحابی قال کانوایقومون عل عھد عمر بن الخطاب فی شھر امضان بعشرین رکعۃ فانہ اولی بالاسناد و اقوی فی الاحتجاج ......

(الحاوی للفتاوی ج۱ص ۳۴۸)

سنن کبری بیہقی اور دیگر کتب حدیث میں صحیح سندوں کیساتھ تو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا وہ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان کو بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔

✿...... اور جب وہابیوں کی پیش کردہ روایت کی سند پر کلام ہے تو صحیح کیسے رہی مثلاً عبد العزیز بن محمد کو سئی الحفظ، قوی نہیں، غلطی کرتا ہے، کثیر الوہم ہے، کچھ بھی نہیں، قابل احتجاج نہیں کہہ کر شدید جرح کی گئی تھی، تہذیب التہذیب ج۶ص ۳۱۶، میزان

الاعتدال ج ۲ ص ۳۳۳۔

۳۔ امام عینی علیہ الرحمۃ نے بھی ابن ابی زباب کی سند سے حضرت سائب بن یزید سے بیس رکعت کی روایت نقل کی ہے۔

۴۔ مزید لکھا ہے کہ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس اور دوسرے راویوں سے محمد بن یوسف سے حضرت سائب کی اکیس رکعت کی روایت نقل کی ہے۔

۵۔ امام ابن عبدالبر نے بیس رکعت کی روایت کو صحیح اور دوسری کو وہم والی قرار دیا ہے۔ (حاشیہ موطا امام مالک ۹۸ زرقانی شرح موطا، الحاوی للفتاوی ص ۳۵۰)

۶۔ جمہور بیس رکعات کے قائل ہیں۔ انہوں نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔

سطور ذیل میں وھابیوں کے دھوکے اور ان کا رد پیش خدمت ہے:۔

مزید کچھ دھوکے:

۱۔ قولہ "اس روایت کے تمام روای جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں"۔

اقول: وہابیوں کے نزدیک جمہور کی کوئی حیثیت نہیں (کمامر) اور اگر جمہور کا زیادہ ہی خیال ہے تو وہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو! رسالہ تراویح از غلام رسول قلعوی، فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۶۶۴ از عبداللہ روپڑی۔

اور طلاق ثلاثہ کو تین قرار دیتے ہیں (نووی بر مسلم ج ۱ ص ۴۷۸)

لہٰذا یہاں بھی وھابیوں کو جمہور کی حمایت کرنی چاہیے

۲۔ قولہ: جناب سیوطی نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے یہ مصنف سعید بن منصور میں بہت صحیح سند کے ساتھ ہے"۔

اقول: کتاب کا اصل نا مصنف سعید بن منصور ہے؟...... یا سنن سعید بن منصور ا

دوسرے: یہ جملہ امام سیوطی کا ہر گز نہیں ہے یہ زبیر علی زئی اور مبشر ربانی کا امام سیوطی پر جھوٹ ہے اس کے برعکس حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس رکعات والی روایت کو "باسناد صحیح هذا اولی اور اقوی" کہہ کر تین بار سخت توثیق وتائید کی ہے۔ لیکن اگر امام سیوطی نے بھی کہا ہو تو کیا وہابی انکے مقلد ہیں کہ وہ جو کہیں یہ مان لیں گے۔

مبشر اور زبیر کا کمال:

مبشر ربانی نے جوش میں آ کر ہوش کھو دیئے اور مقولہ مذکورہ میں "بسند" کا جملہ نگل لیا ہے۔ ملاحظہ ہو! (مقالات ربانیہ ۱۴۴)

اور زبیر علی زئی امام سیوطی کی کتاب الحاوی للفتاوی کا نام الحاوی فی الفتاوی لکھا ہے دیکھئے! (هدیۃ المسلمین ص ۷۳)

یہ ہیں وہابیوں کے مرکزی محقق جن پر انھیں بڑا ناز ہے۔

❁...... یہ بھی گزر چکا ہے کہ سند کی صحت سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

۴۔ قولہ: ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) پر صحابہ اکرام کا اجماع ہے،

اقول: گیارہ رکعات پر اجماع ثابت نہیں ہوا بلکہ بیس تراویح پر اجماع ثابت ہو چکا ہے۔

❁...... امام سیوطی نے بسند صحیح صحابہ وتابعین سے اسی کو ذکر کیا۔

(الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۴۸، ۳۵۰)

❁...... ما ثبت بالسنہ ص پر شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے یہی نقل کیا۔

٭...... امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری ج ۳ ص ۴۲۷ ، بدایۃ المجتہد ص ۱۷۹۔

٭...... امام بیہقی نے سنن کبری ص اور شاہ عبدالعزیز نے فتاوی عزیزی ص ۴۵۳، مترجم علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۴۲۲، امام عینی نے عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۹۸، امام شعرانی نے کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۴۷، اور الاذکار للنووی ص ۸۳، ترمذی ج ۱ ص ۹۹، المغنی ج ۱ ص ۸۰۳، میزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۳، اسی طرح تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۷۸، حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۸، المجموع شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲، مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴، اور رحمۃ الامہ ص ۲۳ پر بھی موجود ہے۔

ایسے ہی وہابیوں نے فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۶۶۴ پر جمہور کا عمل۔

رسالہ تراویح از غلام رسول قلعوی نے تمام اہل اسلام کا عمل (اجماع)، اور نواب صدیق حسن نے عون الباری ج ۴ ص ۳۰۷۔

ابن تیمیہ نے فتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۶ قدیم ج ۲۳۹۱۲ جدید پر لکھا ہے۔

معلوم ہوا کہ وہابیوں کا گیارہ پر اجماع واتفاق کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

٭...... آٹھ یا گیارہ پر اجماع کا دعویٰ مسلمہ اکابرین، میں سے کسی نے نہیں کیا۔

چھٹی دلیل:

ابن ابی شیبہ از ابوعبداللہ یونس۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر جمع کیا وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲)

زبیر علیزئی نے لکھا ہے:۔ اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے سارے راوی صحیح بخاری وصحیح مسلم کے ہیں اور بالاجماع ثقہ ہیں۔ (تعاقب ۸۱)

جوابات:

①۔ سند صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

②۔ جمہور اہل اسلام نے بیس رکعت کو ترجیح دی ہے۔

زبیر علیزئی کی عادت ثانیہ بن گئی ہے کہ جمہور یہ کہتے ہیں.....لہٰذا وہ جمھور کی طرف کیوں نہیں آتا۔

③۔ یہ گیارہ رمضان میں پڑھی جاتیں یا دیگر مہینوں میں اسکی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

④۔ اس پر وہابیوں کا بھی عمل نہیں وہ ایک ہی قاری سے گیارہ رکعات پڑھتے ہیں، جبکہ یہاں دو قاریوں کا تذکرہ ہے۔

⑤۔ اس روایت میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا گیارہ رکعت ذکر کرنا تفرد اور وہم ہے.....حضرت سائب کے دوسرے شاگرد یہ روایت نہیں کرتے۔ تفصیل گذر چکی ہے۔

⑥۔ ان آخری تینوں دلیلوں میں وہم اور تفرد کا یہ وصف مشترک ہے۔

⑦۔ اسکے راوی ابوعبداللہ یونس کا ترجمہ پیش کریں، تو آپ بتائیں کہ اسکی حالت کیا ہے۔

⑧۔ ابن تیمیہ نے اکثر علماء کی رائے یہی نقل کی ہے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بیس

رکعت تراویح اور تین وتر پڑھانے پر جمع کیا تھا اور لکھا ہے کہ کوئی منکر بھی اسکا انکار نہیں کرتا۔ (فتاوٰی ج ا ص ۱۷۶) اب وہابی بتائیں کہ وہ کہاں ہیں؟

اعمال واقوال صحابہ وھابیوں کے نزدیک محبت نہیں:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے متعلق ان آخری تینوں دلائل کو وہابی حضرات پیش کر کے انہیں صحیح ثابت کرنے میں بڑا زور صرف کرتے ہیں جبکہ انہیں اتنا شعور نہیں کہ ان کے مذہب میں صحابہ کرام کا حکم ہو، قول یا فعل ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں، اگرچہ وہ صحیح سند کیساتھ ہی مروی کیوں نہ ہوں ملاحظہ ہو! ۔دلیل الطالب ص ۶۱۷، بدور الاھلہ ص ۱۳۹، الروضۃ الندیہ ج ا ص ۲۵۴، ۷۷، ج ۲ ص ۳۹، التاج المکلل ص ۲۹۶، از نواب صدیق، عرف الجادی ص ۶۱، ۶۴، ۳۸، ۸۰، ۱۰۱، فتاوٰی ستاریہ ج ۲ ص ۶۶ (کراچی) فتاوٰی نذیریہ ج ا ص ۳۴۰، تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۴۴، مسئلہ رفع یدین ص ۱۴، عبدالمنان نور پوری)

وہابیوں کے نزدیک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام:

وہابیوں کے ہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک

(۱)۔ انہوں نے کئی موٹے موٹے مسائل میں غلطی کی ہے (طریق محمدی ص ۵۵، ۵۴)

(۲)۔ وہابیوں نے لکھا ہے ہم فاروق تو نہیں محمدی ہیں ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا، (فتاوٰی ثنائیہ ج ۲ ص ۲۵۲)

لہٰذا جب ان کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں تو وہ ان کا عمل پیش کر کے اپنے "محمدی" نہ ہونے پر مہر تصدیق کیوں لگاتے ہیں۔

﴿۳﴾۔ وہابیوں کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناکام تجربے کیئے ہیں۔

(تین طلاقیں ۸۰ از خواجہ قاسم)

﴿۴﴾۔ ثناء اللہ امرتسری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں مانا (ثنائیہ ج ۲ ص ۲۲۳)

﴿۵﴾۔ وحید الزماں حیدر آبادی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو حدیث کے خلاف بتلایا ہے اور لکھا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کا کچھ خیال نہ رکھو۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۱۹۵)

﴿۶﴾۔ ان کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہوتا ہے۔ (آپریشن ص ۴۱ بشیر احمد حسیم رحیم یار خاں)

﴿۷﴾۔ ناصر الدین البانی اور صادق خلیل کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے صراحتاً صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ (نماز تراویح ص ۲۷ مترجم)

بتایئے!...... وہابی کس منہ سے عمل فاروقی کو پیش کرتے ہیں جو ان کے اپنے نزدیک بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا،

وھابیوں کے دلائل غیر معتبر کتب سے ہیں:

وہابیوں کی پیش کی گئیں تین دلیلیں بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ طبرانی وغیرہ کے حوالے سے ہیں ملاحظہ ہو! دین الباطل ج ۱ ص ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، مقالات ربانیہ ص ۱۲۵، ۱۳۳، ۱۳۴، تعاقب از زبیر علیزئی ص ۷۹، ۸۱ وغیرہ۔

اور خواجہ قاسم نے لکھا ہے: مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، کتب بیہقی، طحاوی، طبرانی وغیرہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف، معروف، غریب، شاذ، منکر، خطا،

صداب، ثابت اور مقلوب سب کچھ شامل ہے ان غیر معتبر کتابوں سے جو آثار و اقوال نقل کیئے گئے ہیں میں نے عموماً انہیں نظر انداز کر دیا ہے (حدیث اور غیر اہلحدیث ۱۸)

لہٰذا وہابیوں کے یہ پیش کردہ دلائل نظر انداز کر دیئے جائیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ کتابیں غیر معتبر ہیں۔

زبیر اور مبشر کی عجب خوش فہمی:

ان دونوں نے لکھا ہے: ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ نے کیا خوب فرمایا...... صحیح بات یہی ہے کہ ۱۱ رکعات پڑھی جائیں جو کہ نبی ﷺ کی نماز اور قیام ہے اس کے علاوہ جو اعداد ہیں ان کی کوئی اصل نہیں، (عارضۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۹)......

(تعاقب ص ۸۳، مقالات ص ۱۳۵)

یہ مبشر ربانی اور زبیر علیزئی کی بے محل خوش فہمی ہے جو کہ در حقیقت غلط فہمی ہے، کیونکہ ابن عربی علیہ الرحمۃ کی بات بے دلیل ہے۔ لہٰذا اس پر بغلیں بجانے سے کیا حاصل ہوگا...... بلکہ غلام رسول قلعوی غیر مقلد کے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ:

حضرات صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی کثیر جماعت کا عمل جو دور فاروقی سے لے کر آج تک مشرق و مغرب میں جاری و ساری ہے وہ تیئس رکعت ہے۔ بخلاف ان غالی وھابیوں کے کہ یہ اسے بدعت اور مخالف سنت کہتے ہیں...... جبکہ ان کے پاس اپنے عمل پر کوئی صحیح، صریح، مرفوع روایت نہیں ہے۔

کیا خوب جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

ماہِ رمضان الوداع

از: عشرت گودھروی

الوداع ، الوداع ، الوداع ہے
ماہ رمضان بس الوداع ہے

دن تیرے آنے سے معتبر تھے
نور میں ڈوبے شام وسحر تھے
تیرے جانے سے دل رو رہا ہے
ماہ رمضان بس الوداع ہے

سحری، افطاری، قرأت، تراویح
اور اذان و نماز وتسبیح
یہ ساماں نوری تجھ سے ملا ہے
ماہ رمضان بس الوداع ہے

رحمتوں کا تو پیغام لایا
برکتوں کا تو انعام لایا
رتبہ اعلیٰ و افضل تیرا ہے
ماہ رمضان بس الوداع ہے

جام رحمت کے تو نے پلائے
گل مرادوں کے تو نے کھلائے

تو جدا ہم سے اب ہو رہا ہے
ماہ رمضان بس الوداع ہے

ہم کو بے کل تو پائے گا تب تک
گر رہے زندہ اگلے برس تک
پھر ملیں گے جو حکمِ خدا ہے
ماہ رمضان بس الوداع ہے

ہم کو بے کل تو پائے گا تب تک
گر رہے زندہ اگلے برس تک
پھر ملیں گے جو حکمِ خدا ہے
ماہ رمضان بس الوداع ہے

چل دیا ہے جو تو رب کی جانب
اہل ایماں کے پرنم ہیں قالب
قلب عشرت بھی غم سے بھرا ہے
ماہ رمضان بس الوداع ہے

از ترجمانِ اہلسنت

ابوالحقائق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہٗ

کی عنقریب آنے والی کتب

- گلدستہ ایمان
- شرح اربعین مجددیہ
- مسند صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- مسند امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
- خلفاء راشدین اور مسلک اہلسنت
- مسلک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
- جامع الرضوی (ترجمہ و تحقیق)
- شانِ اہل سنت
- خطباتِ ابوالحقائق
- شان سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- نماز جنازہ
- صحابہ کرام اور مسلک اہلسنت
- اسلامی تربیتی نصاب
- اختیاراتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- پکار و یارسول اللہ

الاسلام پبلی کیشنز
دربار مارکیٹ لاہور 0334-4178279